فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 21

# اُتُلُ مَآ اُوُحِیَ




سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

# قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا" ( پارہ21)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : اپریل 2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| رکوع ❖ | 1 | 9 |
| رکوع ❖ | 2 | 23 |
| رکوع ❖ | 3 | 36 |
| سورۃ الروم | | 44 |
| رکوع ❖ | 4 | 44 |
| رکوع ❖ | 5 | 54 |
| رکوع ❖ | 6 | 61 |
| رکوع ❖ | 7 | 73 |
| رکوع ❖ | 8 | 93 |
| رکوع ❖ | 9 | 109 |
| سورۃ لقمان | | 117 |
| رکوع ❖ | 10 | 117 |
| رکوع ❖ | 11 | 138 |
| رکوع ❖ | 12 | 156 |
| رکوع ❖ | 13 | 172 |
| سورۃ السجدہ | | 180 |
| رکوع ❖ | 14 | 180 |
| رکوع ❖ | 15 | 193 |
| رکوع ❖ | 16 | 209 |
| سورۃ الاحزاب | | 215 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| رکوع | ❖ | 17 | 215 |
| رکوع | ❖ | 18 | 234 |
| رکوع | ❖ | 19 | 253 |
| آخری آیات | | | 267 |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝۲۸ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝۲۹ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝۳۰﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری ؒ نے سیدنا عبد اللہ ؓ نے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟“

انہوں نے عرض کیا: ”یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔“

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

”آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں“ (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

## رکوع نمبر 1

﴿اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُوۡنَ﴾

''آپ تلاوت کرو اس کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو یقیناً نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' (45)

سوال 1: ﴿اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ﴾ ''آپ تلاوت کرو اس کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے'' تلاوت کتاب اور تبلیغ کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُتۡلُ﴾ ''آپ تلاوت کرو'' اے رسول! آپ ﷺ تلاوت کریں۔

(2) ﴿مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ﴾ ''اس کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے'' یعنی تعلیم، تزکیہ، عبادت اور تقرب کے لیے اس کتاب کی تلاوت کریں جو آپ ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 11421) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص راہ چلے علم حاصل کرنے کے لیے (یعنی علم دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے) اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ سہل کر دے گا اور جو لوگ جمع ہوں اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھیں اور ایک دوسرے کو پڑھائیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اترے گی اور رحمت ان کو ڈھانپ لے گی اور فرشتے ان کو گھیر لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر کرے گا اپنے پاس رہنے والوں میں (یعنی فرشتوں میں) اور جس کا عمل کوتاہی کرے تو اس کا خاندان (نسب) کچھ کام نہ آئے گا'' (مسلم: 6853)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دس آیتوں (کی تلاوت) کے ساتھ قیام اللیل کرے گا وہ غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا، جو سو آیتوں (کی تلاوت) کے ساتھ قیام کرے گا وہ عابدوں میں لکھا جائے گا، اور جو ایک ہزار آیتوں (کی تلاوت) کے ساتھ قیام کرے گا وہ بے انتہا ثواب جمع کرنے والوں میں لکھا جائے گا'' (ابوداؤد: 1398)

(3) اے انسان اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے اس کتاب کی تلاوت کرو اور اس کے اسرار اور فوائد پر غور و فکر کرو اور لوگوں کو اس سے نصیحت کرو اور اس میں جو احکام، آداب اور مکارم اخلاق ہیں اس پر عمل کرنے کے لیے لوگوں کو آمادہ کریں۔ (تفسیر قاسمی: 152/13)

(4) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی وحی و تنزیل یعنی اس کتابِ عظیم کی تلاوت کا حکم دیتا ہے۔ یہاں اس کتابِ عظیم کی تلاوت کا معنی یہ ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کیا جائے، اس کی ہدایت کو راہ نما بنایا جائے اس کی خبر کی تصدیق، اس

کے معانی میں تدبر اور اس کے الفاظ کی تلاوت کی جائے تب اس کے الفاظ کی تلاوت، معنی ہی کا جز شمار ہوگی جب تلاوت کا معنی مذکورہ بالا امور کو شامل ہے تو معلوم ہوا کہ مکمل اقامت دین تلاوت کتاب میں داخل ہے۔(سعدی:2046,2045/3)

(5) رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو کتاب اللہ کی آیات کو یاد رکھنے اور اس کا مذاکرہ کرنے کا حکم دیا جیسا کہ فرمایا:﴿وَاذۡكُرۡنَ مَا يُتۡلٰى فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالۡحِكۡمَةِ﴾ ''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ سنایا جاتا ہے اُسے یاد رکھو۔'' (الاحزاب:34)

(6) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو عبدالرحمن سلمی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے حجاج بن یوسف کے عراق کے گورنر ہونے تک قرآن مجید کی تعلیم دی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہی حدیث ہے جس نے مجھے اس جگہ کے لیے بٹھا رکھا ہے۔'' (بخاری:5027)

(7) جو شخص قرآن مجید پڑھے اسے سیکھے اور اس کے مطابق عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا نورانی تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی طرح ہوگی اور اس کے والدین کو دو ایسے تاج پہنائے جائیں گے جن کی قیمت پوری دنیا بھی نہیں بن سکتی وہ دونوں کہیں گے یہ ہمیں کس وجہ سے پہنایا گیا؟ انہیں کہا جائے گا کہ تمہارے بیٹے کے قرآن مجید کو حاصل کرنے کی بنا پر۔'' (مستدرک حاکم۔صحیح علی شرط مسلم)

سوال 2: تلاوت وحی سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) تلاوت وحی سے مراد وحی کی تبلیغ ہے یعنی لوگوں کو قرآن مجید پڑھ کر سنانا۔

(2) تلاوت وحی سے مراد قرآن مجید کی تبلیغ کے ذریعے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی وحی سے باخبر کرنا ہے۔

سوال 3: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ﴾ ''اور نماز قائم کرو یقیناً نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے'' نماز قائم کرنے کے حکم کی حکمت کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرو'' رب العزت نے نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس کے ارکان، اس کی شروط اور اس کے آداب کے ساتھ ادا کرو کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ''کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا، پھر پوچھا، اس کے بعد، فرمایا والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔ پوچھا اس کے بعد، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا'' سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ ﷺ اور زیادہ بھی بتلاتے۔ (لیکن میں نے بطور ادب خاموشی اختیار کی)۔ (بخاری:527)(صفوۃ التفاسیر:424/2)

(2) نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا: (i) نماز سے انسان کا اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق جڑ جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ

لِذِكْرِيْ﴾: ''میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' (ii) نماز سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ ''سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔'' (العلق:19) (iii) نماز سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا: ''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو۔'' (البقرہ:153) رسول اللہ ﷺ کو جو اہم معاملہ پیش آتا آپ ﷺ نماز کا اہتمام فرماتے تھے۔ (سنن ابی داود:1319) انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے تو انسان کو ہدایت ہوتی ہے (iv) نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے (v) نماز قبر میں روشنی کا سبب بنے گی (vi) نماز جنت میں داخلے کا سبب بنے گی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ سے نماز قائم کرنے کا حکم دیا۔

(3) ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ ''یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔'' ﴿الْفَحْشَآءِ﴾ سے مراد ہر وہ بڑا گناہ ہے جس کی قباحت مسلّم اور نفس میں اس کی چاہت ہو ﴿الْمُنْكَرِ﴾ سے مراد ہر وہ گناہ ہے جس کو عقل وفطرت برا سمجھے۔ نماز کا فواحش ومنکرات سے روکنے کا پہلو یہ ہے کہ بندۂ مومن جو نماز کو قائم کرتا ہے اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس کے ارکان وشرائط کو پورا کرتا ہے اس کا دل روشن اور پاک ہو جاتا ہے، اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، نیکیوں میں رغبت بڑھ جاتی ہے اور برائیوں کی طرف رغبت کم یا بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔ اس طریقے سے نماز پر دوام اور اس کی محافظت ضرور فواحش ومنکرات سے روکتی ہے۔ پس فواحش ومنکرات سے روکنا نماز کا سب سے بڑا مقصد اور اس کا سب سے بڑا ثمرہ ہے۔ نماز کو قائم کرنے میں ایک اور مقصد بھی ہے جو پہلے مقصد سے عظیم تر ہے اور وہ ہے نماز کا اللہ تعالیٰ کے قلبی، لسانی اور بدنی ذکر پر مشتمل ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور بہترین عبادت جو مخلوق کی طرف سے پیش کی جاتی ہے وہ نماز ہے نیز نماز کے اندر تمام جوارح کی عبودیت شامل ہوتی ہے جو کسی اور عبادت میں نہیں ہوتی۔ (سعدی:3/2045,2046)

(4) (i) اللہ تعالیٰ نے انسانی اعمال کو اپنے علم سے جوڑ کر انسان کو شعوری طور پر بے دار کیا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے اعمال کی نگرانی کا شعور دلا کر اعمال کی کوالٹی کو بہتر بنانے کی ترغیب دی۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا کہ ''فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب نماز اس کو چوری سے روک دے گی۔'' (مسند احمد:9792)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بھلا بتاؤ، اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو، جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو، تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی نہیں، اس کے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' (بخاری:528)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک کا دورانیہ، ان تمام (صغیرہ)

گناہوں کا کفارہ ہے۔ جو اس دوران میں ہوئے ہوں گے، اگر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔'' (مسلم:550)

(8)(i) حالت نماز میں انسان بُرائی اور بے حیائی سے رُکتا ہے نماز کے بعد اگر چہ وہ اثرات نہیں رہتے لیکن نماز کے بعد اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے تو انسان بُرائی سے رک سکتا ہے (ii) نماز اُس وقت بُرائی اور بے حیائی سے روکتی ہے جب اُسے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق آداب و شرائط کے ساتھ پڑھا جائے۔

(9) ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے آیت کی تفسیر کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا'' جسے اس کی نماز بے جا اور فحش کاموں سے نہ روکے تو سمجھ لو کہ اس کی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوئی، اور روایت میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہی دور ہوتا چلا جائے گا۔ ایک موقوف روایت میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو نمازی برے کاموں سے بچنے والا نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کی نماز اللہ تعالیٰ سے دور کرتی جا رہی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں'' جو نماز کی بات نہ مانے اس کی نماز نہیں۔ نماز بے حیائی اور بدفعلیوں سے روکتی ہے اس کی اطاعت یہ ہے کہ ان بے ہودہ کاموں سے نمازی رک جائے۔

(10) سیدنا شعیب علیہ السلام سے جب ان کی قوم نے کہا'' کہ اے شعیب کیا تمہیں نماز حکم کرتی ہے؟ تو سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم نماز حکم کرتی ہے منع بھی کرتی ہے، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا فلاں شخص بڑی لمبی نماز پڑھتا ہے آپ نے فرمایا:'' نماز اسے نفع دیتی ہے جو اس کا کہا مانے۔'' (ابن کثیر:152/4)

سوال 4: ہماری نمازیں بے اثر کیوں ہو گئی ہیں؟

جواب: نمازیں اس لیے بے اثر ہو گئی ہیں کہ نمازوں میں صحت اور قبولیت کی شرائط کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔

سوال 5: نماز کی صحت اور قبولیت کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: (1) اخلاص (2) دل کی پاکیزگی (3) وقت کی پابندی اور جماعت کا اہتمام (4) ارکان صلوٰۃ میں اعتدال اور اطمینان (قرأت، رکوع، قومہ، سجدہ وغیرہ) (5) خشوع وخضوع (6) نمازوں کی پابندی (7) رزق حلال کا اہتمام

سوال 6: ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾'' اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾'' اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے'' ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی یاد ہے نماز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ نماز بذات خود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ نماز کے باہر اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾'' لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو۔'' (البقرۃ:152)

(2) اللہ تعالیٰ کے تعلق کو مضبوط کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ذکر ہے۔ رب العزت نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ’’یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔‘‘ (آل عمران: 191,190)

(3) رب العزت نے فرمایا ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا﴾ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کثرت سے یاد کرنا۔‘‘ (الاحزاب: 41) (4) ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ ’’آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔‘‘ (الکہف: 28)

(5) سیدنا ابو زرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا میں تمہیں اس امر کی اساس نہ بتاؤں جس کے باعث تو دنیا اور آخرت کی بھلائی پائے گا۔ اہل ذکر کی مجالس کو اہم جانو اور جس وقت فارغ بیٹھو تو حسب طاقت اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متحرک رکھو، اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت رکھو اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے بغض۔ (مشکوۃ، کتاب الادب)

(6) سیدنا ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کوئی گروہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نہیں بیٹھتا مگر یہ کہ فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکون وطمانیت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا مقرب فرشتوں میں ذکر کرتا ہے۔‘‘ (ترمذی)

(7) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ’’ہر چیز کی صفائی ہے اور دلوں کی صفائی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی ذکر الٰہی سے بہتر نہیں۔‘‘ (مشکوۃ)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر سے حرکت کرتے ہیں۔‘‘ (ابن ماجہ)

(9) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی جو نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے۔‘‘ (بخاری: 128/7)

(10)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ ''یقیناً میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' (طٰہٰ:14)

(11)سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ'' یا رسول اللہ ﷺ! احکام اسلامی زیادہ ہو گئے ہیں لہٰذا مجھے ایسی چیز کا حکم دیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:'' تیری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے۔'' (ترمذی:3375)

(12)﴿وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' یعنی تم جو خیر اور اطاعت کے کام کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے وہ اس کی جزا دے گا۔ (الاساس:4215/8)

(13)(i) اللہ تعالیٰ نے انسانی اعمال کو اپنے علم سے جوڑ کر انسان کو شعوری طور پر بیدار کیا ہے (ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی اعمال کی نگرانی کا شعور دلا کر اعمال کی کوالٹی کو بہتر بنانے کی ترغیب دی۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ کی یاد انسان کے تصورات پر چھا جاتی ہے تو سچے مومن کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد کا چشمہ پھوٹ نکلتا ہے ایسے میں انسان اللہ تعالیٰ کی یاد میں جو کلمات زبان سے ادا کرتا ہے وہ ذکر بڑی چیز بن جاتا ہے۔ ایسے میں انسان جو اعمال کرتا ہے وہ بڑی چیز بن جاتے ہیں۔ ایسے میں نمازیں بہترین نمازیں، روزے بہترین روزے، جہاد بہترین جہاد بن جاتا ہے۔ اس ذکر کے ساتھ سارے ہی کام اعلیٰ ترین کام بن جاتے ہیں۔

﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾

''اور تم اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز میں سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے اُن میں سے ظلم کیا اور کہہ دو کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُس کی فرماں برداری کرنے والے ہیں'' (46)

سوال 1:﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور تم اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز میں سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے اُن میں سے ظلم کیا اور کہہ دو کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُس کی فرماں برداری کرنے والے ہیں'' غیر مسلموں میں تبلیغ کرنے کا جو طریقہ سکھایا گیا اس کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ ''اور تم اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز میں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ کتاب سے ایسی بحث کرنے سے روکتا ہے جو بصیرت کی بنیاد پر اور کسی مسلمہ قاعدے کے مطابق نہ ہو نیز اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ جب بھی اہلِ کتاب سے بحث کریں تو احسن انداز، حسن اخلاق اور نرم کلامی سے ان کے ساتھ بحث کریں اور دعوتِ اسلام بہترین طریقے سے پیش کریں اور باطل کو قریب ترین ذریعے سے رد کریں۔ اس بحث کا مقصد محض جھگڑنا اور مد مقابل پر غلبہ حاصل کرنا نہ ہو بلکہ اس کا مقصد حق کا بیان اور مخلوق کی ہدایت ہو۔ (سعدی 3/2046,2047)

(3)﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور ان سے اس طریقے سے بحث کریں۔ جو زیادہ اچھا ہو یقیناً آپ کا رب ان کو زیادہ جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی جانتا ہے۔'' (النحل:125)

(4) سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تو نصیحت کی ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ ''پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔'' (طٰہٰ:44)

(5)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ ''سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے اُن میں سے ظلم کیا'' اہل کتاب میں سے ایسے آدمی کے سوا جو حق کے راستے سے ہٹ جائیں، دشمنی کی وجہ سے جھگڑا کریں، جان بوجھ کر اندھے بن جائیں، خیر خواہوں سے ضد اور تعصب سے لڑنے لگیں۔ ایسے لوگوں سے جس کے بحث کرنے کا مقصد حق کی وضاحت نہیں غلبہ حاصل کرنا ہو بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(6)﴿وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ﴾ ''اور کہہ دو کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب یہ کہہ دو کہ ہمارا اپنی اور تمہاری تمام آسمانی کتابوں پر ایمان ہے۔ ہم سب کا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور ہمارے یعنی مسلمانوں کے سامنے عربی میں اس کا ترجمہ کیا کرتے تھے، تو اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہ تم انہیں سچا کہو اور نہ جھوٹا، بلکہ تم یہ کہا کرو ﴿اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور کہہ دو کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا۔ اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اور ہم اُس کی فرماں برداری کرنے والے ہیں۔'' (العنکبوت:46)(بخاری:7362)

(7) عبیداللہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ''(اے مسلمانو!) تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں سوالات کیوں کرتے ہو؟ جب کہ تم پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی ابھی کتاب نازل ہوئی ہے، جو بالکل خالص ہے، جس میں باطل نہ خلط ملط ہوا اور نہ ہو سکے گا اور تمہیں اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے دین کو بدل ڈالا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تبدیلی کردی ہے اور اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتاب کے متعلق کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تا کہ اس کے ذریعے سے دنیا کا حقیر فائدہ حاصل کریں۔ کیا تمہارے پاس (قرآن وحدیث کا) جو علم آیا ہے وہ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان سے (دینی) مسائل پوچھو؟ اللہ کی قسم! میں تو نہیں دیکھتا کہ اہل کتاب میں سے کوئی تم سے اس کے بارے میں پوچھتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔'' (بخاری:7363)

(8) ﴿وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ﴾ ''اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب سے کہہ دو کہ ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

(9) ﴿وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم اُس کی فرماں برداری کرنے والے ہیں'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر:427/2)

(10) یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے، اسے ہی اپنا معبود بناتا ہے، اس کے رسولوں کی اطاعت کرتا ہے وہی سیدھے راستے پر ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو نہیں مانتا اور اطاعت نہیں کرتا وہ گمراہ ہے۔

سوال 2: اگر کوئی بحث ومجادلہ میں زیادتی کرے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ایسے موقع پر سخت انداز اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

سوال 3: ظالموں کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: ظالموں کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ وہ اسلام قبول کرلیں یا جزیہ دیں۔

سوال 4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس چیز کا اعلان کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کردو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر بھی جو ہم پر نازل ہوئی۔ (2) ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ (3) آپ کہہ دیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ﴾

''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی، پھر جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اِن (اہلِ مکہ) میں

سے بھی جو اُس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' (47)

سوال:﴿وَ كَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ‌ ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ‌ ۚ وَمِنۡ هٰٓؤُلَۤاءِ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِهٖ‌ ؕ وَمَا يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی، پھر جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان (اہلِ مکہ) میں سے بھی جو اُس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَ كَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی'' رب العزت نے فرمایا اے نبی! ہم نے آپ ﷺ پر اسی طرح کتاب نازل کی ہے جیسے پہلے لوگوں پر کی تھی۔

(2)﴿فَالَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ﴾ ''پھر جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی'' یعنی جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے انہوں نے اسے اس طرح پہچان لیا ہے جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے اور ان کے ہاں کسی حسد نے مداخلت کی ہے نہ خواہشاتِ نفس نے۔ (سعدی:3/2047,2048)

(3) یعنی جو قرآن پر ایمان لائے ان میں عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ اور اہل کتاب کے کثیر علماء شامل ہیں اور مشرکوں میں سے جو ایمان لائے۔ (ایسر التفاسیر:1143)

(4)﴿وَمِنۡ هٰٓؤُلَۤاءِ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِهٖ﴾ ''اور ان (اہلِ مکہ) میں سے بھی جو اُس پر ایمان لاتے ہیں'' یعنی موجودہ لوگوں میں سے بھی جو ایمان لاتے ہیں یعنی جو اپنی بصیرت کی وجہ سے ایمان لاتے ہیں۔

(5)﴿وَمَا يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ ''اور ہماری آیات کا انکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' یعنی کافر اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے کے سوا کوئی اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار نہیں کرتا۔

﴿وَمَا كُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيۡنِكَ‌ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ﴾

''اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے'' (48)

سوال 1:﴿وَمَا كُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيۡنِكَ‌ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ﴾ ''اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے'' نبی ﷺ امی تھے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا كُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ كِتٰبٍ﴾ ''اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے'' اس عظیم کتاب کی صداقت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ اسے وہ نبی امی لے کر آیا ہے جس کی صداقت اور امانت کا اس کی پوری قوم اعتراف کرتی ہے، جس کے

پورے معمولات اور تمام احوال کو اس کی قوم اچھی طرح جانتی ہے وہ اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکتا بلکہ وہ تو لکھا ہوا پڑھ نہیں سکتا۔ اس صورت حال میں ایک کتاب پیش کرنا سب سے بڑی اور قطعی دلیل ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب اور قابلِ ستائش ہے۔ (سعدی: 2048/3) (2) نبی ﷺ نے نبوت سے پہلے چالیس سال گزارے تھے نبی ﷺ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ سب لوگ جانتے تھے کہ آپ ﷺ امی ہیں۔

(3) پہلی آسمانی کتابوں میں بھی، نبی ﷺ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ”جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“ (الاعرف:157)

(4) ﴿وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ﴾ ”اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے“ اللہ تعالیٰ کے معصوم نبی ﷺ ہمیشہ لکھنے سے ہی دور رکھے گئے، ایک سطر کیا، ایک حرف بھی آپ ﷺ کو لکھنا نہ آتا تھا آپ ﷺ نے کاتب مقرر کر لیے تھے جو اللہ تعالیٰ کی وحی لکھتے تھے اور ضرورت کے وقت شاہان دنیا سے خط و کتابت بھی وہی کرتے تھے پچھلے فقہاء میں سے قاضی عبدالوحید باجی وغیرہ نے کہا کہ حدیبیہ والے دن خود رسول کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے یہ جملہ صلح نامے میں لکھا تھا کہ: ﴿هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدُاللهِ﴾ یعنی وہ یہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ نے فیصلہ کیا لیکن یہ قول درست نہیں یہ وہم قاضی صاحب کو بخاری شریف کی اس روایت سے ہوا جس میں یہ الفاظ ہیں کہ ﴿ثُمَّ اَمَرَ فَكُتِبَ﴾ یعنی آپ ﷺ نے پھر حکم دیا اور لکھا گیا مشرق و مغرب کے تمام علماء کا یہی مذہب ہے بلکہ باجی وغیرہ پر انہوں نے اس قول کا بہت سخت رد کیا ہے اور اس سے بے زاری ظاہر کی ہے۔ اور اس قول کی تردید اپنے اشعار اور خطبوں میں بھی کی ہے لیکن یہ بھی خیال رہے کہ قاضی صاحب وغیرہ کا یہ خیال ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ اچھی طرح لکھنا جانتے تھے بلکہ وہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ کا یہ جملہ صلح نامے پر لکھ لینا آپ ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔ (ابن کثیر: 155/4)

(5) ﴿اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ ”تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے“ یعنی اگر لکھ پڑھ سکتے تو نبی ﷺ کے مخالف اور باطل پرست یہ کہہ سکتے تھے کہ نبی ﷺ نے پہلی کتابوں سے یہ قرآن سیکھ لیا ہے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر جو کتاب نازل کی اس کے لیے مقابلے کی دعوت دی گئی مگر کوئی بھی چیلنج کو قبول نہیں کر سکا۔ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے کلام جیسا کلام کیسے لا سکتا ہے؟ اس کے باوجود جاہلوں نے کہہ دیا

﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (٥) قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (٦)﴾ ''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوار کھا ہے پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔آپ کہہ دیں اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناوہ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔'' (الفرقان:6,5)

سوال2: رسول اللہ ﷺ پہلے کتاب کیوں نہیں پڑھتے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے کسی انسان سے علم حاصل نہیں کیا تھا۔

سوال3: باطل پرست لوگ رسول اللہ ﷺ کے پڑھے لکھے ہونے کی وجہ سے کس شک میں پڑ سکتے تھے؟

جواب: باطل پرست لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ قرآن مجید فلاں شخص کی مدد سے یا فلاں شخص سے تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے سنا رہے ہیں۔

﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾

''بلکہ یہ اُن لوگوں کے سینوں میں واضح آیات ہیں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیات کا انکار ظالموں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' (49)

سوال1: ﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''بلکہ یہ اُن لوگوں کے سینوں میں واضح آیات ہیں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیات کا انکار ظالموں کے سوا کوئی نہیں کرتا۔'' قرآن مجید روشن آیات والا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ﴾ ''بلکہ یہ واضح آیات ہیں'' یہ قرآن مجید روشن آیات والا ہے، اس کی سچائی واضح ہے، اس کے احکامات سچے ہیں، اس کی خبریں روشن ہیں۔ (بخاری:4981)

(2) ﴿فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ''اُن لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا۔''

(3) اس آیت کے دو مطلب ہیں اگر 'ھو' کی ضمیر کو قرآن کی طرف راجع قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کی آیات بڑے واضح دلائل پر مشتمل ہیں اور یہ آیات اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں یعنی اہل علم نے تو ان آیات کو حفظ یا ازبر کر لیا ہے اور یہ قرآن اسی طرح سینہ بہ سینہ اہل علم میں منتقل ہوتا جائے گا اور یہ قرآن کی ایسی ناقابل تردید صفت ہے جو ابتدائے اسلام سے آج تک اور آئندہ بھی تا قیامت ہر شخص مشاہدہ کرسکتا ہے اور کرتا رہے گا۔ ہر دور میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد حافظ قرآن رہی ہے۔اور یہی قرآن کی اعجازی حیثیت اور اس کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔قرآن کی حفاظت کا دوسرا ذریعہ کتابت قرآن ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حفاظت قرآن کے پہلے ذریعہ حفظ پر ہی نسبتاً زیادہ توجہ مبذول فرمائی تھی۔اب قرآن کے مقابلہ میں دوسری الہامی کتابوں کو دیکھئے ان کا شاذو نادر ہی کوئی آپ کو حافظ

نظر آئے گا جیسے سیدنا عزیر علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ وہ تورات کے حافظ تھے۔اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ 'ھوَ' کی ضمیر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع قرار دیا جائے اور یہ تفسیر اس لحاظ سے راجح ہے کہ رابط مضمون اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔اسی لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل علم اور اہل دانش وبینش کے لیے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے ثبوت میں ایک نہیں بلکہ بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔وہ اس طرح کہ دنیا میں جتنے بھی نامور شخص گزرے ہیں ان کی شخصیت بنانے والے عوامل کا تاریخ سے پتہ لگایا جاسکتا ہے۔مگر یہاں یہ بات یکسر مفقود نظر آتی ہے مثلاً تمام مخالفین اسلام یعنی قریش مکہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ پڑھنا لکھنا تک نہیں جانتے تھے۔علم،ادب،عربی سے یا تاریخِ امم سے واقف ہونا تو دور کی بات ہے لیکن آپ ﷺ نے جو کلام پیش کیا بار بار چیلنج کے باوجود عرب بھر کے فصحاء اور بلغا اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز رہ گئے تھے۔اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ آپ فن حرب ضرب سے قطعاً نابلد تھے،اور نہ ہی آپ کسی جرنیل ،فوجی یا کسی سپاہی کے گھر پیدا ہوئے تھے لیکن جب میدان جہاد میں فوجی لشکر کی قیادت آپ نے سنبھالی تو آپ نے ایسی جنگی تدابیر اختیار کیں کہ تمام جہانوں کے جرنیلوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔غرض یہ کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو ایسے ہی حیران کن کمالات کا مجموعہ ہے۔جن کے اسباب وعوامل تلاش کرنے پر دور تک کہیں نظر نہیں آتے۔یہی وہ نشانیاں ہیں جو آپ ﷺ کی رسالت کا بین ثبوت ہیں اور ان کا انکار کوئی کٹر متعصب ہی کرسکتا ہے جب کہ اہل علم آپ کی ان خوبیوں کے دل وجان سے معترف ہوتے ہیں۔

یہ قرآن علماء اور حفاظ کے سینے میں محفوظ ہے۔رب العزت نے قرآن کا پڑھنا اور یاد رکھنا آسان فرمادیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ 'اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کردیا ہے،تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (القمر:17)

(4)﴿ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴾ ''اور ہماری آیات کا انکار ظالموں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ کی آیات کا ظالم ہی انکار کرتے ہیں اور انہیں ٹھکراتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (٩٦) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (٩٧) ﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔'' (یونس:97,96)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کون کرتا ہے؟

جواب: ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

﴿ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی جناب سے معجزات کیوں نہیں اُتارے گئے؟ آپ کہہ دیں کہ معجزات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس

ہیں اور میں صرف اور صرف کھلا ڈرانے والا ہوں'' (50)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی جناب سے معجزات کیوں نہیں اُتارے گئے؟ آپ کہہ دیں کہ معجزات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور میں صرف اور صرف کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' معجزے دیکھ کر بھی معجزوں کا مطالبہ، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی جناب سے معجزات کیوں نہیں اُتارے گئے'' جب نبی ﷺ قرآن مجید لے کر آئے تو اہل مکہ نے کہا کہ معجزہ کیوں نہیں لے کر آئے جیسے صالح علیہ السلام کی اونٹنی، موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور عیسیٰ علیہ السلام کا مائدہ تھا۔

(2) ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کر دیں۔'' (بنی اسرائیل: 90)

(3) ﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ معجزات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں'' رب العزت نے فرمایا: کہ ''آپ ﷺ کہہ دیں معجزات تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں رسول کے اختیار میں نہیں ہیں اور تمہارا مقصد امتحان ہے ایمان نہیں اس لیے تمہارے مطالبات پورے نہیں کیے جا سکتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ ''اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب چلا جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اُن کے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے۔'' (الکہف: 17)

(4) ﴿وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور میں صرف اور صرف کھلا ڈرانے والا ہوں'' یعنی میرا کام تو اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچانا ہے میں تو صاف ڈرانے والا ہوں، اس کے علاوہ میرا کوئی فرض نہیں ہے۔

سوال 2: معجزہ نازل کرنے کی فرمائش پر اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: معجزات اور نشانات تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں۔

سوال 3: معجزات کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ معجزات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا اختیار نہیں۔

﴿اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''اور کیا اُنہیں یہ کافی نہیں ہے کہ یقیناً ہم ہی نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو اُنہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ بلاشبہ اس میں یقیناً رحمت اور نصیحت ہے اُس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' (51)

سوال 1: ﴿اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور کیا اُنہیں یہ کافی نہیں ہے کہ یقیناً ہم ہی نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو اُنہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ بلاشبہ اس میں یقیناً رحمت اور نصیحت ہے اُس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' سب سے بڑا معجزہ اللہ کی کتاب ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ﴾ ''اور کیا اُنہیں یہ کافی نہیں ہے کہ یقیناً ہم ہی نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو اُنہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے'' یعنی کیا میری اور اس کتاب کی سچائی کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ میں صبح وشام اس کتاب کو پڑھ کر سناتا ہوں جو عظیم ہے اور میں امی ہوں لکھ پڑھ نہیں سکتا اور تمہیں ایسی آیات پڑھ کر سناتا ہوں جو ہدایت اور نور ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1145،1144)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اسی کے مطابق لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن مجید) ہے (جو سب معجزوں سے بڑا معجزہ ہے) اسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے، اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت والے دن میرے ماننے والے دیگر نبیوں کے ماننے والوں سے زیادہ ہوں گے۔'' (بخاری: 7274)

(3) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تورات کے کچھ اوراق لائے اور انہیں پڑھنا شروع کیا آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھتے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں، ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، اور آپ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گئے اس پر آپ ﷺ کا غصہ فرو ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اگر آج سیدنا موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے اور آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میری اتباع کے سوا انہیں کوئی چارہ نہ ہوتا۔'' (مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان)

(4) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً رحمت اور نصیحت ہے اُس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' قرآن اس شخص کے لیے رحمت اور بھلائی ہے جو قرآن کو اپنے لیے کافی سمجھتا ہے اور اس سے راہ نمائی حاصل کرتا ہے۔

(5) یہ کتاب لامحدود بھلائیاں رکھتی ہے، یہ عقائد کی تطہیر کرتی ہے، قرآن قلب کا تزکیہ کرتا ہے، قرآن اخلاق کی تکمیل کرتا ہے، قرآن اسرار

ربانی کو کھولتا ہے۔ قرآن کثیر علم رکھنے والی عظیم کتاب ہے جو عظیم نعمت ہے، جو حق اور صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

سوال 2: قرآن مجید کی نشانی کیسے کافی ہے؟

جواب: (1) قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ (2) قرآن مجید نے چیلنج دیا کہ اس جیسا قرآن یا ایک سورت لا کر دکھا دیں اب یہ لانے کے قابل نہیں ہیں۔

## رکوع نمبر 2

﴿قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ شَهِيۡدًا‌ ۚ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡبَاطِلِ وَكَفَرُوۡا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں'' (52)

سوال 1: ﴿قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ شَهِيۡدًا‌ ۚ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡبَاطِلِ وَكَفَرُوۡا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ رسالت محمدی ﷺ کو خوب جانتے ہیں، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ'' اے محمد! آپ ﷺ کہہ دیں۔

(2) ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ شَهِيۡدًا‌ ۚ﴾ ''میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے'' اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے وہ میری رسالت کو بھی خوب جانتا ہے اور تمہاری تکذیب کا بھی خوب علم رکھتا ہے۔

(3) اگر میں جھوٹ بولوں تو وہ مجھ سے انتقام لے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ﴾ ''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا'' (الحاقۃ:44) (4) اس لیے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، وہ سچ ہے۔

(5) ﴿يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے'' اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دلیل کے لیے کافی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ تو وہ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

(6) ﴿وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡبَاطِلِ﴾ ''اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے'' باطل سے مراد شرک ہے یعنی جن کا ایمان باطل پر ہے وہ۔

(7) ﴿وَكَفَرُوۡا بِاللّٰهِ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا'' وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کرتے ہیں جو حق ہے۔

(8)﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''وہی'' ایسے برے فہم والے عقلی فساد میں مبتلا ہیں۔

(9)﴿هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں'' ان کا خسارہ یہ ہے کہ انہوں نے ایمان کے بدلے کفر اور ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے۔

(10)رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى (١٤) لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى (١٥) الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (١٦)﴾ ''پس میں نے تمہیں شعلہ مارتی آگ سے ڈرادیا ہے جس میں اُس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔'' (الیل:14-16)

(ایسر التفاسیر:1145)

سوال2: اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کس چیز کے لیے کافی ہے؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا ثبوت ہے۔(2)قرآن مجید کے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے پر اس کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔

سوال3: جولوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں وہ کس کا انکار کرتے ہیں؟

جواب: باطل پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں۔

﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے'' (53)

سوال1:﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے'' جلد عذاب کے مطالبے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ﴾ ''اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں'' جولوگ اللہ تعالیٰ، اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور قرآن کو جھٹلاتے ہیں وہ جلد عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، جیسا کہ فرمایا:﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' (الملک:25)

(2)﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب

اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔''
(الانفال:32)

(3) ﴿وَلَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا'' اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لیے وقت مقرر کر رکھا ہے ان کے اعمال تو اس لائق ہیں کہ فوراً عذاب بھیج دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق ہر ایک کو مہلت دیتے ہیں۔

(4) ﴿وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے'' وہ عذاب ان پر اچانک آیا تھا جب وہ میدان بدر میں اتراتے ہوئے آئے اور ان کے بڑے بڑے سردار قتل ہوئے اور مکہ میں کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کو کوئی مصیبت نہ پہنچی ہو۔

(5) ان پر عذاب ایسے آیا کہ انہیں شعور تک نہیں تھا۔

سوال 2: لوگ بے باکی سے عذاب کیوں مانگتے تھے؟

جواب: عذاب کا مطالبہ کرنے والے ایمان نہیں لانا چاہتے اس لیے کہتے ہیں سچے ہو تو عذاب لے آؤ۔

﴿يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾

''وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے'' (54)

سوال 1: ﴿يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ ''وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ﴾ ''وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں'' اس آیت میں عذاب سے مراد آخرت کا عذاب ہے جو ان پر لامحالہ آکر رہے گا۔

(2) ﴿وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے'' جہنم کا عذاب ان سے ہٹایا نہیں جائے گا۔ وہ ان کو ہر طرف سے گھیر لے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے عذاب جلدی مانگنے کے مطالبہ کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تعجب کا اظہار کیا ہے کہ تم عذاب کے لیے جلدی مانگتے ہو حالانکہ جہنم تمہیں گھیرے میں لے چکی ہے۔

﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''جس دن عذاب اُنہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور اُن کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو

(اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے'' (55)

سوال 1:﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور اُن کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے'' ظالموں کے اوپر نیچے آگ کی چادریں ہوں گی، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾ ''جس دن عذاب اُنہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور اُن کے قدموں کے نیچے سے بھی'' جس دن عذاب یعنی آگ کی چادریں ان کے اوپر نیچے ہوگی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' (الاعراف:41)

(2)﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو۔'' (الزمر:16)

(3)﴿وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے'' یعنی شرک، نافرمانیوں کے بدلے میں لامحدود عذاب ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿13﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿14﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿15﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَاۗءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے۔ تمہیں اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔'' (الطور:13-16)

(4)﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ﴾ ''جس دن اُنہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چکھو آگ کا چھونا۔'' (القمر:48)

## ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾

''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین بہت وسیع ہے، چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو'' (56)

سوال 1:﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری

زمین بہت وسیع ہے، چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو" جہاں دین پر قائم نہیں رہ سکتے وہاں سے ہجرت کر جانے کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ "اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو!" اے میرے بندو جو مجھ پر، میرے رسول ﷺ اور میری ملاقات پر ایمان لائے ہو۔

(2) ﴿اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ﴾ "بلاشبہ میری زمین بہت وسیع ہے" ایمان والوں کو ہجرت کی دعوت دی جا رہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ممکن نہیں رہا تو ایسی زمین میں چلے جاؤ جہاں اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکو۔

(3) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "تمام شہر اللہ تعالیٰ کے شہر ہیں اور کل بندے اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں جہاں تو بھلائی پا سکتا ہو وہیں قیام کر چنانچہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جب مکہ میں رہائش مشکل ہوگئی تو وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تاکہ امن وامان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہ سکیں وہاں کے سمجھدار دیندار بادشاہ اصحمہ نجاشی رحمہ اللہ نے ان کی پوری تائید ونصرت کی اور وہاں وہ بہت عزت اور خوشی سے رہے سہے۔ (ابن کثیر: 4/159)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِيْھَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا (97) اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (98) فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْھُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (99) وَمَنْ يُّھَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُھَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (100)﴾ "یقیناً جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، اُن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ اُن سے (فرشتے) کہتے ہیں: "تم کس حال میں تھے؟" وہ جواب دیتے ہیں: "ہم زمین میں کمزور تھے۔" فرشتے اُن سے کہتے ہیں: "کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟" تو یہی لوگ ہیں ان ہی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں چنانچہ یہ لوگ ہیں، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی نہایت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا، پھر اسے موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہوگیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" (النساء: 97-100)

(5) ﴿فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ "چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو" یعنی میرے لیے اپنی عبادت اور اطاعت کو خالص کرو میری نافرمانی میں مخلوق

میں سے کسی کی اطاعت نہ کرو۔(جامع البیان:12/21)

سوال 2: ہجرت کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: (1) جس جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی اور دین پر قائم رہنا مشکل ہو تو اُس علاقے کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں آباد ہونا ہجرت ہے۔(2) اللہ تعالیٰ کی خاطر، اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ والوں کی نقل مکانی ہجرت ہے۔

سوال 3: یہ کیوں کہا گیا میری زمین وسیع ہے؟

جواب: جب کوئی انسان ہجرت کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو ملک چھوڑنے کا دُکھ چمٹ جاتا ہے ایسے میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ میری زمین وسیع ہے تم محبت اسی جگہ سے رکھو جس میں تم میری عبادت کر سکو اور تمہارے لیے عبادت کرنا آسان ہو۔

﴿كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ثُمَّ اِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ﴾

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے''(57)

سوال: ﴿كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ثُمَّ اِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ﴾ ''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے'' موت نہیں چھوڑے گی اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گزار لو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ﴾ ''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے'' یعنی تم کہیں بھی چلے جاؤ موت تمہیں نہیں چھوڑے گی اس لیے جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گزارو، اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیے ہیں اس پر عمل کریں اسی میں خیر ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ﴾ ''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے''۔(الرحمٰن:26)

(3) ﴿كُلُّ شَىۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ﴾ ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، سوائے اُس کے چہرے کے۔''(القصص:88)

(4) ﴿ثُمَّ اِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ﴾ ''پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے'' پھر موت کے بعد لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے تو سرخرو ہو کر جانا ہے تاکہ جنت کی بہاریں دیکھیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے ساتھ موت کا ذکر کیا ہے اپنی زمین چھوڑتے ہوئے انسان کے دل میں جو وسوسے آتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کہیں راستے میں موت نہ آجائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی کہ ہر ایک جان نے مرنا ہے ہجرت کر دیا نہ کرو جانا تو رب کے پاس ہے رب کی عبادت کرتے ہوئے موت آئے گی تو آخرت کی نعمتیں پاؤ گے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ مِّنَ الۡجَنَّةِ غُرَفًا تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ نِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں ہم ضرور جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اُن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا!'' (58)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں ہم ضرور جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اُن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا!'' نیک لوگوں کو عالی شان محلات میں بسایا جائے گا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں'' یعنی جن لوگوں نے عقیدے اور عمل کے اخلاص کو جمع کر لیا۔ (صفوۃ التفاسیر: 429/2)

(2) ﴿لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''انہیں ہم ضرور جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں'' جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن سے ظاہر باطن نظر آتا ہے۔'' (ابن کثیر: 160/4)

(3) نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ عالی شان محلات میں بسائیں گے، جن کے نیچے صاف شفاف میٹھے پانی کی نہریں جاری ہوں گی، اسی طرح دودھ کی، شراب مطہر کی اور خالص شہد کی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جن کو جنت والے اپنی مرضی کے مطابق جدھر چاہیں گے پھیر دیں گے۔

(4) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اُن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے'' جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے کبھی وہاں سے الگ ہونے کو ان کا دل نہیں چاہے گا۔ نہ وہاں سے نکالے جائیں گے، نہ اس میں موت آئے گی۔

(5) ﴿نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا!'' ایمان والوں کے نیک عملوں کا کس قدر اچھا انعام ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1509/2)

سوال 2: جنت کی ہمیشگی سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ وہاں نہ موت کا خدشہ ہو گا نہ دوبارہ علاقہ چھوڑنے کا غم ہو گا نہ کسی قسم کا زوال آئے گا۔

سوال 3: اچھے اعمال کرنے والوں کو کیا شعور دلایا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دیکھو نیک اعمال کا اجر کتنا اچھا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾

’’جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں‘‘ (59)

سوال 1: ﴿الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ’’جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں‘‘ جنت صبر اور توکل کا صلہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْنَ صَبَرُوْا﴾ ’’جن لوگوں نے صبر کیا‘‘ یعنی جنہوں نے ایمان، ہجرت اور اطاعت پر صبر کیا۔ (ایسر التفاسیر:1147)

(2) جو لوگ اپنے دین پر ثابت قدم رہے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا یقین تھا۔

(3) (i) صبر سے مراد دین پر مضبوطی سے قائم رہنا (ii) ہجرت کی تکلیفیں برداشت کرنا (iii) گھر، وطن اور گھر والوں سے اللہ تعالیٰ کی خاطر دوری برداشت کرنا۔

(4) نیک اعمال میں سرفہرست صبر ہے اور صبر کا لفظ بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خندہ پیشانی سے برداشت کرنا بھی صبر ہے اور احکام شریعت پر استقلال کے ساتھ کاربند رہنا صبر ہے اور مالی مفادات کے ضیاع کو درخور اعتناء نہ سمجھنا بھی صبر ہے۔ (تیسیر القرآن:492/3)

(5) ﴿وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ’’اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں‘‘ نیک اعمال میں سے دوسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ پر توکل کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں پر یقین کیا جائے جو اس نے اپنے فرماں بردار بندوں سے کر رکھے ہیں بالخصوص اس صورت میں جبکہ ان وعدوں کے پورا ہونے کے ظاہری اسباب بھی مفقود نظر آتے ہوں۔ (تیسیر القرآن:492/3)

(6) عبودیتِ الٰہی پر ان کا صبر اس بارے میں سخت جدوجہد اور شیطان کے خلاف بہت بڑی جنگ کا تقاضا کرتا ہے جو اس عبادت میں خلل ڈالنے کے لیے ان کی دعوت دیتا رہتا ہے۔ ان کا توکل اللہ تعالیٰ پر ان کے بہت زیادہ اعتماد کا متقضی ہے نیز اللہ تعالیٰ پر ان کا حسنِ ظن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ ان کے اعمال کو متحقق کر کے پایۂ تکمیل کو پہنچائے گا جن کا انہوں نے عزم کیا ہے ہر چند کہ توکل، صبر کے اندر داخل ہے تاہم یہاں اس کو الگ بیان کیا ہے کیونکہ بندہ ہر فعل کے کرنے اور ترک کرنے میں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے توکل کا محتاج ہے اور کسی کام کو ترک کرنا یا اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا توکل علی اللہ کے بغیر اتمام پذیر نہیں ہوتا۔ (سعدی:2054,2053/3)

(7) صبر اور توکل یعنی اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا کلی خیر ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے والوں کی کن صفات کا نمایاں طور پر ذکر کیا ہے؟

جواب: (1) صبر اور ثابت قدمی۔ (2) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ۔

یہی دو صفات ہیں جس سے انسان تاحیات نیک عمل کرنے کے قابل رہتا ہے۔

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

''کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہی اُنہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(60)

سوال 1:﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہی اُنہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا رزق اپنی مخلوق کے لیے عام ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا﴾ ''کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں رکھتے'' رب العزت نے ساری مخلوقات کا رزق اپنے ذمے لیا ہے۔ رزق کسی خاص جگہ کے ساتھ تو مخصوص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رزق اپنی مخلوق کے لیے عام ہے کتنے جاندار ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔

(2) اللہ تعالیٰ ہی روزگار کے مواقع بہم پہنچاتا ہے وہ اپنی ہر مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے۔ پرندوں کو ہواؤں میں، مچھلیوں کو پانی میں، چیونٹیوں کو بلوں میں رزق دیتا ہے۔ اس کا فرمان ہے:﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ہود:6)

(3)﴿اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی اُنہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی'' اللہ تعالیٰ سب کو رزق دیتا ہے وہ سب کے لیے انتظام کرتا ہے۔ جیسے اس نے سب کو پیدا کیا اسی طرح وہ سب کو رزق دیتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔'' (الطلاق:3,2)

(5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرتے جیسا کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی اسی طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ صبح بھوکے جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔'' (ترمذی:2344)

(6)﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کا سننے والا السمیع ہے اور وہ

سب کے حالات کو جاننے والا العلیم ہے اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے حوالے سے یہ کیوں کہا ہے کہ وہ اپنا رزق اُٹھائے نہیں پھرتے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لیے کہی ہے کیونکہ جانور ذخیرہ بھی نہیں کر سکتے، اُٹھا کر لے جانے کی ہمت بھی نہیں ہوتی، اُن کی فطرت میں بھی ذخیرہ کرنا نہیں ہوتا پھر بھی انہیں رزق ملتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ رزق کسی خاص جگہ کے ساتھ خاص نہیں ہے جو جہاں بھی ہو اُسے رزق ملتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے ہجرت کر جانے والوں کو کیسا رزق عطا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہجرت کر جانے والوں کو وسیع اور پاکیزہ رزق عطا فرمایا اور ان میں سے بہت سوں کو حکمران بنا دیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کیسا رازق ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی روزی کا ذمہ دار ہے۔ کوئی گھر میں ہو یا باہر، کوئی ہواؤں میں ہے یا سمندر کی گہرائیوں میں سبھی کو رزق بہم پہنچاتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

''اور یقیناً اگر آپ اُن لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں بہکائے جا رہے ہیں؟'' (61)

سوال: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں بہکائے جا رہے ہیں؟'' توحید کی دلیل کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے'' یہاں توحید کی دلیل دی گئی ہے کہ اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ زمین، آسمان، سورج، چاند اور ہر چیز کو کس نے بنایا تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کچھ بنایا وہ خود بے ساختہ معبودوں کی بے بسی کا اعتراف کر لیں گے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مشرکین مکہ کہتے تھے ﴿لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ﴾ تو رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''خرابی ہو تمہاری یہیں تک رہنے دو۔'' (یعنی آگے نہ کہو) اور وہ اس کے آگے کہتے تھے کہ مگر ایک شریک ہے تیرا کہ یا اللہ! تو اس کا مالک ہے اور وہ کسی شئے کا

مالک نہیں۔ غرض یہی کہتے جاتے تھے اور بیت اللہ کا طواف کرتے جاتے تھے۔ (مسلم:2815)

(2) ﴿فَاَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ﴾ ''پھر وہ کہاں بہکائے جا رہے ہیں؟'' یعنی توحید کے اقرار کے بعد وہ کیسے حق سے پھر جاتے ہیں؟

(3) ایسے لوگوں کا منہ موڑنا قابل تعجب ہے۔ ایسے لوگ خود منہ نہیں موڑتے شیطان انہیں اُلٹے راستے پر چلاتا ہے۔

(4) اس خطاب کا روئے سخن مشرکین مکہ کی طرف سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تمہاری زندگی اور زندگی کی بقا کا سارا سامان تو اللہ تعالیٰ نے مہیا کیا ہے پھر تم اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے شریک اور مدمقابل کیسے ٹھہراتے ہو؟ یہ کہاں سے تمہیں عقل کا پھیر لگ جاتا ہے؟ (تیسیر القرآن:493,492/3)

﴿اَللّٰہُ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ وَیَقۡدِرُ لَہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ﴾

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے'' (62)

سوال 1: ﴿اَللّٰہُ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ وَیَقۡدِرُ لَہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے'' کسی کو کم یا زیادہ رزق دینے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور بندوں کے مصالح کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰہُ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ وَیَقۡدِرُ لَہٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ الرزاق ہے وہی رزق کی تدبیر کرتا ہے جسے چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے یہ اس کی حکمت ہے وہ ہر ایک کو جس حال میں رکھتا ہے وہی بندوں کے لیے درست اور مناسب ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّۃِ الۡمَتِیۡنُ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا ہے، طاقت والا ہے، نہایت مضبوط ہے۔'' (الذٰریٰت:58)

(3) ﴿وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَلٰکِنۡ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے''۔ (الشوریٰ:27)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں کو جانتا ہے۔ اس لیے وہ اس کے مطابق رزق کے فیصلے کرتا ہے۔

(5) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے سنا، فرمایا پروردگار نے: ''اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے

اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، تو تم مت ظلم کرو آپس میں ایک دوسرے پر۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جس کو میں راہ بتلاؤں تو مجھ سے راہ مانگو میں تم کو راہ بتلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں تو مجھ سے کھانا مانگو میں تم کو کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں پہناؤں، تو کپڑا مانگو مجھ سے میں پہناؤں گا تم کو۔ اے بندو میرے! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو بخشتا ہوں، تو بخشش چاہو مجھ سے میں بخشوں گا تم کو۔ اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھ کو فائدہ پہنچا سکتے ہو، اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تمہارا بڑا پرہیز گار شخص تو میری سلطنت میں کچھ افزائش نہ ہوگی اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تمہارا بڑا بدکار شخص تو میری سلطنت میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہوں، پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو جو مانگے سو دوں تب بھی میرے پاس جو کچھ ہے وہ کم نہ ہوگا مگر اتنا جیسے دریا میں سوئی ڈبو کر نکال لو (تو دریا کا جتنا پانی کم ہو جاتا ہے اتنا بھی میرا خزانہ کم نہ ہوگا اس لیے کہ دریا کتنا ہی بڑا ہو آخر محدود ہے اور میرا خزانہ بے انتہا ہے پر یہ صرف مثال ہے) اے میرے بندو! یہ تو تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو تمہارے لیے شمار کرتا رہتا ہوں، پھر تم کو ان اعمال کا پورا بدلہ دوں گا، سو جو شخص بہتر بدلہ پائے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس کی کمائی بیکار نہ گئی اور جو برا بدلہ پائے تو اپنے ہی تئیں برا سمجھے۔" (کہ اس نے جیسا کیا ویسا پایا)۔ سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "کہ ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔ (صحیح مسلم:6572)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک دفعہ ایک آدمی صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے ایک بدلی سے ایک آواز سنی، فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔ پس بادل کا یہ ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی ایک سیاہ سنگلاخ زمین میں برسا دیا، پس ان نالوں میں سے ایک نالے نے سارا پانی اپنے اندر جمع کر لیا (اور پانی چلنے لگا)، یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا (آگے جا کر ایک مقام پر دیکھا) کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا، اپنے کسی اوزار) سے اپنے باغ کو پانی لگا رہا ہے۔ اس نے اس سے پوچھا: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بدلی سے سنا تھا۔ پس باغبان نے اس سے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل میں جس سے یہ پانی (یہاں بہتا ہوا آیا) ہے، ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر اور یہ وہی نام ہے جو تو نے اپنا بتلایا ہے، تو اس باغ میں ایسا کون سا عمل کرتا ہے؟ (کہ تیرے باغ کی سیرابی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بادل کو حکم دیا) اس باغ والے نے کہا: جب تو یہ کہہ رہا ہے تو (میں بتا دیتا ہوں کہ) میں اس باغ کی پیداوار کا اندازہ لگاتا ہوں اور اس میں سے تیسرا حصہ صدقہ کرتا ہوں، تیسرا حصہ میری اور میرے اہل و عیال کی خوراک ہو جاتا ہے اور اس کا تیسرا حصہ اس باغ پر دوبارہ لگا دیتا ہوں۔" (مسلم:7473)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔" (بخاری:5985)

(8) سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال آیا اور کوئی چیز آئی آپ ﷺ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس میں سے عطا کیا اور بعض کو کچھ نہیں دیا پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو آپ ﷺ نے نہیں دیا تھا انہیں اس کا رنج ہوا اس لیے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کی پھر فرمایا ''اما بعد! اللہ تعالیٰ کی قسم میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا لیکن میں جس کو نہیں دیتا وہ میرے نزدیک ان سے زیادہ محبوب ہیں جن کو میں دیتا ہوں میں تو ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں بے صبری اور لالچ پاتا ہوں لیکن جن کے دل اللہ تعالیٰ نے خیر سے بھرے اور بے نیاز بنائے ہیں میں ان پر بھروسہ کرتا ہوں'' سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میرے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ ایک کلمہ سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری: 923)

سوال 2: مشرکین مسلمانوں پر اعتراض کرتے تھے کہ اگر تم حق پر ہو تو پھر مالی طور پر کمزور کیوں ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا کیا جواب دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا رزق کی کشادگی اور تنگی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ہے۔ (2) رزق کی تنگی کا تعلق اللہ کے غضب سے نہیں ہے۔ (3) رزق کی کشادگی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے نہیں ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھر اُس کے ساتھ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں سمجھتے'' (63)

سوال 1: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھر اُس کے ساتھ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں سمجھتے'' اللہ تعالیٰ ہی بارش سے زمین کو زندہ کرتا ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھر اُس کے ساتھ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے'' آسمان سے بارش برسا کر زمین کو زندہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے مشرک بھی ان باتوں کا اقرار کرتے ہیں۔

(2) ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' مشرکوں کے اقرار پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

(3) آسمان سے بارش برسنے اور زمین سے نباتات پیدا ہونے میں جتنی مخلوقات کو رب العزت نے لگا رکھا ہے اور اس سے جو فوائد حاصل

ہوتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

(4)﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں سمجھتے''یعنی اگر وہ عقل رکھتے تو پتھر کے بت نہ پوجتے۔

(5)اللہ تعالیٰ تمہارا رزق دینے، بارش برسانے اور زمین سے نباتات اگانے پر قادر ہے وہی یہ حق رکھتا ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں۔

سوال 2: مشرکوں کو اللہ تعالیٰ نے بے عقل کیوں قرار دیا؟

جواب: مشرکوں کو اس لیے بے عقل قرار دیا گیا کہ وہ پتھروں، مردوں اور بتوں کو رب بناتے ہیں اس طرح انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں اگر عقل ہوتی تو ان کے سمجھنے اور عمل کرنے میں یہ کھلا فرق نہ ہوتا۔

## رکوع نمبر 3

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل ہے اور یقیناً آخرت کا گھر ہی یقیناً اصلی زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے''(64)

سوال 1:﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل ہے اور یقیناً آخرت کا گھر ہی یقیناً اصلی زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے'' دنیا کھیل تماشا ہے سچی زندگی آخرت کی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ﴾ ''اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے'' دنیا کی زندگی ناپائیدار ہے۔

(2)﴿اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ﴾ ''مگر ایک دل لگی اور کھیل ہے'' دنیا سے لوگوں کا دل بہلتا ہے اور اس سے ایسے خوش ہوجاتے ہیں جیسے بچے کھلونوں سے خوش ہوتے ہیں اچانک موت آتی ہے تو سارا کھیل ختم ہوجاتا ہے۔

(3)﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ﴾ ''اور یقیناً آخرت کا گھر ہی یقیناً اصلی زندگی ہے'' آخرت کی زندگی، آخرت کا گھر حقیقی ہے آخرت کی زندگی سچی اور دائمی ہے نہ اس کے زوال کا خطرہ ہے، نہ ختم ہونے کا کوئی خوف ہے۔

(4) سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کی رضا کی تلاش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہوگیا۔ پھر ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہوگئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کوئی حصہ (مال غنیمت وغیرہ کی صورت میں) نہیں کھایا۔ ان میں سے ایک سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جو غزوۂ احد میں شہید ہوگئے۔ انہوں نے اپنے پیچھے صرف ایک چادر چھوڑی تھی، تو جب ہم اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر ننگے ہوجاتے اور جب پیر ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ چنانچہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈال دیں اور بعض ہم میں سے وہ ہیں کہ ان کے پھل پک گئے ہیں اور وہ

انہیں چن رہے ہیں (یعنی ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں)۔(بخاری:4082)(مسلم:2177)

(5)﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کاش وہ جانتے ہوتے!'' یعنی اگر وہ سمجھتے تو دنیا کو آخرت پر کبھی ترجیح نہ دیتے۔ ہمیشہ کی زندگی کو چھوڑ کر کھیل تماشے کی طرف کبھی نہ مائل ہوتے۔(5) جو لوگ علم رکھتے ہیں انہیں آخرت کو ترجیح دینی چاہیے۔

(6) رب العزت نے فرمایا﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''خوب جان لو! یقیناً دنیا کی زندگی ایک کھیل اور دل لگی اور زینت اور تمہارا ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال اور اولاد کی زیادہ طلب ہی تو ہے جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس کی پیداوار نے کسانوں کو خوش کر دیا پھر وہ زرد ہو گئی اور پھر تم اُس کو زرد دیکھتے ہو پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (الحدید:20)

(7) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ بازار گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ ﷺ کے دونوں طرف تھے آپ نے ﷺ بھیڑ کا ایک بچہ جو دو کانوں والا تھا اسے مرا ہو دیکھا آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: ''تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''ہم میں سے کوئی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے کیونکہ یہ تو مردار ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ کی قسم اگر یہ بھیڑ کا بچہ زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے اسے کون لے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے کہ جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔'' (صحیح مسلم:7418)

سوال 2: دنیا کی زندگی کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: (1) دنیا کی زندگی ایک کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں۔(2) انسان ساری زندگی دنیا کمانے میں مصروف رہتا ہے لیکن جب موت آتی ہے تو خالی ہاتھ چلا جاتا ہے جیسے ریت کے گھروندے بنانے والے آخر میں تھکن کے سوا کچھ لے کر نہیں جاتے۔

سوال 3: سچی زندگی کا گھر کون سا ہے؟

جواب: آخرت کا گھر جہاں موت نہیں آئے گی، جہاں کی صحت کو بیماری کبھی نہیں دبوچے گی، جہاں کی جوانی کو کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، جہاں کے مال کو کبھی زوال نہیں آئے گا، جہاں بے مثال زندگی اور لازوال خوشیاں ملیں گی۔

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾

''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں عبادت کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، پھر جب وہ اُنہیں نجات دے کر خشکی میں لے جاتا ہے تب وہ اچانک ہی شرک کرنے لگتے ہیں'' (65)

سوال 1: ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں دین کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے پھر جب وہ اُن کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تب وہ شرک کرتے ہیں'' مشرک بھی مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) مشرک بھی مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں جب کسی کی کشتی بھنور میں پھنس جائے تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۗ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے'' (الاسرائیل:67)

(2) ﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر جب وہ اُن کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تب وہ شرک کرتے ہیں'' جب اللہ تعالیٰ غرق ہونے سے بچا کر خشکی پر لے آتے ہیں تو وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ (٣٣) لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۗ فَتَمَتَّعُوْا ۥ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (٣٤)﴾ ''اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اُسی کی طرف رجوع کرکے پکارتے ہیں پھر جب وہ اپنی رحمت کا مزہ اُنہیں چکھاتا ہے تو اچانک اُن میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔ تاکہ ہم نے جو کچھ اُنہیں دیا ہے وہ اُس کی ناشکری کریں، سو تم مزے اُڑا لو کہ جلد ہی تم جان لو گے۔'' (الروم:33،34)

(3) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (فتح مکہ کے موقع پر) سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے سب کے لیے امن کا اعلان کر دیا اور فرمایا ''فلاں لوگ چاہے کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی چمٹے ہوئے ہوں تب بھی ان کو قتل کر دو۔ وہ لوگ عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔ ان میں سے عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا، اسے قتل کرنے کو سعید بن حریث اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دوڑے، تو سعید رضی اللہ عنہ جیت گئے، وہ جوان تھے، سو انہوں نے ابن خطل کو قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ کو مجاہدین نے بازار میں دیکھ لیا تو اسے وہیں قتل کر دیا۔ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بھاگ نکلا، وہ بحر احمر کے کنارے ایک کشتی پر سوار ہو کر علاقہ بدر ہونے لگا۔ کشتی جب سمندر میں گئی تو طوفان میں پھنس گئی، کشتی میں سوار لوگ کہنے لگے، اب صرف

ایک اللہ تعالیٰ کو پکارو، کیونکہ اس طوفان میں تمہارے مشکل کشا تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ یہ سن کر عکرمہ کہنے لگا، اگر سمندر میں ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا کشتی پار نہیں لگا سکتا تو اللہ تعالیٰ کی قسم! زمین پر بھی اس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی میری بگڑی نہیں بنا سکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو مجھے میری اس مصیبت سے بچالے گا جس میں میں پھنسا ہوا ہوں تو میں محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ میں انہیں درگزر کرنے والا اور کریم وشفیق پاؤں گا۔ کشتی بہ سلامت کنارے لگ گئی، عکرمہ واپس پلٹا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ (نسائی:4072)

سوال 2: جب سارے اسباب کی نفی ہو جاتی ہے تو انسان کس حقیقت کو پا لیتا ہے؟

جواب: انسان اسباب کی نفی میں ایک اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے جو نجات دینے والا ہے۔

سوال 3: جس کو اللہ تعالیٰ مصیبت سے بچا لیتا ہے وہ جب ڈوبتی کشتی سے خشکی کی طرف بچا کر لایا جاتا ہے تو شرک کیوں کرتا ہے؟

جواب: مصیبت میں، اسباب کی نفی میں انسان رب کو پہچان جاتا ہے جب حالات نارمل ہوتے ہیں تو انسان اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے کسی کے آگے جواب دہ نہیں سمجھتا اور شرک کرتا ہے۔

سوال 4: نجات کے بعد انسان کے شرک کرنے کا سبب کیا ہوتا ہے۔

جواب: نجات کے بعد شرک کرنا ناشکری کے لیے ہے، دنیا کی لذتوں سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ہے۔

﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾

''تاکہ ہم نے جو انہیں دیا ہے اُس کی وہ ناشکری کریں اور تاکہ فائدہ اٹھالیں، سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' (66)

سوال 1: ﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''تاکہ ہم نے جو انہیں دیا ہے اُس کی وہ ناشکری کریں اور تاکہ فائدہ اٹھالیں، سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' ناشکری کر کے مزے لوٹنے کا انجام جلد ہی معلوم ہو جائے گا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ﴾ ''تاکہ ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اُس کی ناشکری کریں'' یعنی جب وہ مصیبت سے نجات پا جاتے ہیں یا غرق ہونے سے بچ جاتے ہیں تو نجات کے بعد کفر اور شرک کرنے لگتے ہیں اس لیے کہ وہ ناشکرے اور احسان فراموش ہیں۔

﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو، وہ سب گم ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو۔ اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل:67) ﴿وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾ ''اور جب اُنہیں کوئی موج

سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ وہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو اُن میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے۔'' (لقمان:32)

(2) ﴿وَلِيَتَمَتَّعُوْا﴾ ''اور تاکہ فائدہ اٹھالیں'' یعنی دنیا کی زندگی اور اس کے ساز وسامان کے مزے لوٹیں۔

(3) ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' یعنی اپنی موت کے بعد انجام کو یعنی عذاب آخرت کو دیکھ کر انہیں پتہ چل جائے گا کہ دردناک عذاب اور غم کی شدت کیا ہوتی ہے۔

سوال 2: کوئی انسان اخلاص پر کیسے قائم رہ سکتا ہے؟

جواب: انسان شکر گزاری سے اخلاص پر قائم رہتا ہے اور ناشکرے پن سے کھوٹا پن آتا ہے۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ﴾

''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے حرم کو پُر امن بنایا ہے؟ حالانکہ لوگ اُن کے اردگرد سے اُچک لیے جاتے ہیں تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟'' (67)

سوال 1: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے حرم کو پُر امن بنایا ہے؟ حالانکہ لوگ اُن کے اردگرد سے اُچک لیے جاتے ہیں تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟'' حرم میں بسنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا'' اللہ رب العزت نے قریش کو توجہ دلائی ہے کہ کیا انہیں معلوم نہیں ہے۔

(2) ﴿اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا﴾ ''کہ یقیناً ہم نے پُر امن حرم بنایا ہے؟'' یعنی ہم نے انہیں پر امن حرم میں بسایا جہاں وہ پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں۔

(3) ﴿وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ﴾ ''یقیناً ہم نے حرم کو پُر امن بنایا ہے حالانکہ لوگ اُن کے اردگرد سے اُچک لیے جاتے ہیں'' یعنی حرم کے اردگرد کے علاقوں کے لوگ خوف زدہ رہتے ہیں کیونکہ لوگوں کو قتل کر دیا جاتا ہے یا غلام بنا لیا جاتا ہے قافلے لٹ جاتے ہیں رب العزت نے فرمایا ﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ (۱) اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (۲) فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ (۳) الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ

جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾ ”قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے ان کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے توان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور ان کو خوف سے امن دیا۔“ (قریش:1-4)

(4) ﴿وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا﴾ ”اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت پر چلنے لگیں تو اپنی زمین سے اچک لیے جائیں۔ کیا بھلا ہم نے ان کو پُرامن حرم میں جگہ نہیں دی؟“ (القصص:57)

(5) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (فتح مکہ کے موقع پر) سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے اللہ کے رسول ﷺ نے سب کے لیے امن کا اعلان کر دیا اور فرمایا: ”فلاں لوگ چاہے کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی چمٹے ہوئے ہوں تب بھی ان کو قتل کر دو۔ وہ لوگ عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔“ (نسائی:4072)

(6) ﴿اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾﴾ ”یقیناً مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اُس کو حرمت دی اور ہر چیز اُسی کے لیے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں، پھر جو سیدھے راستے پر آ جائے تو یقیناً وہ صرف اپنے لیے سیدھے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو تو آپ کہہ دیں کہ میں صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں۔“ (النمل:92,91)

(7) ﴿اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ﴾ ”تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟“ وہ باطل یعنی شرک پر تو ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی رسول کو نہیں مانتے۔

(8) انہیں خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے تھی اور رسول کی تعظیم کرنی چاہیے تھی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ان کی بے حسی کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ کیا تم باطل پر یقین رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہو۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کیا ہے؟

جواب: شرک کرنا۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾

”اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا حق کو جھٹلایا جب کہ وہ اُس کے پاس آ چکا ہو؟ کیا جہنم میں

کافروں کے لیے ٹھکانہ نہیں ہے؟'' (68)

سوال 1: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِیْنَ﴾ ''اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا حق کو جھٹلایا جب کہ وہ اُس کے پاس آچکا ہو؟ کیا جہنم میں کافروں کے لیے ٹھکانہ نہیں ہے'' نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا ظالم ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا'' اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھ کر کہے کہ اس پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر وحی نہ آتی ہو۔

(2) ﴿اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ﴾ ''یا حق کو جھٹلایا جب کہ وہ اُس کے پاس آچکا ہو؟'' اسی طرح اس سے بڑا بھی کوئی ظالم نہیں جس کے پاس حق آیا ہو یعنی اللہ کا رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور وہ اس کو جھٹلا رہا ہو۔

(3) ﴿اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِیْنَ﴾ ''کیا جہنم میں کافروں کے لیے ٹھکانہ نہیں ہے'' کیا حق کو جھٹلانے والوں کے لیے جہنم کا ٹھکانا کافی نہیں ہے ہاں وہ ضرور جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ وہاں رہیں گے۔

سوال 2: افتراء اور تکذیب دونوں کا درجہ کیا ہے؟

جواب: دونوں ہی کفر ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾

''اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گے اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے'' (69)

سوال 1: ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ''اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گے اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے مشقت اٹھانے والوں کو وہ اپنا راستہ دکھائے گا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا﴾ ''اور جو لوگ ہماری خاطر مشقت اُٹھائیں گے'' جن لوگوں نے نفس، شیطان، خواہشات اور دین کے دشمنوں کے خلاف بھرپور کوشش کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکلیف اٹھانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی سنت پر چلنے والے مسلمان ہیں۔

(2) ﴿لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ''انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گے'' جو کتاب وسنت کے مطابق عمل کرتے ہیں انہیں صراط مستقیم پر

چلائیں گے۔

(3)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے'' اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور نصرت نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

(4)﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (15) يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (16)﴾ ''اے اہلِ کتاب! یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے، جو کتابِ الٰہی میں سے بہت سی چیزیں تمہارے سامنے کھول کر بیان کرتا ہے اس میں سے جنہیں تم چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے، یقیناً تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا اور وہ اپنے حکم سے اُنہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (المائدہ:16,15)

(4) اس آیت کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام کی احسن طریقے سے تعمیل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور ہدایت کے اسباب کو اس کے لیے آسان کر دیتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو کوئی شرعی علم کی طلب میں جدوجہد کرتا ہے اسے اپنے مطلوب و مقصود اور ان امور الٰہیہ کے حصول میں اللہ تعالیٰ کی معاونت اور راہ نمائی حاصل ہوتی ہے جو اس کے مدارک اجتہاد سے باہر ہیں اور امور علم اس کے لیے آسان ہو جاتے ہیں کیونکہ شرعی علم طلب کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے بلکہ یہ جہاد کی دو اقسام میں سے ایک ہے جسے صرف خاص لوگ ہی قائم کرتے ہیں اور وہ ہے منافقین و کفار کے خلاف قولی اور لسانی جہاد۔ امورِ دین کی تعلیم کے لیے جدوجہد کرنا اور مخالفین حق خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں کے اعتراضات کا جواب دینا بھی جہاد ہے۔ (سعدی:2058/3)

سوال 2: یہاں مشقتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: مشقتوں سے مراد آزمائش، مشکلات اور دشواریاں ہیں جو دین پر عمل پیرا ہونے والوں کے راستے میں آتی ہیں۔

سوال 3: اپنے راستے دکھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ راستے دکھانا ہے جن پر چل کر اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

سوال 4: احسان سے کیا مراد ہے؟

جواب: احسان ایسی نیکی ہے جس میں کسی کو اس کے حق سے زیادہ دیا جاتا ہے مثلاً کسی کے ظلم کے جواب میں نیکی کے راستہ کو اپنانا، اپنا حق چھوڑ دینا احسان ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: احسان کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر ہر نیکی کے کام کو خلوص سے کرنا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا ساتھ

دیتا ہے، مواقع دیتا ہے، مدد کرتا ہے۔

ایاتها ٦٠ ۞ ٣٠ سُوۡرَةُ الرُّوۡمِ مَكِّيَّةٌ ٨٤ ۞ رکوعاتها ٦

سوال 1: سورہ الروم کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورہ الروم مکی سورت ہے اس میں 6 رکوع اور 60 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 30 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 84 ہے

## رکوع نمبر 4

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿الٓمّٓ﴾

''الم''(1)

سوال 1: ﴿الٓمّٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿الٓمّٓ﴾ ''الم'' حروف مقطعات میں سے ہیں جن کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

سوال 2: سورتوں کی ابتدا میں حروف مقطعات کے لائے جانے کی کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اول سورہ میں ان حروف کے لائے جانے کی حکمت یہی بیان کی ہے کہ ان کا مقصد قرآن کریم کا اعجاز ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب انہی حروف سے مرکب ہے جن سے تمہاری گفتگو کے کلمات بنتے ہیں۔ لیکن پھر بھی تم اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ (تیسیر الرحمن: 16/1)

(2) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جن سورتوں کی ابتدا ان حروف سے ہوئی ہے ان میں قرآن مجید کی عظمت اور اس کے اعجازی کلام ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ (ابن کثیر: 67/1)

سوال 3: سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات کے بارے میں محتاط اور محفوظ مسلک کیا ہے؟

جواب: (1) بعض سورتوں کی ابتداء میں جو حروف مقطعات آئے ہیں ان کے بارے میں محتاط اور محفوظ مسلک یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل

کے ان کے معانی معلوم کرنے کے لیے تعرض نہ کیا جائے۔

(2) یہ عقیدہ بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حروف مقطعات کو بے فائدہ نازل نہیں فرمایا۔

(3) ان کے نازل کرنے میں کوئی حکمت پنہاں ہے۔ جو ہمارے علم کی دسترس سے باہر ہے۔(سعدی:74/1)

## ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾

''مغلوب ہوگئے رومی'' (2)

سوال 1: ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ ''مغلوب ہوگئے رومی'' رومیوں کی مغلوبیت کے بارے میں بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ ''مغلوب ہوگئے رومی'' یعنی رومی فارسیوں سے مغلوب ہوگئے۔

(2) اس زمانے میں ایران اور روم دنیا کی سب سے بڑی سلطنتیں تھیں ان دونوں کے درمیان اکثر جنگیں ہوتی رہتی تھیں جیسا کہ ہم پلہ سلطنتوں کے مابین اس قسم کی لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ایرانی مشرک تھے اور آگ کی پوجا کرتے تھے۔ رومی اہلِ کتاب تھے اور اپنے آپ کو تورات اور انجیل کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اہلِ فارس کی نسبت رومی مسلمانوں کے زیادہ قریب تھے اس لیے مسلمان چاہتے تھے کہ رومی ایرانیوں پر فتح حاصل کریں چونکہ مشرکینِ مکہ اور اہلِ فارس شرک میں مشترک تھے اس لیے مشرکین مکہ رومیوں پر اہلِ فارس کی فتح چاہتے تھے۔(سعدی:2059/3)

(3) یہ آیت نبوت کے دلائل میں سے ہے کیونکہ یہ غیب کی خبریں تھیں (تفسیر منیر:11/51)

سوال 2: رومی کون تھے؟

جواب: رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔

سوال 3: رومی اور ایرانی کیوں برسرِ پیکار تھے؟

جواب: رومی اور ایرانی اس دور کی دو بڑی طاقتیں تھیں۔ دونوں ہی اپنے آپ کو، اپنی بڑائی کو منوانا چاہتی تھیں اس لیے ان کے درمیان جنگ جاری تھی۔

سوال 4: مشرکین کی ہمدریاں کس کے ساتھ تھیں؟

جواب: مشرکین کی ہمدردیاں ایرانیوں کے ساتھ تھیں۔

سوال 5: مشرکین کی ہمدردیاں ایرانیوں کے ساتھ کیوں تھیں؟

جواب: ایرانی آتش پرست مشرک تھے اور مشرکین بت سرست تھے دونوں کے درمیان نظریاتی اشتراک تھا جس کی وجہ سے مشرک اہل ایران

سے ہمدردی رکھتے تھے۔

سوال 6: مسلمانوں کی ہمدردیاں کس کے ساتھ تھیں؟

جواب: مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں۔

سوال 7: مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ کیوں تھیں؟

جواب: رومی اہل کتاب عیسائی تھے مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حامل تھے اور روحی اور رسالت پر یقین رکھتے تھے۔ اس لیے نظریاتی اشتراک کی وجہ سے مسلمانوں کو اہل کتاب سے ہمدردی تھی۔

سوال 8: یہ آیات کب نازل ہوئیں؟

جواب: نبی ﷺ کی بعثت کے چند سال بعد جب اہل فارس، رومیوں پر غالب آ گئے تب یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ﴾

''قریب کی سرزمین میں اور اپنی مغلوبیت کے بعد جلد ہی وہ غالب آ جائیں گے'' (3)

سوال 1: ﴿فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ﴾ ''قریب کی سرزمین میں اور اپنی مغلوبیت کے بعد جلد ہی وہ غالب آ جائیں گے'' غلبہ روم کی پیشین گوئی کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ﴾ ''قریب کی سرزمین'' یعنی شام کی سرزمین جو کہ فارس کے مقابلے میں قریب تھی۔ (ایسر التفاسیر: 1152)

(2) ﴿وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ﴾ ''اور اپنی مغلوبیت کے بعد جلد ہی وہ غالب آ جائیں گے'' یعنی فارس کے روم پر غلبے کے بعد جلد ہی روم فارس پر غالب آ جائے گا۔

(3) ایرانیوں کو رومیوں کے خلاف جنگی کامیابیاں حاصل ہوئیں لیکن انہیں مکمل فتح حاصل نہ ہوئی بلکہ ایران سے ملحق بعض رومی علاقے ایرانیوں کے قبضہ میں آ گئے اس پر مشرکینِ مکہ نے خوشیاں منائیں اور مسلمان اس فتح پر بہت رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ کیا بلکہ ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ عنقریب رومی اہلِ فارس پر فتح حاصل کریں گے۔ (سعدی: 2059/3)

﴿فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

''چند ہی برسوں میں، سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اُس دن مومن خوش ہوں گے'' (4)

سوال: ﴿فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''چند ہی برسوں میں، سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اُس دن مومن خوش ہوں گے'' رومیوں کے غلبے کے دن مسلمانوں کو خوشی

نصیب ہوگی، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ ''چند ہی برسوں میں'' چند برسوں میں یعنی آٹھ نو سال کی مدت میں، جو تین سال سے کم اور دس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔

(2) ﴿لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ﴾ ''سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، پہلے بھی اور بعد میں بھی'' یعنی روم پر فارس کا غلبہ اور فارس یعنی ایران پر روم کا غلبہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی قضاوقدر پر مبنی ہے۔ فتح اور غلبہ کا تعلق محض اسباب پر نہیں ہوتا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کا فیصلہ بنیادی چیز ہے یعنی کوئی کام اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے تو اسباب اس کے مطابق وجود میں آتے ہیں۔ اختیار اللہ تعالیٰ کا ہی ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔

(3) ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور اُس دن مومن خوش ہوں گے'' یعنی جس دن روم کو ایران پر غلبہ حاصل ہوگا اور وہ ان کے خلاف فتح حاصل کریں گے اس دن مسلمان رومیوں کی فتح پر خوش ہو رہے ہوں گے اس دن مسلمانوں کو بھی خوشی نصیب ہوگی۔

(4) رومیوں کا غلبہ جنگ بدر کے دن ہوا تھا جس سے مسلمانوں کو دوہری خوشی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اسی دن مسلمانوں کو بھی مشرکوں پر غالب فرمایا تھا ایک تو اپنی فتح کی مسرت دوسری اہل کتاب کی فتح کی مسرت، مسرت پر مسرت تھی۔ (ابن جریر، ابن حاتم)

(5) الروم کی ان ابتدائی آیات میں ایسی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام کی رسالت کی حقانیت پر زبردست دلیل ہیں۔ ان میں پہلی پیشین گوئی یہ ہے کہ اگر آج روم شکست کھا گیا تو چند ہی سالوں میں روم، پھر سے ایران پر غالب آجائے گا اور دوسری پیشین گوئی یہ تھی کہ اگر آج مسلمان مشرکین مکہ کے ہاتھوں مظلوم و مقہور ہیں تو ان کو بھی اسی دن مشرکین مکہ پر غلبہ حاصل ہوگا جس دن روم ایران پر غالب آئے گا اور قرآن نے یہ دونوں پیشین گوئیاں ایسے وقت میں کی جب ان پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کے دور دور تک کہیں آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ (تیسیر القرآن: 498/3)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین کو یہ بات پسند تھی کہ فارس کے لوگ رومیوں پر غالب آجائیں، اس لیے کہ مشرکین اور فارس کے لوگ دونوں بت پرست تھے اور مسلمانوں کو پسند تھا کہ روم کے لوگ فارسیوں پر غالب ہوں، اس لیے کہ رومی اہل کتاب تھے تو اس کا ذکر انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ (یعنی رومی) عنقریب پھر غالب ہو جائیں گے۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ذکر مشرکین سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی مدت ٹھہرالو، اگر اس مدت میں ہم (یعنی فارسی) غالب ہوئے تو ہم کو اتنا اتنا دینا اور اگر تم (یعنی رومی) غالب ہوئے تو ہم اتنا اتنا تمہیں دیں گے۔ الغرض پانچ برس مدت ٹھہری اور ہوا یہ کہ اس مدت میں روم کے لوگ غالب نہ ہوئے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے (اس طرح مدت) کیوں نہ ٹھہرائی کہ دس (سال) سے کم مدت میں ایسا ہو جائے گا۔ تو اس کے بعد رومی

غالب آ گئے۔(ترمذی:3193)

﴿بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

’’اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے‘‘(5)

سوال1:﴿بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾’’اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے نصرت فرماتا ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿بِنَصْرِ اللّٰهِ﴾’’اللہ تعالیٰ کی مدد سے‘‘ یہ مسلمانوں کی جانب سے سچائی کا اظہار تھا جس کی انہوں نے مشرکوں کو خبر دی تھی کہ رومی فارسیوں پر غالب آ گئے ہیں۔(فتح القدیر:268/4)

(2)﴿يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ﴾’’کہ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے نصرت یعنی مدد کرتا ہے یہ اس کی مشیت تھی کہ رومیوں اور مومنوں کی مدد کی جائے تو ایک ہی وقت میں دونوں کی مدد کی اور یہ چند سالوں کے اندر ہوا۔(ایسر التفاسیر:1152,1153)

(3)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾’’اور وہ سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے اور وعدے پورے کرنے کی پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

(4) یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جو عزت وغلبہ کی مالک ہے جس کی بنا پر وہ تمام مخلوقات پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اقتدار عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت سے سرفراز کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔(سعدی:2059/3:3)

(5)﴿الرَّحِيْمُ﴾’’رحم کرنے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور صالح بندوں کے لیے نہایت رحم والا ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے لیے ایسے اسباب فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ غالب آتے ہیں اور فتح حاصل کرتے ہیں۔

(6) زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ آیت ان آیات میں سے ہے جو دلالت کرتی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیوں کہ ایسی خبر تھی جس نے ابھی واقع ہونا تھا جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(فتح القدیر:268,269/4)

سوال2: فتح کی پیشین گوئی اور اُس کا پورا ہونا کس چیز کی دلیل ہے؟

جواب: فتح کی پیشین گوئی قرآن حکیم کی سچائی کی دلیل ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی مدد کس چیز کا ثبوت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی مدد اس چیز کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب اور مہربان ہے۔

﴿وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' (6)

سوال 1: ﴿وَعْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ پکا اور سچا ہے اس کے وعدے پر یقین رکھو کہ وہ ضرور پورا ہوگا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو فارس پر غلبہ عطا کرنے کی جو خبر دی ہے وہ لامحالہ پوری ہو کر رہے گی۔

(3) اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو گروہ عدل اور صدق کے قریب ہوتا ہے اسی کو غلبہ دیتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1516/2)

(4) ﴿لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے اور وقت آنے پر ساری رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔

(5) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی حقیقت کو نہیں جانتے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ مومنوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین کیا، اسے سچا مانا، اس کی تصدیق کی مشرکوں نے نہ مانا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گیا رومی غالب آگئے اور ایرانی مغلوب ہو گئے۔

سوال 2: اکثر لوگ کیا نہیں جانتے؟

جواب: (1) اکثر لوگ آخرت کے معاملات کو نہیں جانتے جس کا انسان کو ہمیشہ کی زندگی میں فائدہ ہوتا ہے۔ (2) اکثر لوگ دین سے بالکل بے خبر ہیں۔

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

''وہ دنیا کی زندگی میں سے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہی آخرت سے غافل ہیں'' (7)

سوال 1: ﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''وہ دنیا کی زندگی میں سے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہی آخرت سے غافل ہیں'' دنیا میں ماہر آخرت سے غافل آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''وہ دنیا کی زندگی میں سے ظاہر کو جانتے ہیں'' عام لوگ دنیا کی زندگی میں خوب ماہر ہوتے ہیں۔ ان کا علم بھی دنیا تک محدود ہوتا ہے۔ ان کی خواہشات اور ارادے دنیا کے لیے کام کرتے ہیں۔ ان کا علم کمائی اور روزگار سے آگے نہیں جاتا اور مال کمانے میں بہت ہوشیار ہوتے ہیں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا میں خوب ماہر ہیں اور آخرت کے معاملے میں جاہل ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 3088/9)

(3) ﴿وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''اور وہی آخرت سے غافل ہیں'' وہ آخرت کا علم نہیں رکھتے۔ ان کے پاس جنت کا علم نہیں جس

کی وجہ سے انہیں جنت کا شوق ہو۔ان کے پاس جہنم کا علم نہیں جس کی وجہ سے انہیں جہنم کا خوف ہو۔ان کو اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہی کا خوف نہیں جس کی وجہ سے وہ کانپ اٹھتے ہوں۔یہ آخرت سے غفلت ہی ان کی بدبختی کا باعث ہے۔دنیا میں ان کے ہاتھوں عجائبات ظاہر ہوتے ہیں اور اپنے انجام کے بارے میں سب سے کم علم رکھتے ہیں۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کا انجام بھلا دیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿19﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿20﴾﴾ ''اور تم ان جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی جانیں بھلا دیں،یہی لوگ نافرمان ہیں دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے،جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔(الحشر:20,19)

(4) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے:''جو شخص سب فکروں کو چھوڑ کر ایک فکر کرے گا یعنی آخرت کی فکر تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کی فکریں اپنے ذمے لے لے گا،یعنی اس کی دنیا کی فکر پوری کر دے گا اور جو شخص طرح طرح کی دنیا کی فکروں میں لگا رہے گا اور آخرت کو بھول جائے گا تو اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا۔''(ابن ماجہ:2)

(5) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اہم ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔''(جامع ترمذی:2320)

(6) سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ کی قسم!دنیا آخرت کے سامنے ایسی ہے جیسے کوئی تم میں سے یہ انگلی ڈالے اور یحییٰ نے کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا دریا میں،پھر دیکھے تو کتنی تری دریا میں سے لاتا ہے''(تو جتنا پانی انگلی میں لگا رہتا ہے وہ گویا دنیا ہے اور وہ دریا آخرت ہے۔یہ نسبت دنیا کو آخرت سے اور چونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت دائمی باقی ہے اس واسطے اس سے بھی کم ہے)''(مسلم:7197)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا،کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''حقیقی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس اے اللہ تعالیٰ!انصار اور مہاجرین پر اپنا کرم فرما۔''(بخاری:3795)

(8) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے غزوہ احد کے موقع پر پوچھا''یا رسول اللہ ﷺ!اگر میں قتل کر دیا گیا تو میں کہاں جاؤں گا؟نبی ﷺ نے فرمایا کہ''جنت میں''،انہوں نے کھجور پھینک دی جوان کے ہاتھ میں تھی اور لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔''(بخاری:4046)

سوال 2: اکثر لوگ کس چیز کو جانتے ہیں؟

جواب: اکثر لوگ دُنیا کے فائدوں کو جانتے ہیں۔

﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ

﴿كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾

''کیا انہوں نے اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان کو برحق اور مدّتِ مقررہ تک پیدا کیا ہے اور یقیناً بہت سے لوگ ہیں اپنے رب کی ملاقات کا یقیناً انکار کرنے والے ہیں'' (8)

سوال 1: ﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾ ''کیا انہوں نے اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان کو برحق اور مدّتِ مقررہ تک پیدا کیا ہے اور یقیناً بہت سے لوگ ہیں اپنے رب کی ملاقات کا یقیناً انکار کرنے والے ہیں والے ہیں'' مخلوق خالق کے وجود کو بتا رہی ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''کیا انہوں نے اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا'' کیا انہوں نے اپنی ذات پر غور و فکر نہیں کیا جس ذات نے انہیں نطفے سے علقہ اور گوشت کی بے شکل والی بوٹی کے مراحل سے گزار کر پورا انسان بنایا پھر اس میں اپنی روح پھونکی پھر بچپن سے لڑکپن اور بھرپور جوانی تک مختلف مراحل سے گزارا پھر انتہائی بڑھاپے تک لے گیا۔ کیا وہ جو عدم سے وجود میں لا کر زندگی کے بعد موت کے مرحلے تک لے جانے والا اور دوبارہ زندگی عطا کرنے والا ہے، انسان کو یوں ہی بے کار پیدا کر دیتا ہے؟ کیا اس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے؟ کیا اسے یوں ہی برباد ہونے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے؟ کیا اسے نیک کاموں کا حکم دے کر نیکی پر ثواب نہ دیا جائے؟ کیا اسے برے کاموں سے روک کر اس کی برائی پر اسے سزا نہ دی جائے؟

(2) ﴿مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان کو برحق اور مدّتِ مقررہ تک پیدا کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ ہر چیز کو بنایا اور حق ہی کے لیے بنایا ہے۔ حق سے مراد عدل اور حکمت ہے۔''

(3) فراء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ثواب اور عذاب کے لیے پیدا کیا ہے۔ (فتح القدیر: 4/269)

(4) ﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً بہت سے لوگ ہیں اپنے رب کی ملاقات کا یقیناً انکار کرنے والے ہیں'' یعنی لوگوں میں سے کثیر لوگ ایسے ہیں جو بعث بعد الموت کا انکار کرنے والے ہیں اور یہ فکر کا نقص اور عقل کی کمی کی دلیل ہے۔ عقل مند وہ ہے جو مستقبل کی فکر کرتا ہے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے اور دنیا کی زندگی پر غرور نہیں کرتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ انہیں بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس نظام کا مقصد نیکوں کو اُن کی جزا تک اور بُروں کو سزا تک پہنچایا جائے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو بہترین قرینے سے پیدا کیا مقررہ وقت تک کے لیے کیوں پیدا کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے امتحان اوراس کی جزا کے لیے آسمان وزمین کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ﴾

''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا۔ وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے اور اُنہوں نے زمین کو خوب پھاڑا تھا اور اُسے ان سے زیادہ آباد کیا تھا اور اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لائے تو اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن اپنی جانوں پر وہ خود ہی ظلم کرتے تھے'' (9)

سوال 1: ﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا'' یعنی وہ زمین پر چل پھر کر دیکھیں اور ان لوگوں کے برے انجام پر غور کریں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت کی۔

(2) ﴿كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اُن سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا'' یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے کیسے ہلاک اور برباد کر دیا جو تم سے پہلے گزرے مثلاً قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم شعیب، قوم لوط، فرعون اور آل فرعون وغیرہ قومیں مٹ گئیں، ان کے آثار نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔

(3) ﴿كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے'' وہ دولت کی ریل پیل، لمبی عمروں اور صحت اور قوت میں تم سے بڑھ کر ہونے کے باوجود ہلاک کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔

(4) ﴿وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا﴾ ''اور اُنہوں نے زمین کو خوب پھاڑا تھا اور اُسے ان سے زیادہ آباد کیا تھا'' یعنی ان سے پہلے کے وہ لوگ جنہوں نے زمین کو خوب آباد کیا، تعمیرات کیں، محلات بنائے، باغات اور کھیتیاں اگائیں، کارخانے بنائے، نہریں کھودیں مگر رسولوں کو جھٹلایا تو ان کی قوت ان کے کسی کام نہ آئی۔

(5) ﴿وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ﴾ ''اور اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لائے'' ان کے رسول ان کے پاس معجزات اور

آیات لے کر آئے مگر انہوں نے جھٹلا دیا۔

(6)﴿فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ”تو اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن اپنی جانوں پر وہ خود ہی ظلم کرتے تھے“ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو عذاب بھیجا وہ اس کا ظلم نہ تھا۔ انہوں نے اپنی ہلاکت کے اسباب پیدا کر کے خود اپنے اوپر ظلم کیا وہ اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے رسولوں کو، آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے، رسولوں کا مذاق اڑاتے تھے ان ہی کاموں نے انہیں عذاب میں مبتلا کروا دیا۔

سوال 2: کافروں نے کیسے زمین کو زیادہ آباد کیا ہوا تھا؟

جواب: کافروں کی عمریں زیادہ تھیں انہیں معیشت کے اسباب بھی زیادہ ملے تھے اس طرح اُنہوں نے زمین کو زیادہ آباد کیا ہوا تھا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا عذاب اللہ کا ظلم نہیں تھا پھر یہ کس کے ارادے سے واقع ہوا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا عذاب اللہ تعالیٰ کے ارادے سے واقع ہوا تھا لیکن یہ لوگوں کا اپنی جانوں پر ظلم تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے رسولوں کو روشن نشانیاں دے کر بھیجا تھا تا کہ وہ انسانوں کو بُرے انجام سے خبردار کر سکیں۔ اب جب انسانوں نے رسولوں سے پیغام سن لیا پھر بھی اپنی مرضی کی تو یہی ان کا ظلم تھا۔

﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

”پھر جن لوگوں نے برے کام کیے، ان کا انجام بہت ہی برا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے“(10)

سوال: ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ”پھر جن لوگوں نے برے کام کیے، ان کا انجام بہت ہی برا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے“ برے کاموں کا برا انجام، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا﴾ ”پھر جن لوگوں نے برے کام کیے“ جن لوگوں نے شرک اور نافرمانی کے کام کیے، رسولوں کو جھٹلایا اور آخرت کی ملاقات کا انکار کیا۔

(2)﴿السُّوْٓاٰى﴾ ”ان کا انجام بہت ہی برا ہو“ یعنی ہلاکت اور خسارہ۔

(3)﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ”پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔“ (الصف:5)

(4)﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ”اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں

بھٹکتے رہیں گے۔'' (الانعام:110)

(5)﴿اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے'' ان کے برے انجام کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

## رکوع نمبر 5

﴿اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہ اُس کا اِعادہ کرے گا پھر اُس کی طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (11)

سوال 1:﴿اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہ اُس کا اِعادہ کرے گا پھر اُس کی طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے'' بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا لوٹانے پر قادر ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تخلیق کی ابتداء کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ بغیر نمونے کے تخلیق کی ابتدا کرنے والا ہے۔ وہ مخلوق کی ابتدا کرنے میں تنہا ہے۔(2)﴿ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ ''پھر وہ اُس کا اِعادہ کرے گا'' وہ ساری مخلوقات کو لوٹائے گا۔ وہ مخلوق کا اعادہ کرنے میں بھی تنہا ہے جیسے اس نے شروع میں پیدا کیا تھا ویسے ہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

(3)﴿ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر اُس کی طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے'' قیامت کے دن اسی کے پاس تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ وہ اس لیے لوٹائے گا تا کہ سب کو ان کے اعمال کی جزا سزا دے۔

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی، مجرم سخت مایوس ہوں گے'' (12)

سوال 1:﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی، مجرم سخت مایوس ہوں گے'' قیامت کے دن مجرم سخت مایوس ہوں گے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی'' جس دن قیامت قائم ہوگی اور لوگ اٹھائے جائیں گے۔

(2)﴿يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''مجرم سخت مایوس ہوں گے'' یعنی گناہ گار قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوجائیں گے۔

(3) قیامت کے دن گناہ گاروں کی حجت ختم ہوجائے گی وہ بات نہ کرسکیں گے اور نجات سے مایوس ہوجائیں گے۔(ایسر التفاسیر:1154)

(4) جن لوگوں نے زندگی میں گناہوں کے سوا کچھ نہیں بھیجا ہوگا جو نیکیوں میں مفلس ہوں گے سخت مایوس ہوجائیں گے۔

سوال 2: ابلاس کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) ابلاس کہتے ہیں: حیران اور ساکت کھڑے ہونا۔ (2) ابلاس کا مطلب اپنے مؤقف کے لیے دلیل نہ پیش کر سکنا ہے۔ (3) ابلاس کا مفہوم مایوسی یا نا اُمیدی لیا جاتا ہے۔

سوال 3: مبلس کون ہوگا؟

جواب: (1) مبلس وہ ہوگا جسے اپنے مشرکانہ مؤقف کے لیے دلیل نہ مل رہی ہوگی۔ (2) جو اپنے مشرکانہ افکار و خیالات کے ساتھ حیران کھڑا ہوگا۔ (3) جو ہر بھلائی سے مایوس ہو چکا ہوگا۔

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾

''اور اُن کے شریکوں میں سے کوئی سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کرنے والے ہو جائیں گے'' (13)

سوال 1: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور اُن کے شریکوں میں سے کوئی سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کرنے والے ہو جائیں گے'' قیامت کے دن مشرک معبودوں کے منکر ہو جائیں گے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا﴾ ''اور اُن کے شریکوں میں سے کوئی سفارشی نہ ہوں گے'' قیامت کے دن جھوٹے معبودان کی سفارش نہیں کریں گے۔ جن کے بارے میں وہ دنیا میں گمان رکھتے تھے کہ وہ ان کی سفارش کریں گے۔

(2) ﴿وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کرنے والے ہو جائیں گے'' مشرک قیامت کے دن اپنے شرکاء سے اظہارِ بے زاری کریں گے اور ان کی پرستش کے قائل نہیں رہیں گے۔

(3) جھوٹے معبود بھی اپنے پجاریوں سے اظہارِ بے زاری کرتے ہوئے کہیں گے ﴿قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾ ''جن پر بات ثابت ہو چکی وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم نے انہیں ویسے ہی بہکایا جیسے ہم خود بہکے ہوئے تھے، ہم آپ کے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں، یہ ہماری عبادت قطعاً نہیں کرتے تھے۔'' (القصص:63) وہ خود پر لعنت بھیجیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جائیں گے۔

سوال 3: مشرک اپنے شریکوں کے منکر کیسے ہو جائیں گے؟

جواب: (1) مشرک جو بات دُنیا میں نہیں پا سکے کل جب غیب کا پردہ پھٹ جائے گا وہ معبودانِ باطل کا انکار کر دیں گے کیونکہ وہ دیکھ لیں گے کہ کوئی کسی کا فائدہ پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتا۔ (فتح القدیر)

(2) معبودان باطل بھی انکار کردیں گے کیونکہ جولوگ انہیں اللہ کا شریک سمجھ کران کی عبادت کرتے ہیں یہ شریک توان سے بے خبر ہیں۔

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے'' (14)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے'' قیامت کے دن جنتیوں اور جہنمیوں میں دائمی جدائی ہو جائے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی'' جس دن قیامت قائم ہوگی اور لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

(2) ﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ ''اُس دن لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے'' قیامت کے دن مومنوں اور کافروں میں آخری ملاقات ہوگی۔

(3) رب العزت فرمائیں گے ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔'' (یس:59)

جنتیوں اور جہنمیوں میں جدائی ہو جائے گی اور یہ ایسی جدائی ہوگی کہ پھر کبھی اکٹھے ہونا نصیب نہیں ہوگا۔

سوال 2: قیامت کے دن جماعتوں کے الگ الگ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد مؤمنوں اور کافروں کا الگ الگ ہونا ہے اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر، اہل شرک جہنم میں چلے جائیں گے۔

(2) اُس دن دونوں گروہوں میں ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جائے گی۔

(3) اُس دن ایک بار کی جدائی کے بعد یہ لوگ بھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ﴾

''مگر جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، پس وہی عالی شان باغ میں خوش رکھے جائیں گے'' (15)

سوال: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ﴾ ''مگر جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، پس وہی عالی شان باغ میں خوش رکھے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''مگر جولوگ ایمان لائے'' جولوگ سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس کے رسولوں کی تصدیق کی، اس کی کتابوں کو سچا مانا، اس کے فرشتوں پر ایمان لائے اور آخرت کی ملاقات کی تصدیق کی۔

(2) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کیں'' جن لوگوں نے نیک اعمال سے قولی، قلبی اور بدنی عبادات اور اطاعت سے اپنے

ایمان کی تصدیق کی۔

(3)﴿فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ﴾ ''پس وہی عالی شان باغ میں خوش رکھے جائیں گے'' ایمان والوں کو جنت کی بہاروں میں لذیذ مشروبات، من بھاتے کھانوں، خدمت گاروں، خوب صورت مناظر، خوشبوؤں، لذتوں اور سرور انگیز نعمتوں میں رکھا جائے گا۔ یا اللہ! ہمیں اہل جنت میں سے کر دے۔﴿اللھم اجعلنا منھم﴾

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾

''اور رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، تو یہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے'' (16)

سوال: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾ ''اور رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، تو یہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے'' کافر جہنم کے عذاب میں گرفتار کیے جائیں گے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا، اس کی آیات کا، اس کے رسولوں کا، اس کی ملاقات کا انکار کیا یعنی بعث، حساب اور جزا کا انکار کیا۔

(2)﴿فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾ ''تو یہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے'' کافر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں، جہنم میں، گرفتار ہوں گے اور ہولناک سزاؤں سے دائمی دوچار ہوں گے۔

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل فرمائیں گے تو موت کو سینہ سے پکڑ کر لایا جائے گا اور ایک ایسی دیوار پر کھڑا کر دیا جائے گا جو اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان واقع ہوگی، پھر پکارا جائے گا، اے جنت والو! وہ گھبرائے ہوئے متوجہ ہوں گے۔ پھر پکارا جائے گا، اے جہنم والوں! وہ خوشی سے متوجہ ہوں گے، وہ شفاعت کی امید کر رہے ہوں گے۔ پھر اہل جنت اور اہل جہنم سے پوچھا جائے گا، کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ دونوں فریق جواب دیں گے، ہاں! ہم اسے خوب پہچانتے ہیں، یہ موت ہے جسے (دنیا میں) ہم پر مسلط کیا گیا تھا۔ چنانچہ اسے (سب سے سامنے) دیوار پر لٹا دیا جائے گا، جو جنت اور جہنم کے درمیان ہوگی اور ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اعلان کیا جائے گا، اے جنت والو! تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے، اب موت نہیں ہے اور اے جہنم والو! تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو گے، اب موت نہیں ہے۔ (ترمذی: 2557)

(4)﴿وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ ''اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔'' (الشوری:7)

## ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾

''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو'' (17)

سوال:﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے کرو جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو'' پانچ نمازوں کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرو وہ ہر برائی اور نقص سے پاک ہے اور اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو۔

(2)﴿حِيْنَ تُمْسُوْنَ﴾ ''جب تم شام کرتے ہو'' جب شام ہو جائے تو مغرب اور عشاء کی نمازیں اور شام کے اذکار اور تسبیحات ہیں۔

(3)﴿وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ ''اور جب تم صبح کرتے ہو'' اس سے مراد صبح کی نماز اور صبح کے اذکار اور تسبیحات ہیں۔

(4) صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے سے مراد کہ مستقل اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں۔

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا جنہوں نے شرعی احکام پر پورا عمل کیا، خلیل اللہ نام کیوں رکھا؟ اس لیے کہ آپ ﷺ روزانہ صبح و شام پڑھا کرتے تھے ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو اور آسمانوں اور زمین میں تمام تعریفیں اُسی کے لئے ہیں اور تیسرے پہر کو اور جب تم ظہر کرو۔'' (مسند احمد)

## ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں تمام تعریفیں اُسی کے لیے ہیں اور تیسرے پہر کو اور جب تم ظہر کرو'' (18)

سوال:﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں تمام تعریفیں اُسی کے لیے ہیں اور تیسرے پہر کو اور جب تم ظہر کرو'' کائنات اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہی ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں تمام تعریفیں اُسی کے لیے ہیں'' یعنی کائنات کے پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ ہی کی حمد ہے۔ اس کی حمد آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔ نبی ﷺ جب تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو اس وقت

بھی یہی حمد کرتے۔ ﴿اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَوْ لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ "اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو آسمان اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لیے مناسب ہے آسمان اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے، تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے، انبیاء سچے ہیں۔ محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھی پر بھروسہ ہے، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیرے ہی عطا کئے ہوئے دلائل کے ذریعہ بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما، خواہ وہ ظاہر ہوئی ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔" (بخاری:1120)

(2) ﴿وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ "اور تیسرے پہر کو اور جب تم ظہر کرو" یعنی مکمل تاریکی اور ظہر مکمل نور۔ اللہ تعالیٰ ہی تاریکی اور روشنی کا خالق ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صبح وشام اور ظہر کے وقت اس کی تسبیح بیان کریں یہ پانچ نمازوں کے اوقات ہیں، ان میں فرائض بھی شامل ہیں جیسے پانچ وقت کی فرض نمازیں اور مستحبات بھی شامل ہیں جیسے صبح وشام کے اذکار اور تسبیحات اور فرض نمازوں کے بعد کے اذکار اور فرض نمازوں کے ساتھ سنت مؤکدہ بھی۔

(4) یہ پانچ افضل ترین اوقات ہیں اس لیے ان میں عبادات اور تسبیح وتحمید دوسرے اوقات کے مقابلے میں زیادہ فضلیت کے حامل ہیں۔

(5) ان اوقات میں عبادت سبحان اللہ پر مشتمل نہ بھی ہو تو وہ تسبیح ہوگی کیونکہ عبادت میں اخلاص اور انابت دراصل اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو۔

﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾

"وہ مُردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ میں سے مُردہ کو نکالتا ہے۔ اور وہ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے" (19)

سوال: ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ ''وہ مُردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ میں سے مُردہ کو نکالتا ہے اور وہ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے'' اللہ تعالیٰ کمال قدرت والا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ ''وہ مُردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کمال قدرت والا ہے۔ اس نے اشیاء کو ان کی اضداد کے ساتھ پیدا کیا ہے مثلاً زندگی کے مقابل موت اور جان دار کے مقابلے میں بے جان ہے۔

(2) وہ زندہ نباتات کو مردہ زمین سے نکالتا ہے، درخت کو گٹھلی سے نکالتا ہے، چوزے کو انڈے سے نکالتا ہے اور مومن کو کافر سے نکالتا ہے۔

(3) ﴿وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ ''اور زندہ میں سے مُردہ کو نکالتا ہے'' یعنی انڈے سے چوزے کو، نطفے کو انسان سے اور کافر کو مومن سے نکالتا ہے۔

(4) ﴿وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''اور وہ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی قدرت، اس کے علم اور اس کی رحمت کے دلائل ہیں کہ وہ مردہ زمین کو بارش سے زندہ کرتا ہے۔ وہ بارش برساتا ہے تو بنجر اور خشک زمین خوش منظر نباتات اُگاتی ہے۔

(5) ﴿وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے'' یعنی جیسے اللہ تعالیٰ مردہ کو زندہ سے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے جیسے وہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے ایسے ہی وہ تمہیں زندہ کرے گا اور تمہاری موت کے بعد تمہیں حساب کتاب اور جزا کے لیے تمہاری قبروں سے نکالے گا۔ جو پہلی بار پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ دوسری بار بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔

(6) ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (٣٣) وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (٣٤)﴾ ''اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس میں سے اناج نکالا تو اس میں سے وہ کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے اور ہم نے اس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیے۔'' (یٰس:34،33)

(7) ﴿وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ (٥) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (٦) وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (٧)﴾ ''اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الحج:5-7)

(8) سیدنا ابو رزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا نشانی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو کبھی ایسی وادی سے گزرا ہے جو قحط سالی کی وجہ سے بنجر

بنادی گئی ہو؟ میں نے کہا کہ کیوں نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر (دوبارہ) تو اسی وادی سے گزرا ہو کہ وہ سر سبز لہلہا رہی ہو؟ میں نے کہا کہ کیوں نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہی اس کی مخلوق میں اس کی نشانی ہے۔"
(مستدرک حاکم:560/4)

## رکوع نمبر 6

﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ﴾

"اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر یکایک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو" (20)

سوال 1: ﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ﴾ "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر یکایک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو" اس نے مٹی سے نسل انسانی کا سلسلہ چلایا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ﴾ "اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا" اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے نسل انسانی کے جد امجد کی تخلیق مٹی سے کی۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ایک مٹھی مٹی کی لے کر اس سے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پس زمین کے مختلف حصوں کی طرح اولاد آدم کی رنگتیں مختلف ہوئیں کوئی سفید، کوئی سیاہ، کوئی خبیث، کوئی طیب، کوئی خوش خلق، کوئی بد خلق وغیرہ۔ (ابن کثیر:173)

(2) ﴿ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ﴾ "پھر یکایک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو" پھر اس نے تمہیں زمین کے کناروں تک پھیلا دیا جس ہستی نے مٹی سے پیدا کرنے کے بعد تمہاری نسل کا سلسلہ نطفے سے چلایا وہی تمہارا رب، تمہارا معبود، تمہارا پروردگار ہے۔ اس کے سوا کسی کا حق نہیں کہ تم اس کی عبادت کرو۔

سوال 2: ﴿اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿اِذَاۤ﴾ سے یہ مقصود ہے کہ بچہ کن مراحل سے گزر کر پورا انسان بنتا ہے۔ یعنی تم مٹی سے کیسے 'نطفہ' بنے؟ پھر جما ہوا خون 'علقہ' نے پھر 'مضغہ' بے شکل والی بوٹی پھر تمہاری ہڈیاں بنیں، پھر اُس پر گوشت چڑھایا گیا پھر تم پورے انسان بن گئے ہو۔

سوال 3: انسان کا چلنا پھرنا کیسے نشانی ہے؟

جواب: (1) انسان مٹی سے بنا ہے۔ مٹی کی کوئی ذاتی ضروریات نہیں ہوتیں لیکن اللہ تعالیٰ جب اُسے مختلف مراحل سے گزار کر انسان بنا دیتے ہیں تو اُس کو ضروریات ٹھہرنے نہیں دیتیں۔ (2) انسان کا مٹی سے جیتے جاگتے انسان کی صورت وجود میں آنا اللہ تعالیٰ کی عظیم

قدرت کی نشانی ہے۔ انسان اس پر غور وفکر کرتا ہے تو انسان کا دل بے ساختہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرسکو اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں'' (21)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرسکو اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں'' رشتہ ازدواج اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں'' اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے علم اور حکمت کی دلیل ہے کہ اس نے رشتہ ازدواج بنایا اور تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں بنائیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اُس کی طرف سکون پائے، پھر جب اس نے اس (بیوی) کو ڈھانپ لیا تو اس نے ایک ہلکا سا حمل اُٹھالیا، پھر وہ اس کو لے کر چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ اپنے رب سے دُعا کی: ''اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔'' (الاعراف:189) اگر شوہر اور بیوی ایک جنس سے نہ ہوتے تو ان میں وہ پیار، موافقت اور انس پیدا نہ ہوتا۔ ایک ہی جنس سے ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی نشانیوں میں سے ہے۔

(2) ﴿لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا﴾ ''تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرسکو'' رشتہ ازدواج میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کا سکون بیوی کے پاس رکھ دیا ہے۔ یہ رشتہ اس لیے بنایا ہے تاکہ شوہر بیوی کے پاس جا کر سکون حاصل کرے۔

(3) ﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ ''اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی'' (i) مودت اس محبت کو کہتے ہیں جو جوانی کی وجہ سے انسان کے دل میں جنس مخالف کے لیے ہوتی ہے جیسے شوہر اپنی بیوی اور بیوی شوہر سے عام طور پر محبت کرتے ہیں۔ (ii) وہ مودت جو

شوہراور بیوی کے درمیان ہوتی ہے دنیا میں کہیں بھی اس رشتے کے علاوہ لوگوں کے درمیان نہیں ہوتی۔

(4) شوہراور بیوی میں وہ محبت جو بغیر کسی غرض کے ہوتی ہے بڑھاپے کی محبت ہے جسے رب العزت نے رحمت کہا ہے۔

(5) مودت اور رحمت رشتہ ازدواج کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی (یعنی نکاح سے بہتر) کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔'' (ابن ماجہ:1847)

(7) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں'' بے شک جو لوگ غور وفکر کرتے ہیں ان کے لیے رشتہ ازدواج میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

سوال 2: ﴿مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد سیدہ حوا کو سیدنا آدم علیہ السلام سے پیدا کر کے ان کا جوڑا بنانا ہے۔

سوال 3: اگر شوہر اور بیوی ایک جنس سے نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟

جواب: اگر شوہر اور بیوی ایک جنس نہ ہوتے تو دونوں کے درمیان نفرت ہوتی دونوں ایک دوسرے سے کراہت محسوس کرتے۔

سوال 4: شوہر اور بیوی کا ایک جنس سے ہونا کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے؟

جواب: شوہر اور بیوی کے لیے خود ایک ہی جنس سے ہونا ممکن نہیں تھا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اُس نے انسانوں کی بیویاں انسان بنائیں۔

سوال 5: رحمت کسے کہتے ہیں؟

جواب: رحمت سے مراد بے غرض محبت ہے۔

سوال 6: مرد عورت کے لیے کیسے باعث رحمت بنتا ہے؟

جواب: مرد عورت کو اس کی ضروریات کے لیے جو سہولتیں بہم پہنچاتا ہے وہ رحمت کی وجہ سے ہی ممکن ہوتی ہیں۔

سوال 7: عورت مرد کے لیے کیسے باعث رحمت بنتی ہے؟

جواب: عورت مرد کی جو خدمت کرتی ہے۔ اُس کی ہر طرح کی ضروریات کا خیال رکھتی ہے یہ رحمت کا نتیجہ ہے۔

سوال 8: مرد اور عورت کے جوڑے میں محبت اور رحمت کس وجہ سے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: یہ محبت رشتہ نکاح کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

سوال 9: اسلام مرد اور عورت کے کس جوڑے کو جوڑا تسلیم کرتا ہے؟

جواب: اسلام مرد اور عورت کے اس جوڑے کو جوڑا تسلیم کرتا ہے جو نکاح کی وجہ سے بنتا ہے۔

سوال 10: مرد اور عورت کا نکاح کے بغیر جوڑے کی صورت میں رہنے کے بارے میں اسلام کا کیا نقطہ نظر ہے؟

جواب: اسلامی نقطہ نظر سے نکاح کے بغیر جوڑے کی صورت میں رہنا بدکاری اور زنا کاری ہے۔

سوال 11: مرد اور عورت کے جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے کیسے نشانی بنا دیا؟

جواب: (1) مرد اور عورت کے دل میں ایک دوسرے کے لیے فطری کشش اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

(2) مرد اور عورت کا ایک دوسرے کے لیے جذباتی میلان رکھنا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

(3) مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

(4) مرد اور عورت کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے رحمت کے جذبات اُمنڈنا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

(5) مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے سکون پانا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ﴾

”اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف، بلاشبہ اس میں علم رکھنے والوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں“ (22)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ﴾ ”اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف، بلاشبہ اس میں علم رکھنے والوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں“ تخلیق کائنات اللہ تعالیٰ کو پکار رہی ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق“ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی شفاف، وسیع اور بلند آسمان میں اس نے آسمانوں میں گردش کرنے والے اور ٹھہرے ہوئے روشن ستارے بنائے۔

(2) اس کی نشانیوں میں سے زمین ہے جس پر سمندر، صحرا، ریگستان، نخلستان، جنگل، بیابان چٹیل میدان ہیں۔

(3) ﴿وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾ ”اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف“ تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی اس کی قدرت کی نشانی ہے حروف کے مخارج ایک ہوں تب بھی دو آوازیں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ دو رنگ ایک جیسے ہوں پھر ان کے درمیان فرق ضرور ملے گا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت ہے کہ اس نے زبانوں اور رنگوں کا اختلاف پیدا کیا۔ وہ جو چاہے کرتا ہے وہ اکیلا اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے ہر غور و فکر کرنے والا عظیم قوتوں کے مالک کو پہچان سکتا ہے اس کی صناعی سے اسے

جان سکتا ہے۔

سوال 2: آسمان اور زمین کی پیدائش کیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے؟

جواب: (1) آسمان کی پیچیدہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ (2) آسمان پر ستاروں اور سیاروں کے نظام میں کوئی خلل نہ آنا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی نشانی ہے۔ (3) افلاک کے نظام میں کوئی بے قاعدگی نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ (4) زمین اس کائنات میں ایک ایسے ذرّے کی طرح ہے جس کا نہ کوئی وزن ہے نہ سایہ اس زمین پر زندگی کے لیے انتظامات اور زندگی کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

سوال 3: زبانوں کا اختلاف کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے؟

جواب: (1) زبانوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے سب ہی سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن کسی کی زبان عربی ہے کسی کی انگریزی کسی کی ترکی وغیرہ زبانیں خود ہی مختلف نہیں ہوجاتیں کوئی زبانوں کا خالق ہے جس کی نشانی یہ زبانوں کا اختلاف ہے۔

(2) ہر زبان کے کئی لہجے ہوتے ہیں۔ لہجوں کا اختلاف بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے زبان ایک ہونے کے باوجود لہجے خود ہی مختلف نہیں ہوجاتے کوئی اس اختلاف کا خالق ہے اُسی کی نشانی یہ لہجے ہیں۔

(3) انسان اپنے لہجوں کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں کہ یہ فلاں علاقے اور فلاں ملک سے تعلق رکھتا ہے۔ یوں زبان پہچان بن جاتی ہے۔ پہچان کا ہوجانا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی پہچان رکھنے والا ہے اس طرح لہجوں کی وجہ سے ہونے والی پہچان بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے۔

سوال 4: رنگوں کا اختلاف کیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے؟

جواب: (1) رنگوں کا اختلاف یہ بتاتا ہے کوئی ان رنگوں کا خالق ہے رنگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہیں۔

(2) انسانی رنگوں کے مختلف درجات ہوتے ہیں یہ درجات کا ہونا اس امر کا ثبوت ہے کوئی رنگوں کے درجات رکھنے والا ہے یوں یہ رنگوں کے درجات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی بن جاتے ہیں۔

(3) ایک ہی رنگ رکھنے والے بہن بھائی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے کہ ایک ملک کے باشندے دوسرے ملک سے الگ پہچان لیے جاتے ہیں بہن بھائیوں کے اختلاف کا اُن کی پہچان بننا اور ملکوں کے باشندوں کا اپنے ملک کے لحاظ سے پہچانا جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اُس کے فضل میں سے تلاش کرنا۔ بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں'' (23)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اُس کے فضل میں سے تلاش کرنا بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں'' نیند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن کو سونا'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی نیند ہے اس نے نیند کو پیدا کیا۔ رات کو بھی سوتے ہو جس سے تمہاری تھکن دور ہو جاتی ہے اور تمہیں آرام ملتا ہے۔ اور تم دوپہر کو بھی سوتے ہو جس سے تمہیں سکون ملتا ہے اور تم دوبارہ تازہ دم ہو جاتے ہو۔

(2) نیند کیا چیز ہے اس کی کیفیت اور ماہیت کیا ہے؟ یہ ایسا سربستہ راز ہے جس کو انسان آج تک نہیں پا سکا۔ اس نے خواب آور دوائیں بھی دریافت کر لیں اور گولیاں بھی بنا لیں مگر وہ اس کی ماہیت کو نہیں پا سکا کہ خواب کے دوران انسان سے کیا چیز کم ہو جاتی ہے اس کے حواس کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر نیند کی حالت میں خواب دیکھنا دوسرا حیران کن مسئلہ ہے کہ یہ خواب انسان کن حواس سے دیکھتا ہے۔ انسان کو بس اتنا معلوم ہے کہ جب وہ زیادہ تھک جائے تو اس کی مرضی ہو یا نہ ہو نیند اسے آدبوچتی ہے۔ کام کاج کے دوران جو سیل انسان کے جسم سے جاتے ہیں ان کی مرمت شروع ہو جاتی ہے اور ان کے بجائے نئے سیل بن جاتے ہیں اور جب یہ سارا کام سرانجام پا جاتا ہے تو انسان کو خود بخود جاگ آجاتی ہے یعنی نیند کا آنا، نیند سے تھکن دور ہونا پھر تھکن دور ہونے پر تازہ دم ہو کر از خود ہی بیدار ہو جانا، یہ سب قوتیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں جو سراسر حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں اور ان میں کسی دوسرے الٰہ کا کوئی عمل دخل نہیں۔ آج کل انسان نے ایسے مصنوعی طریقے ایجاد کر لیے ہیں جس سے انسان رات کو کام کرنے کے قابل ہو گیا ہے اور دن کو بھی آرام کر سکتا ہے لیکن یہ غیر فطری طریقے ہیں اور اس سے دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہے۔ دین کا نقصان یہ ہے کہ انسان محض طمع اور زیادہ حصول دولت کے لیے رات کو کام کرتا ہے اور مادہ پرستانہ دور کا ہی یہ تقاضا ہے۔ اس سے اتنا ہی انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو گیا ہے اور دنیا کا نقصان یہ ہے کہ اس سے انسان کی صحت پر ناخوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں اور قوت انسانی وقت سے پہلے کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 509,508/3)

(3) ﴿وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور تمہارا اس کے فضل میں سے تلاش کرنا'' یعنی دن میں معاش کے لیے چھوٹے بڑے سفر کرتے ہو اور معاش کے ظاہری اسباب فراہم کرتے ہو۔

(4) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ ''یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں'' آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت پر دلیل ہے اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ رات میں آرام اور دن میں کام ہو اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ رات دن ایک دوسرے کے پیچھے نہ آئیں اس میں نشانی ہے اس کی جس ہستی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہے وہی عبادت کا مستحق ہے۔

(5) یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لِتَسۡكُنُوۡا فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تاکہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔'' (القصص:73)

(6) یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور سے سنتے ہیں اور آیات کے معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوال 2: انسان کی نیند کیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے؟

جواب: (1) نیند باعث سکون ہے سکون کا ہونا سکون کا انتظام کرنے والے کے وجود کو ثابت کرتا ہے۔

(2) رات کی نینداور دن کی نیند کا فرق ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ ایک جیسی کیفیت ہے لیکن اوقات کے اختلاف سے ہی سکون میں کتنا فرق آجاتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد رزق تلاش کرنا۔

سوال 4: انسان کا رزق کے لیے خواہش رکھنا، پلاننگ کرنا، کوششیں کرنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: انسان کا رزق کے لیے خواہش رکھنا، پلاننگ کرنا، کوششیں کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی ان صلاحیتوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

سوال 4: نینداور رزق کے کمانے میں سننے والوں کے لیے کیسے نشانی ہے؟

جواب: نیند میں سکون ہے اور رزق کمانے میں حرکت دونوں کا تعلق سننے سے ہے اس لیے اسے سننے والوں کے لیے نشانی قرار دیا۔

﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ يُرِيۡكُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحۡيٖ بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں خوف اور اُمید کے ساتھ بجلی دکھاتا ہے اور وہ آسمان سے پانی اُتارتا ہے، پھر اس کے ساتھ زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتا ہے بلاشبہ اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں'' (24)

سوال 1: ﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ يُرِيۡكُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحۡيٖ بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں خوف اور اُمید کے ساتھ بجلی دکھاتا ہے اور وہ آسمان سے پانی اُتارتا ہے، پھر اس کے ساتھ زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتا ہے بلاشبہ اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں'' بارش اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ يُرِيۡكُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّطَمَعًا﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں خوف اور اُمید کے ساتھ بجلی دکھاتا ہے'' اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت، اس کے علم، اس کی حکمت اور اس کی رحمت کی ایک نشانی بارش بھی ہے۔ بارش سے پہلے وہ بجلیاں دکھاتا ہے جس سے تمہیں نقصان کا خوف ہوتا ہے۔ کبھی تمہیں بارش سے امید ہوتی ہے کہ خشک سالی دور ہو جائے گی، ہر طرف پانی کی ریل پیل ہو جائے گی۔

(2) ﴿وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور وہ آسمان سے پانی اُتارتا ہے'' وہ آسمان سے بارش کا پانی نازل کرتا ہے جو دراصل آسمان کا پانی نہیں زمین کا پانی ہے۔ کیسے سمندروں کا پانی بھاپ بن کر اوپر پہنچتا ہے۔ ٹھنڈا ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کرتا ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ پھر انہی بادلوں سے بارش برساتے ہیں۔ سمندروں کے پانی کے بھاپ بننے میں سورج کی حرارت کا جو دخل ہے اور بارش برسانے میں ہواوں کا جو تعلق ہے ان سب کے درمیان نظم وضبط کو اللہ تعالیٰ کے سوا کس نے قائم کیا۔

(3) ﴿فَيُحۡىٖ بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا﴾ ''پھر اس کے ساتھ زمین کو اُس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے'' بارش کے پانی سے کس طرح وہ مردہ زمین کو سرسبز وشاداب کرتا ہے اس سے باغات، پھل پھول، اجناس، سبزیاں کیا کچھ اگتا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر بارش برسا کر زمین کو زندہ کیا تو گویا اس نے تمام مخلوق کو زندہ کیا۔

(4) ﴿اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں'' بارش یعنی watercycle میں، زمین کی روئیدگی میں، اللہ تعالیٰ کے احسانات، اس کی کمال درجے کی مہارت، اس کے لامحدود علم اور عظیم حکمت کی دلیل ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح سے مردوں کو زندہ کرے گا۔

(5) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو وہ لوگ سمجھتے ہیں جو کچھ سنتے اور سمجھتے ہیں اور عقل کے ذریعے اسے یاد رکھتے ہیں اور اس پر استدلال کرتے ہیں۔

سوال 2: بجلی کے چمکنے کی وجہ سے خوف کیوں ہوتا ہے؟

جواب: (1) خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ کہیں بجلی برباد نہ کر دے۔ (2) اور کہیں زیادہ بارشوں کی وجہ سے کھیتیاں برباد نہ ہو جائیں۔ (3) اور سیلاب نہ آجائیں۔

سوال 3: بجلیوں کی چمک کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے؟

جواب: بجلیوں کی چمک سے پیدا ہونے والا خوف اور اُمید یہ ثابت کرتے ہیں کہ کوئی خوف اور اُمید کا خالق ہے۔

سوال 4: آسمان سے ہونے والی بارش کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے؟

جواب: بارش کا عمل کائناتی عمل ہے وسیع پیمانے پر پانی کا سورج کی حرارت سے بھاپ بننا، اُوپر جا کر بھاپ کا ٹھنڈا ہونا بادلوں میں بدلنا اور ہواؤں کا بادلوں کو اُڑا کر لے جانا، پھر بادلوں سے بارش کا برسنا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی اس سسٹم کو چلانے والا ہے بارشوں کا برسنا اُسی کی نشانی ہے۔

سوال 5: عقل والے نشانیوں سے کیسے فائدہ اُٹھاتے ہیں؟

جواب: عقل والے غور وفکر کر کے اشیاء کی حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں حق پہچان لیتے ہیں اس لیے وہی نشانیوں سے رب تک پہنچتے ہیں۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک ہی بار پکارے گا، تب تم اچانک نکل آؤ گے'' (25)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک ہی بار پکارے گا، تب تم اچانک نکل آؤ گے'' آسمان وزمین اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم ہیں، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں'' اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم، اس کی حکمت اور اس کی رحمت کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں اس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ڬ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے یہ کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں اور یقیناً اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا اُن دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا یقیناً، وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔'' (فاطر:41)

(2) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے ''اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے زمین وآسمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔'' (ابن کثیر:175)

(3) ﴿ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾ ''پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک ہی بار پکارے گا، تب تم اچانک نکل آؤ گے'' اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ جب وہ مخلوق کو پکارے تو وہ زمین سے نکل کر کھڑی ہو جائے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ﴾ ''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔'' (المعارج:43)

(4) ﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف

کے ساتھ لبیک کہو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے۔'' (بنی اسرائیل:52)

(5)﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:6-8)

(6)﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾﴾ ''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔'' (النازعات:14,13)

(7)﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ ''نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔'' (یٰس:53)

(8)﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾ ''اس دن سب لوگ بلانے والے کے پیچھے چل پڑیں گے، کسی میں کوئی کجی نہ ہوگی اور آوازیں رحمٰن کے لیے دب جائیں گی، چنانچہ آپ سرسراہٹ کے سوا کچھ نہ سنیں گے۔'' (طٰہٰ:108)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' (مسلم:7414)

(11) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر صور میں پھونکا جائے گا اور جو جو اس کی آواز سنے گا وہ اپنی گردن ایک طرف جھکا دے گا اور دوسری طرف سے اونچی کردے گا (یعنی گر پڑے گا) سب سے پہلے صور کی آواز وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا، وہ بے ہوش ہو جائے گا اور پھر دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا، جو شبنم کا کام دے گی اور اس سے لوگوں کے بدن تیار ہو جائیں گے، پھر دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔'' (مسلم:7381)

**سوال 2: زمین وآسمان کا قائم ہونا کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے؟**

جواب: زمین وآسمان کا قائم ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی قائم کرنے والا ہے۔ قیام اللہ تعالیٰ کی موجودگی کی نشانی ہے۔

﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾

''اوراس کے لیے ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اُسی کے لیے فرماں بردار ہیں''(26)

سوال1:﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾''اوراس کے لیے ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اُسی کے لیے فرماں بردار ہیں'' ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾''اوراس کے لیے ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے'' یعنی فرشتے، جن، انسان اور آسمان وزمین کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔

(2)﴿كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾''سب اُسی کے لیے فرماں بردار ہیں'' سب اس کے مطیع اور فرماں بردار ہیں، خوشی یا ناخوشی سے سب اسی کے غلام ہیں۔

سوال2: زمین وآسمان کا ہونا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: زمین وآسمان کا ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی اس کا پیدا کرنے والا اور کوئی اس کا مالک ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے لوگ کیسے بے بس ہیں؟

جواب:(1) زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے کوئی زندگی پیدا نہیں کرسکتا لوگ بے بس ہیں۔

(2) موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے کوئی موت کو روک نہیں سکتا لوگ بے بس ہیں۔

(3) صحت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملتی ہے انسان صحت کے لیے جتنی بھی کوششیں کرلیں۔ اُس کے حکم کے بغیر نصیب نہیں ہوسکتی۔ انسان بے بس ہے۔(4) انسان کو عزت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملتی ہے عزت کے لیے جتنی بھی کوششیں کرلے اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو تو ذلت ہی ملتی ہے۔ انسان بے بس ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(27)

سوال1:﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' زندگی کے بعد موت کی دلیل، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے

گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے" پہلی بار کی نسبت دوسری بار کام کرنا آسان ہوتا ہے۔

(2) ﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے" اللہ تعالیٰ کے لیے ہر صفت کمال ہے اور اس کمال سے مخلص بندوں کے دلوں میں محبت، انابت کامل، ذکر جلیل اور ان کی عبادت میں کمال مراد ہے۔ یہاں (اَلْمَثَلُ الْاَعْلٰى) سے مراد اس کے بلند ترین وصف اور اس پر مترتب ہونے والے آثار ہیں۔ اس لیے اہلِ علم اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں قیاس اولیٰ استعمال کرتے ہیں وہ کہا کرتے ہیں کہ مخلوقات کو ہر صفت کمال سے متصف کرنے والا، ان کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے اس طرح سے کہ کوئی اس کا اس صفت میں شریک نہیں ہوتا۔ ہر وہ نقص جس سے مخلوق اپنے آپ کو بچاتی ہے خالق کا اس وصف سے منزہ ہونا اولیٰ وانسب ہے۔ (سعدی: 2069/3)

(3) اللہ تعالیٰ عالی شان والا ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ "وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اُس نے تمہارے لیے خود تم میں سے جوڑا جوڑا بنایا اور جانوروں میں سے بھی جوڑا جوڑا بنایا، وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے، اُس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔" (الشوریٰ: 11)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس کی مثل اعلیٰ یہی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی نہیں۔ عبدالرزاق نے بروایت ابن ابی حاتم اس آیت کی تشریح میں قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ ﴿مَثَلُ الْاَعْلٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی شہادت ہے۔ (تیسیر القرآن: 468/3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "اس کی شان ایسی اعلیٰ ہے کہ اس کے سوا نہ کوئی اور رب ہے نہ معبود وہ ایسا غالب ہے جس کو کوئی شکست نہیں دے سکتا اس کے کسی کام میں آڑے نہیں آسکتا وہ سب پر اپنی قدرت سے اور حکمت سے غالب ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1523/2)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "ابنِ آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس نے مجھے گالی دی حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میرے لیے اولاد بتاتا ہے، میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں اپنے لیے بیوی یا اولاد بناؤں۔" (صحیح بخاری: 4482)

(6) ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ "اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ اور مخلوق کے بارے میں تدبر اور تصرف میں حکمت سے کام لیتا ہے۔ (جامع البیان: 49/21)

(7) وہ غلبۂ کامل اور بے پایاں حکمت کا مالک ہے اس نے اپنے غلبے کی بنا پر مخلوقات کو وجود بخشا اور مامورات کو ظاہر کیا اور اپنی حکمت کی بنا پر اپنی بنائی چیزوں کو مہارت سے بنایا، ان کے اندر اپنی شرع کو بہترین طریقے سے مشروع کیا۔ (سعدی: 2069/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے لیے آسمانوں اور زمین میں اعلیٰ صفت ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ اس جیسا کوئی خالق نہیں۔ (2) دوبارہ پیدائش اُسی کے اختیار میں ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ ہی عظیم کمالات والا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ ہی عظیم قدرتوں والا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ تمام مثالوں سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ ﴿لیس کمثله شیء﴾ ''کوئی چیز اُس کی مثل نہیں۔''

سوال 3: اللہ تعالیٰ ''العزیز'' اور ''الحکیم'' ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ تخلیق پر قدرت رکھتا ہے وہ تخلیق کے لیے ہر چیز کے مہیا کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے جس کو وہ پیدا کرنا چاہے اُس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا اُس کے حکم کے آگے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

(2) اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدائش پر قادر ہے۔ ذرّوں کو سمیٹنے اور دوبارہ زندہ کرنے پر وہ قدرت رکھتا ہے وہ جسے سمیٹنا چاہے کوئی انکار نہیں کرسکتا وہ غلبہ رکھتا ہے وہ جسے دوبارہ وجود میں لانا چاہے اُس کے حکم سے کوئی سرتابی نہیں کرسکتا وہ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ ہر چیز کو وہی شکل دیتا ہے جو اس کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہو۔

(4) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ ہر ایک کو وہی کام تفویض کرتا ہے جو کام اُس کے لائق ہو۔

(5) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہی پہلی پیدائش کے بعد دوسری پیدائش کا فیصلہ کرنے والا ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے اُسی نے ہر ایک کو جزا دینے کے لیے یہ نظام تخلیق کیا ہے۔

## رکوع نمبر 7

﴿ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری اپنی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس رزق میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کہ تم اُس میں برابر ہو؟ تم ایک دوسرے سے ڈرنے کی طرح اُن سے بھی ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم آیات کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں'' (28)

سوال 1: ﴿ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری اپنی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس رزق میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے

تمہیں دے رکھا ہے کہ تم اُس میں برابر ہو؟ تم ایک دوسرے سے ڈرنے کی طرح اُن سے بھی ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم آیات کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں'' مشرکوں کی مثال وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری اپنی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے'' رب العزت نے شرک کی برائی واضح کرنے کے لیے مشرکوں کو اپنی ذات سے مثال دی ہے۔

(2)﴿هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ﴾ ''کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس رزق میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کہ تم اُس میں برابر ہو'' کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ تمہارا غلام تمہارے مال میں برابر کا شریک ہو جائے اور تمہیں یہ ڈر ہو کہ تمہارا غلام تمہارا آدھا مال بانٹ لے گا۔

(3)﴿تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''تم ایک دوسرے سے ڈرنے کی طرح اُن سے بھی ڈرتے ہو'' یعنی جس طرح حقیقی آزاد شریک اور اس کی تقسیم سے خوف آتا ہے کہ کہیں وہ تمام مال اپنے لیے مختص نہ کر لے۔ معاملہ ایسا نہیں کیونکہ تمہارے غلاموں میں سے کوئی غلام تمہارے اس رزق میں شریک نہیں بن سکتا جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے حالانکہ تم نے ان کو پیدا کیا ہے نہ تم ان کو رزق دیتے ہو نیز وہ بھی تمہاری طرح مملوک ہیں پھر کیونکر تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک بنانے پر راضی ہوتے ہو اور اس کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ہم مرتبہ اور اس کے برابر قرار دیتے ہو حالانکہ تم اپنے غلاموں کو اپنے برابر قرار دینے پر راضی نہیں ہو۔ یہ سب سے زیادہ عجیب چیز ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے اس کی سفاہت و حماقت پر سب سے بڑی دلیل ہے نیز اس نے جس چیز کو معبود بنایا ہے وہ باطل اور کمزور ہے وہ اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہو سکتی اور نہ وہ کسی قسم کی عبادت کی مستحق ہے۔ (سعدی:2070/3)

(4) غلاموں کی شراکت تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے کیوں کرتے ہو۔ جس طرح غلام آقا کی پیروی نہیں کر سکتا ٹھیک اسی طرح کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ تعالیٰ کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ کتنا بڑا ظلم ہے جس سے خود چڑو اور نفرت کرو اسی کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرو جیسے خود تو بیٹیوں سے چڑتے اور گھبراتے ہو مگر فرشتوں کو جو اللہ تعالیٰ کے مقدس بندے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہو۔ (مختصر ابن کثیر:1524/2)

(5)﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اسی طرح ہم آیات کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں'' اسی طرح ہم مثالوں کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہوں جو حقائق میں غور کر کے سمجھ جاتے ہیں۔

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے: ﴿لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ﴾ ''اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنا لیا ہو، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔ (مسلم:2815)

سوال 2: اللہ تعالیٰ عقل والوں کے لیے نشانیاں کیوں کھول کر بیان کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نشانیاں تو سب کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں مگر اُن سے سبق فقط عقل والے لیتے ہیں۔

﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾

''بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا، وہ علم کے بغیر اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ پھر کون اُس شخص کو راستہ دکھائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا؟ اور اُن لوگوں کے لیے کوئی مددگار نہیں'' (29)

سوال 1: ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا، وہ علم کے بغیر اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں'' شرک خواہش پرستی ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا، وہ علم کے بغیر اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں'' ظلم کرنے والے جہالت سے کام لیتے ہیں اور علم کے بغیر، یقین اور دلیل کے بغیر خواہشات نفس کے پیچھے بھاگتے ہیں۔

(2) انسان جب عقل سے ادراک نہیں کرتا تو خواہشات اس کا گھیراؤ کر لیتی ہیں۔ انسان پیچھے چلتا ہے اور خواہشات آگے بھاگتی ہیں۔ خواہشات کا نہ کوئی اصول ہوتا ہے نہ معیار۔ جب انسان اپنے اعمال کو کسی اصول ضابطے کے مطابق نہیں پرکھتا تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

(3) ﴿فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ﴾ ''پھر کون اُس شخص کو راستہ دکھائے گا'' جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اسے کوئی ہدایت کا راستہ نہیں دکھا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے ظلم کی وجہ سے گمراہ کر دیتے ہیں۔

(4) ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کے لیے کوئی مددگار نہیں'' ان کو عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(5) ﴿وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اگر رحمن چاہتا تو ہم اُن بتوں کی عبادت نہ کرتے اُنہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' (الزخرف: 20)

(6) ﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''سن لو! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کررہے، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے اور وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' (یونس: 66)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے قیامت کے دن جب ملیں گے تو ان کے والد کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری مخالفت نہ کیجیے وہ کہیں گے کہ میں آج آپ کی مخالفت نہیں کرتا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے رب! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن

رسوا نہیں کرے گا، آج اس رسوائی سے بڑھ کر اور کونسی رسوائی ہوگی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام قرار دی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم علیہ السلام! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا ہوا وہاں پڑا ہوگا اور پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری:3350)

سوال 2: انسان شرک کے راستے پر کیسے گامزن ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) علم سے دور رہ کر۔ (2) خواہش پرستی سے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے بھٹکا دینے سے۔

سوال 3: خواہش پرستی انسان کو کیسے گمراہ کر دیتی ہے؟

جواب: جب انسان سچائی کا، خدا پرستی کا علم حاصل نہیں کرتا تو وہ اپنی عقل کو صحیح معنوں میں کام میں لانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جب انسان عقل سے ادراک نہیں کر پاتا تو خواہشات انسان کا گھیراؤ کر لیتی ہیں۔ ان خواہشات کا نہ کوئی اُصول ہوتا ہے نہ معیار انسان کی خواہشات اُس کے آگے ہوتی ہیں انسان اُن کا پیچھا کرتا ہے۔ خواہشات جس طرف کو لُڑھک جاتی ہیں انسان بھی اُن کے پیچھے لُڑھکتا ہوا پہنچ جاتا ہے۔ ایسا انسان ذرا سی اُمید پر، ذرا سے لالچ پر حلال وحرام کی تمیز چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے اعمال کو کسی اُصول ضابطے کے مطابق نہیں پرکھتا۔ جب کوئی ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو گمراہ ہو جاتا ہے پلٹنا ممکن نہیں رہتا۔

سوال 4: ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ سے کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: اس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ جو شخص خواہش کے پیچھے بھاگتا ہے وہ خدا کے پیچھے نہیں رہتا۔ جو لوگ رب کی بات مانتے ہیں اُن کے لیے تو رب مددگار ہوتا ہے جو خواہش کی مانتے ہیں تو خواہش میں یہ قوت نہیں ہے۔ جب خواہش مدد نہیں کر سکتی تو خدا پرستی کو چھوڑ کر خواہش پرستی کا راستہ کیوں اختیار کریں۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

"چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" (30)

سوال 1: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" دین ابراہیمی اختیار کرنے

کے حکم کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا﴾ ''چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں'' اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنے چہروں کو دین حق یعنی اسلام پر قائم رکھو یعنی توحید اور عمل صالح پر اور کسی باطل دین کی طرف التفات نہ کرو۔

(2) ﴿فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ﴾ ''چنانچہ آپ اپنا رخ دین پر قائم رکھیں'' اپنے آپ کو دین کی طرف متوجہ رکھیے اور اس سے مراد اسلام، ایمان اور احسان ہے یعنی اپنے قلب وقصد اور بدن کے ساتھ ظاہری شرائع کو قائم کیجیے مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ اور اس کے ساتھ ساتھ باطنی شرائع پر عمل کیجیے مثلاً اللہ تعالیٰ سے محبت، اس سے خوف، اس پر امید اور اس کی طرف انابت وغیرہ۔ ظاہری اور باطنی شرائع میں احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو اس طرح اس کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''چہرے کو قائم رکھنے'' کا خاص طور پر ذکر کیا ہے؟ کیونکہ قلب کی توجہ، چہرے کی توجہ کی پیروی کرتی ہے اور ان دونوں امور پر بدن کی سعی مترتب ہوتی ہے اس لیے فرمایا: ﴿حَنِيۡفًا﴾ ''یکسو ہو کر'' یعنی ہر طرف سے منہ پھیر کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھتے ہوئے۔ (سعدی:2072,2071/3)

(3) ﴿فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا'' یعنی دین حق کی طرف اپنے چہروں کو جمائے رکھو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی فطرت پر یعنی ایمان اور توحید پر پیدا کیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1162,1161)

(4) رب العزت نے دلوں میں حق کی محبت اور اس کو ترجیح دینا اور شریعت کے ظاہری اور باطنی احکامات کی طرف ساری مخلوقات کا میلان رکھ دیا ہے۔ (بخاری:4779)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مشرکوں کی اولاد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تو وہ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا اعمال کرنے والے ہیں۔'' (بخاری:1383)

(6) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''پھر ہم ایسے باغ میں آئے جو ہرا بھرا تھا، اس میں موسم بہار کے سب پھول تھے، اس باغ کے درمیان ایک بہت لمبا شخص کھڑا تھا، اتنا لمبا کہ میرے لیے اس کا سر دیکھنا دشوار تھا کہ وہ آسمان سے باتیں کرتا تھا اور اس کے اردگرد بہت سے بچے تھے کہ اتنے میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے تو ان دونوں (فرشتوں) نے کہا کہ وہ لمبا شخص جو باغ میں نظر آیا تھا وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اس کے اردگرد جو بچے ہیں وہ تمام بچے ہیں جو (بچپن ہی میں) فطرت پر مر گئے۔ اس پر بعض مسلمانوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں داخل ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! مشرکین کے بچے بھی (ان میں داخل ہیں)۔'' (بخاری:7047)

(7) ﴿لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں'' اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کو

نہیں بدل سکتا۔(جامع البیان:52/21)

(8)﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''یہی سیدھا دین ہے''یعنی یہی صراط مستقیم ہے جو اللہ تعالیٰ کے عزت والے گھر کی طرف پہنچاتا ہے جو کوئی اس دین پر یکسو ہو کر چلتا ہے وہ صراط مستقیم پر ہے۔

(9)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ انسان کی فطرت کیا ہے انسان کو کس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اور دین قیم پر قائم رہنا کیوں ناگزیر ہے؟ ان ہی وجوہات کی بناء پر اسلام سے ناآشنا رہتے ہیں اور سچے دین کا علم حاصل نہیں کرتے۔

(10)رب العزت نے فرمایا﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ آپ کہہ دیں:''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے، مشرکوں میں سے نہ تھے۔''(الانعام:161)

(11)﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ﴾''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے''(المائدہ:3)

(12)﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَھُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا۔ مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے''۔(آل عمران:19)

(13)﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَھُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا''(آل عمران:85)

(14)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''دس خصلتیں فطرت سے ہیں:(i)مونچھیں کاٹنا(ii)داڑھی کو چھوڑ دینا (iii)مسواک کرنا(iv)وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنا(v)ناخن کاٹنا(vi)انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا(vii)بغل کے بال نوچنا(viii)زیر ناف بال مونڈنا(xi)استنجا کرنا۔راوی مصعب بن شیبہ کہتا ہے کہ دسویں چیز مجھے بھول گئی ہے، شاید کہ وہ کلی کرنا تھی۔(مسلم:604)

(15)سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا: سنو! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جو اس نے مجھے آج سکھایا ہے اور اس سے تم ناواقف ہو، وہ میں تمہیں سکھا دوں۔(اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ) جو مال میں نے اپنے بندوں کو دیا ہے، وہ ان کے لیے حلال ہے(یعنی جو شریعت میں حرام نہیں ہے وہ حلال ہے)اور میں نے اپنے سب بندوں کو یک طرفہ وخالص

دین پر پیدا کیا ہے، پھر ان کے پاس شیطان آئے اور انہوں نے انہیں ان کے دین سے گمراہ کیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں وہ ان پر حرام کیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں، جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نگاہ ڈالی اور سوائے چند اہل کتاب کے لوگوں کے عرب وعجم سب کو ناپسند فرمایا، وہ فرماتا ہے، (اے محمد!) میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے ، تاکہ میں تیری آزمائش کروں اور تیرے ساتھ (تیری امت کی) آزمائش کروں۔ میں نے تجھ پر ایک کتاب اتاری ہے، جسے پانی نہیں دھو سکتا، تم سوتے اور جاگتے اس کی قراءت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قریش کو جلادوں (یعنی قتل کردوں)، تو میں نے کہا، اے میرے رب! (اگر میں نے ایسا کیا تو) وہ میرا سر کچل دیں گے اور روٹی کی طرح اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا، انہیں نکال دے جیسے انہوں نے تجھے نکالا، تو ان کے خلاف جہاد کر، ہم تیری مدد کریں گے اور تو خرچ کر، عنقریب تجھ پر خرچ کیا جائے گا اور تو (جہاد کے لیے) لشکر بھیج تو ہم اس جیسے پانچ لشکر بھیجیں گے اور جو لوگ تیری اطاعت کرتے ہیں، انہیں ساتھ ملا کر ان لوگوں سے لڑ جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ (مسلم:7207)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دین پر قائم رہنے کا کیوں حکم دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس لیے دین پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے کہ دین ہی انسان کو خواہش پرستی سے بچا سکتا ہے۔

(2) دین علم اور تحقیق کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ خواہش پرستی حق کی بنیاد پر نہیں ہوتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر طرف سے رُخ پھیر کر دین اسلام کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا ہے۔

سوال 3: فطرت کے کیا معنی ہیں؟

جواب: فطرت کے اصل معنی خلقت یعنی پیدائش کے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت پر پیدا کیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر پیدا ہونے والا بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔'' (بخاری:4775)

سوال 5: ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں یعنی فطرت جو اسلام ہے اس سے نہ ہٹ جاؤ۔ صحیح تربیت کے ذریعے اس کی نشوونما کرو تاکہ ایمان ہر بچے کے اندر پختہ ہو جائے۔

سوال 6: اکثر لوگ کس بات کو نہیں جانتے؟

جواب: اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ انسان کی فطرت کیا ہے؟ انسان کو کس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے؟ اور دین قیم پر قائم رہنا کیوں ناگزیر ہے؟ ان ہی وجوہات کی بناء پر اسلام سے نا آشنا رہتے ہیں۔ سچے دین کا علم حاصل نہیں کرتے۔

﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

''اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہوکر اور اُسی سے ڈر جاؤ اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہوجاؤ'' (31)

سوال 1: ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہوکر اور اُسی سے ڈر جاؤ اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہوجاؤ'' توحید اور نماز کے حکم کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ﴾ ''اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہوکر'' اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرو اس کی طرف جھکے رہو، اس سے ڈرتے رہو، اس کی عبادت کرو، اسی کی رضا حاصل کرو۔

(2) ﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اور اُسی سے ڈر جاؤ'' یعنی اسی سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رک جاؤ۔

(3) ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرو'' یعنی نماز کو اوقات کی پابندی اور شرائط کا اہتمام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت سے ادا کرو۔

(4) اللہ تعالیٰ نے مامورات میں سے نماز کا خاص طور پر حکم دیا کیونکہ نماز ہی انابت اور تقویٰ کی طرف بلاتی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ ''آپ تلاوت کرو اس کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو یقیناً نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔'' (العنکبوت:45)

(5) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور کافروں کے درمیان عہد نماز ہے، جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔'' (ترمذی:2621)

(6) عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نماز کے علاوہ اعمال میں سے کسی چیز کو چھوڑنا کفر نہیں سمجھتے تھے۔ (ترمذی:2622)

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ

نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ (بخاری:25)

(8)﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ ''اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے منہیات میں سے برائیوں کی جڑ یعنی شرک سے روکا ہے کیونکہ شرک انابت کی ضد ہے اور انابت کی روح اخلاص ہے۔

سوال 2: انسان کے اندر تقویٰ کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: انسان جب ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا شعور ملتا ہے یہی باطنی شعور تقویٰ ہے۔

سوال 3: انسان نماز قائم کرنے والا کیسے بنتا ہے؟

جواب: انسان جب اللہ تعالیٰ کا شعور حاصل کرتا ہے اُس سے اُمیدیں باندھتا ہے اُسی سے خوف محسوس کرتا ہے تو یہ چیز اُسے صلوٰۃ تک لے جاتی ہے۔

سوال 4: نماز سے انسان کیسے توحید پرست بن جاتا ہے؟

جواب: نماز سے انسان کا اللہ تعالیٰ سے ایک تعلق بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز انسان کے شعور سے مٹتی چلی جاتی ہے۔ یوں انسان توحید پرست بن جاتا ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے دین پر قائم رہنے کے لیے کیا اُصول بتائے ہیں؟

جواب: (1) انابت الی اللہ (2) تقویٰ (3) اقامت صلوۃ (4) شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

﴿مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾

''اُن لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور بہت سے گروہ بن گئے ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اُس کے پاس ہے'' (32)

سوال 1: ﴿مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ ''اُن لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور بہت سے گروہ بن گئے ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اُس کے پاس ہے۔'' مشرکوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ﴾ ''اُن لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا'' مشرکوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ دین جو ایک ہے یعنی ایک اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنا۔ ایک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھروں، بتوں، سورج اور چاند کو معبود بنا بیٹھے۔ (2)﴿وَكَانُوا شِيَعًا﴾ ''اور بہت سے گروہ بن گئے'' یعنی ہر ایک نے تعصب زدہ ہو کر اپنا گروہ بنا لیا۔

(3)﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ''ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اُس کے پاس ہے''یعنی وہ انبیاء کی لائی ہوئی وحی کی مخالفت کرتے ہیں اوراس پر خوش ہیں کہ وہ خود اور انبیاء کی مخالفت کرنے والے حق پر ہیں۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا اور گروہ گروہ بن گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، یقیناً ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے، پھر وہی ان کو بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:159)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور انبیاء علیہم السلام علاتی بھائیوں (کی طرح) ہیں۔ان کے مسائل میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن دین سب کا ایک ہی ہے۔" (بخاری:3443)

(6)﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور اپنے پاس واضح احکامات آنے کے بعد بھی اختلاف کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا۔'' (آل عمران:105)

(7)﴿فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ''پھر انہوں نے اپنے معاملے (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی گروہوں میں ہو گئے ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہیں۔'' (المومنون:53)

(8)﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔'' (آل عمران:103)

(9)﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''لوگ ایک ہی اُمت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں اُنہوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی، جس میں اُنہوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (البقرہ:213)

(10)﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور تمام لوگ ایک ہی اُمت تھے، پھر وہ الگ الگ ہو گئے اور اگر آپ کے رب کے پاس ایک بات پہلے ہی سے طے نہ ہوتی تو اس بارے میں

ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں"۔ (یونس:19)

سوال 2: کون لوگ اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیتے ہیں؟

جواب: (1) مشرکین اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیتے ہیں۔ مثلاً بعض لوگ ملائکہ، انبیاء، اولیاء وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں بعض پیروں فقیروں کو بعض پتھروں اور بتوں کو۔ (2) جو لوگ اصل دین کو چھوڑ کر دین میں من چاہی تبدیلیاں کر لیتے ہیں جیسے یہودی، عیسائی وغیرہ۔

سوال 3: ہر گروہ اُسی چیز میں کیوں مگن ہے جو اُس کے پاس ہے؟

جواب: ہر گروہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور دوسرے باطل پر۔ اپنے فرقے پر وہ مگن ہیں خوش ہیں اس کے لیے دلائل دیتے ہیں کیونکہ وہ اسی کو حق سمجھتے ہیں۔

﴿وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾

"اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اُسی کی طرف رجوع کر کے پکارتے ہیں پھر جب وہ اپنی رحمت کا مزہ اُنہیں چکھاتا ہے تو اچانک اُن میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے" (33)

سوال 1: ﴿وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ "اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو اُسی کی طرف رجوع کر کے پکارتے ہیں پھر جب وہ اپنی رحمت کا مزہ اُنہیں چکھاتا ہے تو اچانک اُن میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے" مصیبت میں رب یاد آتا ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ﴾ "اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے" جب لوگوں کو کوئی بیماری یا تکلیف پہنچتی ہے۔

(2) ﴿دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ﴾ "اپنے رب کو اُسی کی طرف رجوع کر کے پکارتے ہیں" مصیبت میں لوگ شرک چھوڑ کر رب کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔

(3) ﴿ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً﴾ "پھر جب وہ اپنی رحمت کا مزہ اُنہیں چکھاتا ہے" یعنی جب اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے دیتے ہیں اور مصیبت سے نجات عطا کرتے ہیں۔

(4) ﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ﴾ "تو اچانک اُن میں سے ایک گروہ" تب ایک گروہ رجوع الی اللہ کو چھوڑ کر۔

(5)﴿بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے'' ایسی ہستیوں کو رب کا شریک بنا دیتا ہے جو ان کی صحت، خوش بختی اور خوش حالی پر کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ وہ ناشکری کرتے ہیں حالانکہ شکر اور دائمی اخلاص کو اختیار کر سکتے ہیں۔

(6)﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔ پھر جب وہ تم سے تکلیف دور کر دیتا ہے تب تم میں سے ایک گروہ یکا یک اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔'' (النحل:53-54)

سوال2: خواہش پرست انسان کا مصیبت میں کیا رویہ ہوتا ہے؟

جواب: خواہش پرست انسان کا عقیدہ مضبوط نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے اس کی شخصیت کے رنگ پکے نہیں ہوتے۔ وہ حالات کی وجہ سے بدلتا ہے۔ جب مصیبت آتی ہے تو رب کو یاد کرتا ہے اور مصیبت دور ہو جاتی ہے تو رب کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔

سوال3: کون لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں؟

جواب: جو لوگ صحیح عقیدہ نہیں رکھتے وہ خوش گوار حالات میں رب کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دوسروں کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔

﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۟ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾

''تا کہ ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے وہ اُس کی ناشکری کریں سو تم مزے اُڑاؤ کہ جلد ہی تم جان لو گے'' (34)

سوال1:﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۟ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''تا کہ ہم نے جو کچھ اُن کو دیا ہے اُس کی ناشکری کریں، سو تم مزے اُڑاؤ کہ جلد ہی تم جان لو گے'' شرک ناشکری ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ﴾ ''تا کہ ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے وہ اُس کی ناشکری کریں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کرنے کے لیے شرک کرتے ہیں۔ (2)﴿فَتَمَتَّعُوْا﴾ ''سو تم مزے اُڑاؤ'' دنیا میں اور چند دن مزے کر لو۔

(3)﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''کہ جلد ہی تم جان لو گے'' یعنی تم کفر کا اور کفران نعمت کا انجام جلد ہی جان لو گے۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ (۵۳) ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ (۵۴)﴾ ''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو پھر جب وہ تم سے تکلیف دور کر دیتا ہے تب تم میں سے ایک گروہ یکا یک اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔'' (النحل:54,53)

(4)﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ﴾ پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں عبادت کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، پھر جب وہ اُنہیں نجات دے کر خشکی میں لے جاتا ہے تب وہ اچانک ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔ (العنکبوت:65)

(5)﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ ''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے، پھر جب وہ اُسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتا ہے تاکہ اُس کے راستے سے گمراہ کردے آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اُٹھالو، یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو۔'' (زمر:8)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی رحمت پر لوگ ناشکری کا رویہ کیسے رکھتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت پر لوگ احسان ناشناسی سے ناشکری کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ﴾

''کیا ہم نے اُن پر کوئی دلیل نازل کی ہے؟ پھر وہ اُن کے بارے میں بتاتی ہے جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں'' (35)

سوال: ﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے اُن پر کوئی دلیل نازل کی ہے؟ پھر وہ اُن کے بارے میں بتاتی ہے جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں'' بلا دلیل شرک، بلا دلیل عبادت کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا﴾ ''کیا ہم نے اُن پر کوئی دلیل نازل کی ہے؟'' یعنی کیا ان پر ہم نے آسمان سے کوئی ظاہری دلیل اتاری ہے۔

(2)﴿فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر وہ اُن کے بارے میں بتاتی ہے جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں'' وہ دلیل انہیں کہتی ہے کہ اپنے شرک پر قائم رہو، اپنے شک پر جمے رہو تمہارا موقف حق ہے اور جس چیز کی طرف تمہیں انبیاء و مرسلین دعوت دیتے ہیں وہ باطل ہے۔ کیا کوئی ایسی دلیل تمہارے پاس موجود ہے جو شرک کو سختی کے ساتھ پکڑے رکھنے کی موجب ہے؟ یا اس کے برعکس تمام عقلی و نقلی دلائل، تمام کتب الٰہی، تمام انبیاء و مرسلین اور بڑے بڑے لوگ شرک سے نہایت شدت کے ساتھ روکتے ہیں اور ان تمام راستوں پر چلنے سے باز رکھتے ہیں جن کی منزل شرک ہے اور ایسے شخص کی عقل و دین کے فساد کا حکم لگاتے ہیں جو شرک کا ارتکاب کرتا ہے؟

پس ان مشرکین کا شرک، جس پر کوئی دلیل اور برہان نہیں محض خواہشاتِ نفس کی پیروی اور شیطانی وسوسے ہیں۔(سعدی:2074/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ "کہہ دو کیا تم نے دیکھا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، مجھے بھی دکھاؤ کہ اُنہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کی کوئی نقل شدہ بات ہی میرے پاس لاؤ۔" (الاحقاف:4)

(4) ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "تم اللہ تعالیٰ کے سوا محض چند ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں، اُس نے حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔" (یوسف:40)

(5) ان کے پاس شرک کی کوئی عقلی نقلی دلیل نہیں ہے۔

﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ﴾

"اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اُن کے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیجا اُنہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو یکایک مایوس ہو جاتے ہیں" (36)

سوال 1: ﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ﴾ "اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اُن کے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیجا اُنہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو یکایک مایوس ہو جاتے ہیں" نعمتوں پر اتراہٹ، مصیبت پر مایوسی یہ کیا طرز عمل ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا﴾ "اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں" رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اکثر لوگ نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہوئے خوشی کا اظہار نہیں کرتے تکبر کے ساتھ اتراتے ہوئے خوش ہوتے ہیں۔

(2) یہ مشرکوں، کافروں اور جاہلوں کی صورت حال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، انہیں مالی وسعت عطا کرتے ہیں، صحت دیتے ہیں تو اتراہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

(3) ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ﴾ "اور اگر اُن کے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیجا اُنہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو یکایک مایوس ہو جاتے ہیں" اگر انہیں اپنے اعمال کے باعث انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتے ہیں یعنی

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں۔

(4) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قنوط اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرائض کو چھوڑ دیتا ہے۔(فتح القدیر:4/282) رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ﴾ ''پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اُس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو کوئی مصیبت آ جاتی ہے اس کے سبب جو اُن کے اپنے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے۔'' (الشوریٰ:48)

(5) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے، اس کا ہر کام اس کے لیے خیر (کا باعث) ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح) کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔ (مسلم:7500)

سوال 2: خواہش پرستوں کا اللہ تعالیٰ کی رحمت پانے پر کیا رویہ ہوتا ہے؟

جواب: خواہش پرست اللہ تعالیٰ کی رحمت پا کر خوش ہو جاتے ہیں۔

سوال 3: خوش حالی اور بدحالی تو اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق آتی ہے پھر لوگ اندھے کیوں بن جاتے ہیں؟

جواب: لوگ زندگی کے فیصلے ظاہری حالات کے مطابق کرتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کی سنت کو سمجھتے ہیں نہ اس کی حکمت کو۔

سوال 4: خوش حالی اور بدحالی میں ایک معیار کے مطابق رویہ کون رکھتا ہے؟

جواب: خوش حالی اور بدحالی میں ایک اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والا اس کی تقدیر پر یقین رکھنے والا ایک معیار کے مطابق رویہ رکھتا ہے۔

سوال 5: خوش حالی اور بدحالی میں معیاری رویہ کیا ہے؟

جواب: (1) خوش حالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔ (2) بدحالی میں صبر کرنا۔ (3) خواہش پرستوں کو یہ معیار نصیب نہیں ہوتا۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے؟ بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں'' (37)

سوال 1: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے؟ بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں

جو ایمان لاتے ہیں" رزق میں تنگی اور فراخی کا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا﴾ "اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا" یعنی کیا انہوں نے غور نہیں کیا۔

(2)﴿اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ "کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے؟" یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے۔ فراخی امتحان کے لیے ہے تاکہ وہ دیکھے کہ کون شکر ادا کرتا ہے اور کون ناشکری کرتا ہے تنگی رزق بھی امتحان ہے تاکہ وہ دیکھے کہ کون صبر کرتا ہے اور کون ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اور کون بے صبری کرتا ہے۔ جب ان کی آنکھیں ہیں تو وہ ان سے دیکھ سکتے ہیں، جب ان کے پاس دل ہے تو وہ ان سے سمجھ سکتے ہیں تاکہ وہ تنگی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور کشادگی اور فراخی میں اتراہٹ اور تکبر میں مبتلا نہ ہوں۔

(3)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ "بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں" یقیناً رزق کی فراخی اور تنگی میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں کہ وہ تقدیر کا مالک ہے وہی رزق کو مقدر کرتا ہے پھر جب خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو مایوسی کیوں؟

(4) ایمان والے ہی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق تنگی اور کشادگی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی رحمت کو دیکھتے ہیں۔

(5) ایمان والے نشانیوں پر غور وفکر کر کے اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر نظر رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ "آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں، وہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور وہی تنگ بھی کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔" (الشوریٰ:12)

(7) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھوایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾ "اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اس کی ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ تعالیٰ جسے تو دے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو نہ دے اسے دینے والا کوئی نہیں اور کسی مالدار کو اس کی دولت و مال تیری بارگاہ میں کوئی نفع نہ پہنچا سکیں گے۔" (بخاری:844)

سوال 2: رزق کی کشادگی اور تنگی میں ایمان والوں کے لیے کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا اختیار نشانی ہے۔

ایمان والوں کے لیے رزق کے فیصلوں میں نشانی ہے بظاہر ایک جیسے اسباب ہونے کے باوجود رزق میں فرق آ جاتا ہے۔

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''چنانچہ رشتہ دار کو اور مسکین اور مسافر کو اُس کا حق دے دو اُن لوگوں کے لیے یہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' (38)

سوال 1: ﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''چنانچہ رشتہ دار کو اور مسکین اور مسافر کو اُس کا حق دے دو اُن لوگوں کے لیے یہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' رشتے داروں کو ان کا حق دے کر صلہ رحمی کا حکم ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ ''چنانچہ رشتہ دار کو اُس کا حق دے دو'' اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ قرابت دار کو اس کی قرابت اور ضرورت کے مطابق اس کا حق ادا کرو جو شارع نے واجب قرار دیا ہے یا اس کی ترغیب دی ہے مثلاً نفقاتِ واجبہ اور صدقات کی ادائیگی کرنا، ہدیہ دینا، نیک سلوک کرنا، سلام کرنا، عزت وتکریم کرنا، دوسرے کی لغزش کو معاف کرنا اور اس کی بدکلامی پر رواداری سے کام لینا (سعدی: 2077,2076/3)

(2) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' (بخاری: 5986)

(3) ﴿وَالْمِسْكِيْنَ﴾ ''اور مسکین'' مسکین کا حق ادا کرو مسکین وہ ہے جس کے پاس یا تو کچھ نہ ہو یا ہو تو اس کے کھانے پینے اور لباس کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہو۔

(4) سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین پر صدقہ کرنے کا تو ایک ثواب ہے یعنی صرف صدقے کا، جب کہ رشتہ دار پر صدقہ کرنے کا دوہرا ثواب ہے، صدقے کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔'' (ترمذی: 658)

(5) ﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافر کو'' مسافر جس کا زادِ راہ ختم ہو گیا ہو اپنے شہر سے دور ہو جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ انتہائی ضرورت مند ہو گا اس کے پاس مال ہے نہ ہاتھ میں کوئی کسب جس کے ذریعے سے وہ دورانِ سفر اپنی ضروریات کا انتظام کر سکتا ہو برعکس اس شخص کے جو اپنے شہر میں رہتا ہے اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غالب حالات میں اس کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ کسی صنعت وحرفت کا کام کرتا ہو گا جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہو گی۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ میں مسکین اور مسافر کا (الگ الگ) حصہ رکھا ہے۔ (سعدی: 2077,2076/3)

(6) ﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ﴾ ''اُن لوگوں کے لیے یہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ رکھتے ہیں'' یعنی ان حقوق کو اخلاص سے ادا کرے جو کہ بہترین اعمال ہیں، جن کا دوسروں کو نفع پہنچتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجرِ عظیم عطا کرے گا۔

(7) ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' یہی لوگ دنیا و آخرت میں عذاب سے نجات پائیں گے اور آخرت میں جنت میں داخل ہوں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے مال خرچ کرنے کو کیوں کہا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ رزق تو اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے جب وہ انسان کو نصیب ہو جاتا ہے تو وہ محض اُس کا ذاتی حق نہیں ہوتا اس مال میں رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کا بھی حق ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ترغیب دلائی ہے یہ اُن لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہوں۔ (3) اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والوں کے بارے میں واضح کیا ہے ایسے لوگ نجات پانے والے ہیں۔

سوال 3: وہ مال جو انسان دوسروں پر خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے دوسروں کا حق کیوں قرار دیا ہے؟

جواب: مال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کے پاس تو وہ رب کی امانت ہے جس کا مال ہے جہاں وہ چاہے خرچ کروالے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال کو دوسروں کا حق اس لیے قرار دیا کہ اگر رب نے مال والے کو مال دیا تو دوسرے کو محروم رکھا۔ اس لیے جو مال مال والے کے پاس ہے اس پر دونوں کا حق قائم ہے۔

سوال 4: رشتہ داروں کا حق کس لیے مقدم رکھا گیا؟

جواب: رشتے داروں کا حق رشتے کی وجہ سے مقدم رکھا گیا اسی وجہ سے رشتے دار کے ساتھ احسان کرنا دُہرے اجر کا باعث ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار پانا ہے۔

سوال 6: نجات پانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) نجات پانے سے مراد آخرت میں آگ کے عذاب سے نجات پانا ہے۔

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾

''اور سود پر جو تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو جائے سو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم زکوۃ سے دیتے ہو کہ

اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرتے ہو تو یہی لوگ ہیں جو کئی گنا بڑھانے والے ہیں'' (39)

سوال 1: ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ ''اور سود پر جو تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو جائے سو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم زکوٰۃ سے دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرتے ہو تو یہی لوگ ہیں جو کئی گنا بڑھانے والے ہیں'' عزت وجاہ اور ریا اور زیادتی کے خیال سے تحفہ دینے کی حقیقت کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اور سود پر جو تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو جائے سو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا'' یعنی اپنی ضروریات سے زائد مال جو تم عطا کرتے ہو اور اس سے تمہارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمہارے مال میں اضافہ ہو جائے۔ تم انہی لوگوں کو مال عطا کرتے ہو جن سے تمہیں عطا کردہ مال سے زیادہ معاوضے کی امید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس عمل کے اجر میں اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ اس میں اخلاص کی شرط معدوم ہے۔ اس قسم کے اعمال کے زمرے میں وہ اعمال آتے ہیں جو لوگوں کے ہاں عزت وجاہ اور ریا کے لیے کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان اعمال کے اجر میں اضافہ نہیں ہوتا۔ (سعدی: 2077/3)

(2) جس نے کسی کو اس خیال سے تحفہ بھیجا کہ وہ بدلے میں اس سے زیادہ دے گا، ایسے تحفے کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ نہیں اگرچہ ایسا کرنا جائز ہے حرام نہیں، اس طرح سے دینا لینا جائز ہے۔ مگر رحمت عالم ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے۔

(3) ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ﴾ ''اور جو تم زکوٰۃ سے دیتے ہو'' یعنی جو مال تم زکوٰۃ میں دیتے ہو وہ مال تمہیں بخل سے پاک کرتا ہے اور وہ مال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیا جاتا ہے اس میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

(4) ﴿تُرِيْدُوْنَ﴾ ''ارادہ کرتے ہو'' یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی سے تم ارادہ کرتے ہو۔

(5) ﴿وَجْهَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی رضا'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے مال دیتے ہو۔

(6) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جو کئی گنا بڑھانے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان کے مال کو کئی گنا بڑھا دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔

(7) صرف مال عطا کرنا بھلائی نہیں ہے جب تک کہ مقصد پاک نہ ہو رب العزت نے فرمایا ﴿الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى﴾ ''جو اپنا مال دیتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔'' (الیل: 18)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ دینے والے کے لیے اس کو پالتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنا بچھڑا پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری: 1410)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود زیادہ بھی ہو تو اس کا انجام بالآخر قلت ہی ہے۔ (مسند احمد: 395/1: 3753)(ابن ماجہ: 2279)(مستدرک حاکم: 37/2: 2262) سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیچنے والا اور خریدنے والا (سودا قائم رکھنے یا ختم کرنے کا) اس وقت تک اختیار رکھتے ہیں، جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں۔ اگر وہ سچ بولیں اور (سودے کی حقیقت کو) واضح کریں تو دونوں کو ان کے سودے میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ (کوئی عیب وغیرہ) چھپالیں (اور ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی کوشش کریں) اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے کی برکت مٹ جاتی ہے۔ (بخاری: 2114)

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ دینے والے کے لیے اس کو پالتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنا بچھڑا پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری: 1410)(مسلم: 2342)

سوال 2: سود سے بظاہر اضافہ معلوم ہوتا ہے لیکن سود میں اضافہ کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: (1) سود کی اپنی ایک نحوست ہے۔ سودی نظام میں ہزاروں لوگوں کی آہیں، سسکیاں شامل ہوتی ہیں جس کی وجہ سے سود میں برکت نہیں ہوتی۔ (2) سود ایک غیر فطری نظام ہے اس میں جو اضافہ محسوس ہوتا ہے وہ اصل میں نہیں ہوتا۔

سوال 3: زکوٰۃ وصدقات سے دُہرا فائدہ کیسے حاصل ہوتا ہے؟

جواب: زکوٰۃ وصدقات سے روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ باقی مال میں برکت ایسے ہوتی ہے کہ قیامت کے دن اجر وثواب میں کئی گنا اضافہ ہوگا۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

”اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اُن سے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں“ (40)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ”اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اُن سے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں“ اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا'' اللہ تعالیٰ ہی انسان کا خالق اور رازق ہے وہ بھوکا، ننگا اور ناسمجھ پیدا کرتا ہے پھر وہ رزق فراہم کرتا ہے تاکہ تم غذا کے ذریعے اپنی زندگی کا تحفظ کرسکو، قیامت کے دن حساب اور جزا کے لیے پھر وہ موت دے دیتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا رب العزت نے فرمایا ﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے ''اللہ تعالیٰ'' کہو: ''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'' (یونس:31)

(2) ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ ''اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اٹھائے جانے کا۔'' (الفرقان:3)

(3) ﴿هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو'' یعنی تمہاری تخلیق، تمہارے رزق، تمہاری زندگی، تمہاری موت اور موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے میں کوئی اور بھی شریک ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

(4) ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اُن سے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں'' اللہ تعالیٰ تخلیق، رزق، زندگی، موت دینے اور جلد اٹھانے میں یکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شریکوں سے پاک ہے جن کو لوگ اللہ تعالیٰ کے شریک قرار دے رہے ہیں کوئی ان کا افعال میں کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتا۔

(5) ﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں'' (الزخرف:87)

(6) ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہی اُنہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (العنکبوت:60)

(7) ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا﴾ ''اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مرجائے، مقررہ وقت لکھا ہوا ہے''۔ (آل عمران:145)

## رکوع نمبر 8

﴿ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِی النَّاسِ لِيُذِيۡقَهُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ عَمِلُوۡا لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ﴾

''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا تا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض کاموں کا اُنہیں مزہ چکھائے تا کہ وہ پلٹ آئیں'' (41)

سوال 1: ﴿ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِی النَّاسِ لِيُذِيۡقَهُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ عَمِلُوۡا لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ﴾ ''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا تا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض کاموں کا اُنہیں مزہ چکھائے تا کہ وہ پلٹ آئیں'' دنیا گناہوں سے بھر گئی، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ﴾ ''خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا'' گناہوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا ہے یعنی پیداوار میں کمی بارشوں کا نہ برسنا جس کے نتیجے میں خوفناک قحط آ جاتا ہے اور لوگ بھوک مرنے لگتے ہیں۔ پانی کے جانوروں کا مرجانا جس کی وجہ سے غذائی ضروریات پوری نہیں ہو پاتیں۔ وباؤں کا پھیلنا، نئے نئے امراض کا وجود میں آنا گناہوں کی پاداش میں ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نے زمین خراب کر دی ہے زمین و آسمان کی اصلاح اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا ''زمین پر ایک حد کا قائم ہونا چالیس دن کی عبادت سے بہتر ہے۔'' (ابوداؤد)

(4) حد جاری کرنے کی وجہ سے لوگ گناہوں سے ڈرنے لگ جاتے ہیں اور حرام کام چھوڑ دیتے ہیں۔ گناہوں کا چھوڑنا زمین و آسمان کی برکتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1529/2)

(5) ﴿لِيُذِيۡقَهُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ عَمِلُوۡا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض کاموں کا اُنہیں مزہ چکھائے'' اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اعمال کی جزا کا نمونہ دکھایا ہے۔ شرک گناہوں اور نافرمانیوں کی پاداش میں جنگیں، قحط، وبائیں امراض اعمال کا بدلہ ہی تو ہیں۔

(6) ﴿لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ﴾ ''تا کہ وہ پلٹ آئیں'' شاید کہ وہ اپنے معاملات سیدھے کر لیں۔ شاید کہ وہ توبہ کر لیں۔

(7) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی آزمائش کے ذریعے سے انعام کیا اور اپنے عذاب کے ذریعے سے احسان کیا ورنہ اگر وہ ان کے تمام کرتوتوں کی سزا کا مزہ چکھاتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار نہ چھوڑتا۔ (سعدی: 2078/3)

(8) سیدنا قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ کے قریب سے لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کہ ''مستریح یا مستراح منہ ہے یعنی اسے آرام مل گیا'' صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! المستریح یا المستراح منہ کا مطلب کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''مومن بندہ دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں نجات پا جاتا ہے وہ مستریح

ہےاور مستراح منہٗ وہ ہے کہ فاجر بندے سے اللہ تعالیٰ کے بندے، شہر، درخت اور چوپائے سب آرام پا جاتے ہیں۔" (بخاری:6512)

(9) یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور وہ اس وقت ہماری شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ ختم کردیں گے اور اسلام یا تلوار کے سوا کچھ قبول نہیں کریں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ اس زمانے میں دجال اور اس کے پیروکاروں کو ہلاک کردے گا اور یاجوج ماجوج کو بھی ختم کرے گا تو زمین سے کہا جائے گا کہ اب تو اپنے پھل اگا اور اپنی برکت کو لوٹا دے تو اس وقت اتنے بڑے بڑے انار ہوں گے کہ ایک انار کو لوگوں کی ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے کے ساتھ سایہ حاصل کریں گے اور ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کے لیے کافی ہوگا۔ (مسلم:7373)

(10) سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بدکار انسان سے (جب وہ مرجاتا ہے تو) بندے، شہر، درخت اور جانور سب ہی راحت محسوس کرتے ہیں۔" (بخاری:6512)

(11) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ دو آدمی آئے، ایک فقر وفاقہ کی شکایت لیے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی، تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک راستوں کے غیر ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ کسی محافظ کے بغیر (حیرہ سے) مکہ کی طرف چلے گا (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا) اور رہا فقر وفاقہ تو قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک (مال و دولت کی) اتنی فراوانی نہ ہو جائے) کہ ایک شخص اپنا صدقہ لے کر کسی (غریب) کو تلاش کرے گا لیکن کوئی اسے لینے والا نہیں ہوگا۔ (بخاری:1413)

سوال 2: خشکی سے کیا مراد ہے؟

جواب: خشکی سے مراد انسانی آبادیاں ہیں۔

سوال 3: تری سے کیا مراد ہے؟

جواب: تری سے مراد سمندری، ساحلی آبادیاں، سمندری راستے وغیرہ ہیں۔

سوال 4: فساد سے کیا مراد ہے؟

جواب: فساد سے مراد بگاڑ ہے یعنی ایسا بگاڑ جس سے انسانوں کا سکون لٹ جائے۔ جس سے انسانی معاشروں اور آبادیوں میں امن نہ رہے۔

سوال 5: فساد کا اطلاق کن کاموں پر ہوتا ہے؟

جواب: (1) فساد کا اطلاق نافرمانیوں اور برائیوں پر ہوتا ہے۔ (2) انسانوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا فساد ہے۔ (3) قتل وغارت گری فساد ہے۔ (4) زمینی وآسمانی آفات جو سزا اور تنبیہ کے طور پر نازل ہوتی ہیں۔ جیسے قحط، سیلاب کثرت اموات وغیرہ۔

سوال 6: جب فساد پھیل جاتا ہے تو کیسے حالات ہو جاتے ہیں؟

جواب (1) فساد پھیلنے کی وجہ سے خوف اور دہشت پھیل جاتی ہے۔(2) فساد پھیلنے کی وجہ سے امن وسکون ختم ہوجاتا ہے۔(3) فساد پھیل جاتا ہے تو آسمان سے آفتیں نازل ہوتی ہیں۔(4) فساد پھیلے تو قحط پھیل جاتا ہے۔(5) فساد پھیلے تو موتوں کی کثرت ہوجاتی ہے۔(6) فساد پھیلے تو خوف پھیل جاتا ہے۔(7) فساد پھیلتا ہے تو زلزلے آتے ہیں۔(8) فساد آئے تو سونامیاں آتی ہیں۔

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اس سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ اُن میں سے اکثر مشرک تھے'' (42)

سوال 1: ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اس سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ اُن میں سے اکثر مشرک تھے'' نافرمانوں کے انجام پر غور کرو آیت کی روشنی میں وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو'' زمین میں چلنے پھرنے کے حکم میں بدنی سیر اور قلبی سیر دونوں شامل ہیں۔قلبی سیر کا مقصد گزرے ہوئے لوگوں کے انجام پر غور وفکر ہے۔(سعدی:2078/3)

(2) ﴿فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''پھر دیکھو کہ اس سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟'' یعنی دنیا میں چل پھر کر لوگوں سے واقعات سن کر غور وفکر کرو کہ پہلے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کا انجام کیا ہوا؟ عذاب نے ان کی جڑ کاٹ دی۔رسوائی اور لعنت ان کا پیچھا کرتی رہی۔

(3) ﴿كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ﴾ ''اُن میں سے اکثر مشرک تھے'' یعنی ہلاک ہونے والے کثیر لوگ مشرک تھے۔

(4) آپ ان لوگوں جیسے اعمال سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے تباہ ہونے والی بستیوں کا مشاہدہ کرنے کی دعوت دے کر شعور کو کیسے بیدار کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اُن تباہ شدہ بستیوں کو چل پھر کر دیکھنے کی دعوت دی ہے جو اہل مکہ کے تجارتی سفروں میں اُن کے راستے میں پڑتی تھیں۔(2) اللہ تعالیٰ نے اُن بستیوں کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ ان کے رہنے والے لوگوں میں سے اکثر مشرک تھے۔

(3) بستیوں والے اگرچہ دوسرے جرائم بھی کرتے تھے لیکن خاص طور پر شرک کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے اُن کے شرک کی طرف توجہ دلا کر یہ بات چلنے پھرنے والوں پر چھوڑ دی ہے کہ اب وہ غور وفکر کریں کہ آخر کس وجہ سے شرک پر قائم رہنا ہے۔

﴿فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ الۡقَيِّمِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوۡمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوۡنَ﴾

''پس آپ اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا قائم رکھیں اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دن آئے جس کا ٹل جانا نہیں ہے، اُس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے'' (43)

سوال 1: ﴿فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوۡمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوۡنَ﴾ ''پس آپ اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا قائم رکھیں اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دن آئے جس کا ٹل جانا نہیں ہے، اُس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے'' قیامت سے پہلے مسلمان ہو جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ﴾ ''پس آپ اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا قائم رکھیں'' دین قیم، مستقیم دین ہے یعنی صراط مستقیم پر جم جاؤ۔ دین کے ظاہری باطنی تمام اعمال کو ثابت قدمی سے ادا کریں۔ دل، زبان اور اعضاء کے اعمال کو درست کر لیں۔ نیکیاں کرنے میں جلدی کر لیں۔ اپنی جوانی، اپنے زمانے میں نیک اعمال کر لیں۔

(2) ﴿مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دن آئے جس کا ٹل جانا نہیں ہے'' اس سے پہلے کہ قیامت آ جائے۔ جب وہ دن آ جائے گا۔ تو عمل کرنے والوں کو مہلت نہیں ملے گی۔

(3) ﴿يَوۡمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوۡنَ﴾ ''اس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے'' اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔ نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَرِيۡقٌ فِى الۡجَـنَّةِ وَفَرِيۡقٌ فِى السَّعِيۡرِ﴾ ''ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔'' (الشوریٰ:7)

(4) ﴿فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَـلۡقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الروم:30)

سوال 2: دین قیم کی طرف رُخ جما دینے کے لیے قرآن مجید کیا صورت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے؟

جواب: (1) دین قیم کی طرف رُخ کرنے کے لیے قرآن مجید یہ واضح کرتا ہے کہ اس کے لیے چہرے کو، اپنے رُخ کو مضبوطی سے دین قیم پر جمانا ہے۔ یہی نجات کا راستہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی اور راستہ تلاش نہیں کرنا اس راستے سے پھسلنا بھی نہیں ہے مضبوط قدم جمائے رہیں۔ (2) دین قیم کی طرف مضبوطی سے رُخ جمانے کے لیے یہ احساس دلایا گیا کہ وہ دن قریب ہے جس کے لیے ٹل جانا ممکن نہیں جس دن سب جدا جدا ہو جائیں گے اس کے آنے سے پہلے اپنا رخ اپنے رب کی طرف کر دو اپنے آپ کو دین پر جما دو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا

راستہ اختیار کرلو۔

سوال3: قیامت کے دن کا ٹل جانا ممکن نہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ قیامت کے آنے کو کوئی روک نہیں سکتا۔

سوال4: قیامت کے دن لوگ کیسے متفرق ہوجائیں گے؟

جواب: لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوجائیں گے ایک مومنوں کا گروہ ہوگا دوسرا کافروں کا۔

﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾

''جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے اور جس نے نیک عمل کیا تو وہ اپنے لیے سامان تیار کر رہے ہیں'' (44)

سوال1: ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ ''جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے اور جس نے نیک عمل کیا تو وہ اپنے لیے سامان تیار کر رہے ہیں'' اعمال ہی کام آئیں گے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ﴾ ''جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے'' یعنی کفر کا وبال کفر کرنے والے پر ہے اس کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ''جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے۔ اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل:15)

(2) ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ ''اور جس نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے لیے ہی سامان کر رہے ہیں'' جس نے نیک اعمال کیے قیامت کے دن ان ہی کے کام آئیں گے۔ وہ اپنی جنت آباد کر رہے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾ ''اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔'' (النساء:124)

(4) ﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟ یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟ کہ بلاشبہ تمہارے لیے اُس میں وہی ہوگا جو تم پسند کرتے ہو۔'' (القلم:35-38)

سوال 2: دین حق پر قائم رہنے کی دعوت کیوں دی گئی ہے؟

جواب: یہ دعوت اللہ تعالیٰ نے اس لیے دی ہے تا کہ اس کا انکار کرنے والوں پر ان کے کفر کا وبال ہو اور تا کہ نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے۔

سوال 3: نیک لوگ اپنی آرام گاہ کیسے سنوار رہے ہیں؟

جواب: یہاں آرام گاہ کے لیے مھد کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں فرش ہموار کرنا، راستہ بچھانا۔ اس کا مطلب ہے کہ عمل صالح کے ذریعے جنت میں جانے کا راستہ ہموار کر رہے ہیں۔

﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیکیاں کیں، یقیناً وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا'' (45)

سوال 1: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیکیاں کیں، یقیناً وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا'' جزا صرف اعمال پر منحصر نہیں اللہ تعالیٰ بے پایاں فضل سے جزا دے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیکیاں کیں'' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے ان کو ایسی جزا دے گا جہاں تک اعمال کی رسائی ہی نہیں۔

(2) اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جزا صرف اعمال پر منحصر نہیں اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل سے جزا دے گا جہاں تک اعمال نہیں پہنچا سکتے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال بھی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں نہیں لے جائیں گے)؟ فرمایا: ''ہاں! (میرے اعمال بھی مجھے جنت میں نہیں لے جائیں گے) الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔'' (بخاری: 5673)

(4) اللہ تعالیٰ مومنوں سے محبت کرتا ہے اس لیے انہیں انعامات سے نوازے گا۔

(5) ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ کافروں سے ناراض ہے اس لیے انہیں عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور انہیں سزا دیتا ہے۔

سوال 2: فضل سے جزا دینے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے ایک نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا کر دینا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ ایمان لاکر نیک عمل کرنے والوں کو اپنے فضل سے کیوں جزادیتے ہیں؟

جواب: (1) ایمان اور نیک اعمال سے ہی جزا مل سکتی ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کافروں کو ناپسند کرتے ہیں اس لیے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جزادیتا ہے۔

﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ يُّرۡسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيۡقَكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَلِتَجۡرِىَ الۡفُلۡكُ بِاَمۡرِهٖ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ﴾

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے اور تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اُس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر گزار بنو'' (46)

سوال 1: ﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ يُّرۡسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيۡقَكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَلِتَجۡرِىَ الۡفُلۡكُ بِاَمۡرِهٖ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے اور تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر گزار بنو'' بشارت دینے والی ہوائیں اللہ تعالیٰ کی نشانی ہیں، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ يُّرۡسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے'' اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بارش سے پہلے ہواؤں کا بھیجنا ہے جو خوش خبری دیتی ہیں کہ عنقریب بارش ہونے والی ہے وہی بادلوں کو اکٹھا کرتی ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ يُرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتۡ سَحَابًا ثِقَالًا سُقۡنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ الۡمَآءَ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اُٹھا لیتی ہیں، ہم اُسے کسی مُردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اُتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔'' (الاعراف: 57)

(2) ﴿وَّلِيُذِيۡقَكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ﴾ ''اور تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے'' جب اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے تو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے۔ بارش سے زمین اور زمین کے رہنے والوں میں خوشی اور زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور بندے جان لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بندوں کو رزق فراہم کرتا ہے بندوں کو نیک اعمال کا مشتاق ہو جانا چاہیے کیونکہ نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے کھولتے ہیں۔

(3) ﴿وَلِتَجۡرِىَ الۡفُلۡكُ بِاَمۡرِهٖ﴾ ''اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اس کے ارادے، اس کی حکیمانہ

تدابیر سے کشتیاں چلیں۔

(4)﴿وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ”اور تا کہ تم اُس کا کچھ فضل تلاش کرو“ یعنی تم کشتیوں کو اور جہازوں میں تجارتی سامان لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاؤ اور رزق حاصل کرو۔

(5)﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ”اور تا کہ تم شکرگزار بنو“ اس ہستی کے شکرگزار بنو جس نے تمہارے لیے یہ اسباب مہیا کیے اور تمہارے لیے رزق کے ذرائع پیدا کیے۔ نعمتوں سے مقصود یہ ہے کہ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اور زیادہ نعمتوں سے سرفراز کرے اور ان نعمتوں کو تمہارے پاس باقی رکھے۔ رہا نعمتوں کے مقابلے میں کفر اور معاصی کا ارتکاب کرنا تو یہ اس شخص کا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عنایات کے بدلے ناشکری کرتا ہے۔ اس کے اس رویے سے نعمتیں اس شخص سے کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔ (سعدی:2080/3)

(6)﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ اور اُس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اُس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔“ (ابراہیم:34)

سوال 2: اپنی رحمت کا مزا چکھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد بارش سے خوشی حاصل کرنا۔ (2) اسی سے مراد فصلوں کا لہلہا اُٹھنا ہے۔

سوال 3: ہواؤں کے ذریعے سے کون سی کشتیاں چلتی ہیں؟

جواب: (1) ہواؤں کے ذریعے بادبانی کشتیاں چلتی ہے۔ (2) مشینوں کے ذریعے چلنے والی کشتیوں اور جہازوں کے لیے بھی ہواؤں کا موافق ہونا ضروری ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتیاں چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ کشتی کا چلنا، رُکنا، ٹھہرنا اور ڈوب جانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔

(2) رب ہی چلانے پر قدرت رکھتا ہے۔

سوال 5: شکرگزاری کن نعمتوں پر ہوتی ہے؟

جواب: (1) شکرگزاری ہر نعمت پر ہوتی ہے۔ (2) ظاہری اور باطنی نعمتیں بے شمار ہیں۔

سوال 6: شکرگزاری سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں سب کچھ اس لیے عطا کیا ہے کہ اپنی زندگی میں اُن سے فائدہ اُٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی

اطاعت کرواسی کے غلام بن جاؤ۔

﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ رُسُلًا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَانۡتَقَمۡنَا مِنَ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تھے پھر وہ اُن کے پاس واضح نشانیاں لائے تھے تو ہم نے اُن سے انتقام لیا جنہوں نے جُرم کیا اور مؤمنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے'' (47)

سوال 1: ﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ رُسُلًا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَانۡتَقَمۡنَا مِنَ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تھے پھر وہ اُن کے پاس واضح نشانیاں لائے تھے تو ہم نے اُن سے انتقام لیا جنہوں نے جُرم کیا اور مؤمنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے'' نبی ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ رُسُلًا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تھے'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگر آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو جھوٹا کہتی ہے تو آپ غم نہ کریں یہ لوگوں کی عادت ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے۔

(2) ﴿فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ﴾ ''پھر وہ اُن کے پاس واضح نشانیاں لائے تھے'' وہ معجزات لے کر آئے لیکن ان کی قوموں نے رسولوں کو جھٹلا دیا۔

(3) ﴿فَانۡتَقَمۡنَا مِنَ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا﴾ ''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا جنہوں نے جُرم کیا'' جن لوگوں نے توحید کا انکار کیا اور رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(4) ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور مؤمنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے'' یعنی اہلِ ایمان کی نصرت ہم نے خود اپنے آپ پر واجب کی اہلِ ایمان کی نصرت کو جملہ متعین حقوق میں شامل کیا اور ان کے ساتھ اس نصرت کا وعدہ کیا۔ پس اس کا واقع ہونا ضروری ہے۔ محمد مصطفی ﷺ کی تکذیب کرنے والو! اگر تم تکذیب کی روش پر قائم رہے تو تم پر عذاب نازل ہوگا اور ہم تمہارے خلاف محمد ﷺ کو فتح و نصرت سے کریں گے۔ (سعدی:2081/3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ كَتَبَ رَبُّكُمۡ عَلٰی نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنۡ عَمِلَ مِنۡكُمۡ سُوۡٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَصۡلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ''اور جب آپ کے پاس وہ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کہہ دیں تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر رکھی ہے، یقیناً وہ جو تم میں سے نادانی میں کوئی بُرائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الانعام:54)

سوال 2: اللہ تعالیٰ رسول کیوں بھیجتے ہیں؟

جواب: (1) انسانوں کو حق کا راستہ دکھانے کے لیے دلائل دینے کے لیے۔

(2) اللہ تعالیٰ راستہ دکھانے کے بعد گناہ گاروں سے انتقام لینا چاہتے تھے جس کے لیے رسولوں کو بھیجنا ناگزیر تھا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی مدد کرنے کے لیے رسولوں کو بھیجا۔

سوال 3: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ﴾ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو کیا تسلی دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ کافروں کے جھٹلانے سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد مومنوں کو حاصل ہوگی اور مجرم ہلاک کیے جائیں گے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

"اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل اُٹھاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُنہیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے چنانچہ آپ بارش کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں" (48)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل اُٹھاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُنہیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے چنانچہ آپ بارش کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں" بادل کیسے اٹھتے ہیں؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا﴾ "اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل اُٹھاتی ہیں" رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ وہ کیسے بادل اٹھاتا ہے؟ ہوائیں کیسے بادل اٹھاتی ہیں۔

(2) ﴿فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ "پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُنہیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے" اللہ تعالیٰ بادلوں کو جیسے چاہتا پھیلا دیتا ہے۔

(3) ﴿وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا﴾ "اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے" تھوڑے سے بادل تمام آسمان پر چھا جاتے ہیں جو ایک دوسرے پر جمے

ہوئے ہوتے ہیں۔

(4)﴿فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ﴾ ”چنانچہ آپ بارش کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے درمیان سے نکل رہی ہے“ پھر آپ بادلوں کے درمیان سے چھوٹے چھوٹے قطرے گرتے دیکھتے ہو۔

(5)﴿فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ﴾ ”پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے“ پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برسا کر طرح طرح کے پھل پیدا کرتا ہے۔

(6)﴿اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ”تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں“ بارش برسنے پر لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ ابر کا کوئی ایسا ٹکڑا دیکھتے جس سے بارش کی امید ہوتی تو آپ ﷺ کبھی آگے آتے کبھی پیچھے جاتے کبھی گھر کے اندر تشریف لاتے کبھی باہر آجاتے اور چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا لیکن جب بارش ہونے لگتی تو پھر یہ کیفیت نہ رہتی ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”میں نہیں جانتا ممکن ہے یہ بادل بھی ویسا ہو جس کے بارے میں قوم عاد نے کہا تھا جب انہوں نے بادل کی وادیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تھا۔ آخر آیت تک، کہ ان کے لیے رحمت کا بادل آیا ہے حالانکہ وہ عذاب کا بادل تھا۔“ (بخاری:3206)

سوال2: ہوائیں بادل کو کہاں سے اُٹھاتی ہیں؟

جواب: بادل جہاں کہیں بھی ہوں ہوائیں انہیں اُٹھا لیتی ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ آسمان پر بادلوں کو کیسے پھیلا دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ بادلوں کو کبھی تہ بہ تہ کر دیتے ہیں کبھی ٹکڑے ٹکڑے آسمان پر بادلوں کی مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں کبھی چل پڑتے ہیں کبھی ٹھہر جاتے ہیں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ﴾

”حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے اس سے پہلے ہی یقیناً وہ مایوس تھے“ (49)

سوال:﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ﴾ ”حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے اس سے پہلے ہی یقیناً وہ مایوس تھے“ جہاں بارش ہوگئی وہاں کے لوگ پہلے بارش سے ناامید تھے، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ﴾ ”حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے اس سے پہلے ہی یقیناً وہ مایوس تھے“ یعنی جہاں بارش ہوگئی ہے وہاں کے لوگ بارش سے پہلے ناامید تھے۔

(2) نا امیدی کے بعد بارش آئی تو لوگ کھل اٹھے۔

﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مُردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (50)

سوال 1: ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مُردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار سے قدرت تک کے سفر کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں'' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار سے مراد بارش ہے۔ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ سے کہا کہ بارش کی طرف دیکھو۔

(2) ﴿كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟'' کیسے رب العزت نے بارش برسا کر مردہ زمین زندہ کر دی۔ اسی سے مردوں کو زندہ کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

(3) ﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ ''بلاشبہ وہ مُردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے'' یعنی جو رب زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ وہی مُردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے۔

(4) ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' یعنی اس کی قدرت سے کچھ بھی باہر نہیں۔ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنی قدرت کو انسانوں کی عقل اور فہم کے قریب لانے کے لیے مثالوں سے سمجھاتا ہے۔ الحمدللہ

سوال 2: آثار رحمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ پھل اور غلے وغیرہ ہیں جو بارش سے پیدا ہوتے ہیں۔

سوال 3: پھل اور غلے رحمت کا سبب کیسے بنتے ہیں؟

جواب: پھل اور غلے خوش حالی کا باعث بنتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

سوال4: دیکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: دیکھنے سے مراد عبرت کی نظر سے دیکھنا ہے۔

سوال5: عبرت کی نظر سے دیکھنے کے کیا فوائد ہوتے ہیں؟

جواب: (1) عبرت کی نظر سے دیکھنے کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا قائل ہوجاتا ہے۔(2) اس کی وجہ سے انسان یہ یقین کر لیتا ہے کہ جیسے رب زمین کو زندہ کرتا ہے ایسے ہی وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

﴿وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ﴾

''اور یقیناً اگر ہم ہوا بھیج دیں، پھر وہ کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں تو اس کے بعد یقیناً وہ ناشکری کرتے رہ جائیں'' (51)

سوال1: ﴿وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم ہوا بھیج دیں، پھر وہ کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں تو اس کے بعد یقیناً وہ ناشکری کرتے رہ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا﴾ ''اور یقیناً اگر ہم ہوا بھیج دیں، پھر وہ کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق کا یہ حال بیان کرتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کے سایہ کناں ہونے، زمین کے مرجانے کے بعد اس کے زندہ ہونے پر بہت خوش ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بارش کے بعد اگنے والی نباتات اور ان کی کھیتیوں پر نقصان دہ اور انہیں تلف کردینے والی ہوا بھیج دے ﴿فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا﴾ ''پھر وہ کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں'' جو تلف ہونے کی حالت کو پہنچ چکی ہے۔ (سعدی:2082/3)

(2) ﴿لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ﴾ ''تو اس کے بعد یقیناً وہ ناشکری کرتے رہ جائیں'' یعنی اگر ہرے بھرے کھیتوں پر خشک ہوائیں چلا دیں تو لوگ پچھلی نعمتیں بھول کر ناشکری پر اتر آتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ (٦٣) ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (٦٤) لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ (٦٥) اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (٦٦) بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (٦٧)﴾ ''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم ہی اُس کو اُگاتے ہو یا اُگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اُس کو ریزہ ریزہ کر دیں۔ پھر تم تعجب سے باتیں ہی بناتے رہ جاؤ۔ یقیناً ہم پر تو ضرور تاوان ڈال دیا گیا۔ بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے۔'' (الواقعۃ:63-67)

﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾

''پس یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے اور نہ ہی بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں'' (52)

سوال1: ﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''پس یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے اور نہ ہی بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں'' مُردوں اور بہروں کو پکار نہیں سنا سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ ''پس یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے''، یعنی قبروں میں مردوں کو آپ سنا نہیں سکتے۔

(2)﴿وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''اور نہ ہی بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں'' بہروں کو آواز پہنچانا آپ کے بس میں نہیں۔(3) جب انہیں حق کی دعوت پہنچائی جائے اور آخرت کا ذکر کیا جائے۔(فتح القدیر:290/4)

(4) یعنی کافروں کو ہدایت دینا آپ کے بس میں نہیں کیونکہ وہ حق سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''یا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔''(الفرقان:44)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کنویں پر کھڑے ہو کر فرمایا:''کیا جو کچھ تمہارے رب نے تم سے وعدہ کر رکھا تھا اسے تم نے سچا پالیا؟'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا:''یقیناً جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں یہ اس وقت اسے سن رہے ہیں۔'' اس حدیث کا ذکر جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ، رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا:''انہوں نے اب جان لیا ہوگا کہ جو کچھ میں نے ان سے کہا تھا وہ حق ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی:﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے والے ہوں۔''(النمل:80) اور یہ آیت بھی تلاوت کی:﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور آپ اُن کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔''
(فاطر:22)(بخاری 3980)

(7)﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سنیں بھی تو تمہاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی آپ کو خبر نہیں دے گا۔''(الفاطر:14)

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے مقتولین کو تین دن یوں ہی پڑا رہنے دیا، پھر آپ ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں پکار کر کہا: اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عقبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے وعدے کو سچا نہیں پایا؟ یقیناً میں نے تو اپنے رب کے وعدے کو سچا پالیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کیسے سنیں گے اور کیا جواب دیں گے، یہ تو مردہ ہو چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں جو کہہ رہا ہوں اسے رتم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے، البتہ یہ بات ہے کہ وہ جواب نہیں سکتے۔(مسلم:7223)

سوال 2: مردوں کو نہ سنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے مردے فہم اور شعور سے خالی ہوتے ہیں ایسے ہی یہ لوگ دعوت حق کو قبول کرنے اور سمجھنے سے قاصر ہیں۔

سوال 3: بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے بہرہ سننے کی صلاحیت سے محروم ہوتا آپ اسے سنا نہیں سکتے ایسے ہی آپ ﷺ کی نصیحت اُن کے لیے بے کار ہے جو سننا نہ چاہتے ہوں۔

سوال 4: حق کی دعوت کن لوگوں پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے؟

جواب: حق کی دعوت ان لوگوں پر اثر انداز نہیں ہوتی جو پیٹھ پھیر کر مڑنے والے ہوں۔

﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

''اور نہ ہی آپ اندھوں کو کبھی اُن کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں آپ کسی کو نہیں سنا سکتے اُن کے سوا جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، چنانچہ وہی اطاعت کرنے والے ہیں'' (53)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی آپ اندھوں کو کبھی اُن کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں آپ کسی کو نہیں سنا سکتے اُن کے سوا جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، چنانچہ وہی اطاعت کرنے والے ہیں'' اندھوں کو راستہ دکھانے پر آپ قادر نہیں، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ﴾ ''اور نہ ہی آپ اندھوں کو کبھی اُن کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں'' جو لوگ دل کی بینائی سے محروم ہوتے ہیں گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس گمراہی سے کوئی کیسے باہر لا سکتا ہے جب کہ دل دیکھنا نہیں چاہتے یعنی دل غور و فکر کرنا نہیں چاہتے۔ (2) اندھوں میں دیکھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ایسے ہی گمراہوں میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔

(3) ﴿اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''آپ کسی کو نہیں سنا سکتے اُن کے سوا جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، چنانچہ وہی اطاعت کرنے والے ہیں'' یعنی ہدایت کا سنوانا صرف انہی لوگوں کو فائدہ دے سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے، ہمارے احکام کی تعمیل کرتے اور ہمارے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں کیونکہ ان کے اندر وعظ و نصیحت کو قبول کرنے کا قوی داعیہ موجود ہے اور وہ ہے ہر آیت پر ایمان لانے اور مقدور بھر اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے مستعد رہنا۔ (سعدی:2083/3)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ ''بلاشبہ قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مُردوں کو تو اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔'' (الانعام:36)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والا کس کو پیغام سنا سکتا ہے؟

جواب:(1) جولوگ پیغام سن کر ایمان لے آئیں وہی حقیقت میں سننے والے ہیں۔(2) جو ماننا چاہتے ہوں ان ہی کو پیغام سنایا جاسکتا ہے۔

سوال 3: پیغام سن کر اطاعت کون لوگ کرتے ہیں؟

جواب: اطاعت وہ لوگ کرتے ہیں جو پیغام سن کر غور وفکر کرتے ہیں بات اُن کے دل کو اپیل کرتے ہی وہ اپنا طرزِ عمل بدلنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

## رکوع نمبر 9

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (54)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' انسانی پیدائش کے مختلف مراحل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے نطفے سے پیدا کیا اور وہ کمزور پانی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ﴾ ''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟'' (المرسلات:20) اللہ رب العزت انسان کو پیدائش کے مختلف مراحل سے گزارتے ہیں وہ نطفے سے جمے ہوئے خون میں پھر اس سے گوشت کے لوتھڑے میں پھر ہڈیوں سے پیدا ہوتا ہے پھر اس پر گوشت چڑھایا جاتا ہے پھر روح پھونک دی جاتی ہے پھر وہ کمزور اور نحیف پیدا ہوتا ہے۔ تمام قویٰ کمزور ہوتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:2/1537)

(2) ﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً﴾ ''پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی'' اللہ تعالیٰ انسان کی قوت میں اضافہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے ظاہری اور باطنی قویٰ مکمل ہو جاتے ہیں اور انسان جوان ہو جاتا ہے۔

(3) ﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً﴾ ''پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا'' یعنی جوانی کے بعد بڑھاپے میں لے جاتے ہیں تو قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ﴾ ''اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم

اُسے ساخت میں اُلٹ دیتے ہیں۔'' (یس:68)

(4)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے اور تم میں سے کوئی نکمی عمر کو لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (النحل:70)

(5)﴿يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ﴾ ''وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ اپنی مرضی کے مطابق بندوں میں تصرف کرتا ہے۔

(6)﴿وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ﴾ ''اور وہی سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تبارک تعالیٰ اپنے وسعتِ علم، عظمت، آثار اور کمال حکمت کو بیان کرتا ہے کہ اس نے انسان کو کمزوری سے پیدا کیا اور وہ اس کی تخلیق کے ابتدائی مراحل ہیں یعنی اسے نطفے سے جما ہوا خون بنایا پھر گوشت کا لوتھڑا بنایا اور پھر رحم کے اندر زندہ انسان بنایا پھر اس کو ماں کے پیٹ سے پیدا کیا۔ (سعدی:2083/3)

(7)﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا تم اُن کو دیکھتے ہو۔ اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (لقمان:10-11)

(8)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کا حق ہے، بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' (الحج:73-74)

سوال 2: بڑھاپے سے کیا مراد ہے؟

جواب: بڑھاپے سے مراد عمر کا آخری دور ہے جس میں کمزوری بڑھ جاتی ہے، ہمت کم ہو جاتی ہے، ہاتھ پاؤں کی گرفت کمزور پڑ جاتی ہے۔ انسان کے بال سفید ہو جاتے ہیں اور انسان کی ظاہری اور باطنی صفات میں کمزوری بڑھ جاتی ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور قدرت کو کیسے ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے کمزوری کی حالت سے توانائی کی حالت تک اور پھر بڑھاپے تک پہنچاتا ہے وہ ہر ایک چیز سے خوب واقف ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے'' (55)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے'' کافروں کی دنیا اور آخرت میں جہالت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی'' رب العزت نے قیامت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب قیامت قائم ہو جائے گی۔

(2) ﴿يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''مجرم قسمیں کھائیں گے'' مجرم اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے اور کہیں گے۔

(3) ﴿مَا لَبِثُوْا﴾ ''نہیں ٹھہرے'' یعنی دنیا میں نہیں رہے تھے۔

(4) ﴿غَيْرَ سَاعَةٍ﴾ ''ایک گھڑی کے سوا'' یعنی دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔

(5) کافر دنیا میں بھی جاہل رہے اور آخرت میں بھی محروم رہیں گے۔ آخرت میں بھی علم سے محروم رہیں گے۔ آخرت میں قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں صرف گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ ان پر حجت قائم نہیں ہوئی انہیں معذور سمجھا جائے۔

(6) ﴿كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے'' چونکہ ان کی یہ بات یعنی وہ دنیا کے اندر بھی ہمیشہ حقائق کو چھوڑ کر کذب بیانی کرتے رہے اور جھوٹ گھڑتے رہے دنیا کے اندر انہوں نے حق کی تکذیب کی جسے انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے اور آخرت میں وہ دنیا کے اندر طویل مدت تک رہنے کا انکار کریں گے۔ یہ ان کا بدترین خلق ہے اور بندہ اسی عادت اور ہیئت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرے گا۔ (سعدی: 2084/3)

(7) ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾ ''جس دن وہ اُسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح'' (النازعات: 46)

سوال 2: قیامت کو ساعت کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: (1) قیامت کا وقوع اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ساعت میں ہو جائے گا۔ (2) قیامت کو اس لیے بھی ساعت کہا گیا ہے کہ یہ دنیا کی آخری گھڑی ہو گی۔

سوال 3: گناہ گار لوگ کیوں قسمیں کھائیں گے؟

جواب: گناہ گار لوگ عادتاً قسمیں کھائیں گے جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔

سوال 5: گناہ گار لوگ کیا قسمیں کھائیں گے؟

جواب: گناہ گار لوگ یہ قسمیں کھائیں گے کہ دُنیا کی زندگی میں ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں کے اندازوں پر کیا تبصرہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: یہ لوگ بہکے ہوئے رہے یعنی دنیا میں بھی انہوں نے حقیقت کا غلط اندازہ لگایا اُنہوں نے اپنی عمر کو طویل سمجھا۔ دُنیا کی زندگی کو ہمیشہ کی زندگی سمجھا اور اب بھی دُنیا کی زندگی کے بارے میں غلط اندازہ لگایا کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تو بلا شبہ یقیناً تم اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے ہو تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے لیکن تم جانتے نہ تھے'' (56)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تو بلا شبہ یقیناً تم اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے ہو تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے لیکن تم جانتے نہ تھے'' ایمان والے اہل علم ہوشیاری سے جواب دیں گے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے'' نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''وہ انبیاء فرشتے اور ایمان والے ہوں گے۔'' (البحر المحیط: 402/8)

(2) ﴿لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تو بلا شبہ یقیناً تم اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے ہو'' کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی کتاب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق بعث کے دن تک ٹھہرے ہو۔ تمہیں اتنی عمر ملی تھی کہ جس میں نصیحت حاصل کر سکتے تھے۔ ایمان والوں نے دنیا میں بھی ان پر حجت قائم کی تھی، قیامت کے دن بھی وہی بتا رہے ہوں گے کہ تم

بعث کے دن تک ٹھہرے ہو۔(3)﴿فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ﴾ ''تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے''یعنی آج قیامت کا دن ہے۔
(4)﴿وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن تم جانتے نہ تھے''یعنی دنیا میں بھی تم نے موت کے بعد کی زندگی کا انکار کیا اسی لیے توبہ نہ کی اور آج بھی تم نہیں جانتے۔

سوال2: ایمان والے اور علم والے کیا جواب دیں گے؟

جواب: ایمان والے اور علم والے جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تم یوم قیامت تک ٹھہرے رہے۔آج کا دن یہ قیامت کا دن ہے لیکن تم علم نہیں رکھتے تھے۔

سوال3: علم والے قیامت کے دن کیوں سمجھائیں گے؟

جواب: علم والے دُنیا میں بھی سمجھاتے ہیں خیر خواہی کے جذبے کی وجہ سے کل قیامت میں بھی احساس دلائیں گے۔

سوال4: کتاب اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔(2) اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔(3) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

سوال5: قیامت تک ٹھہرے رہنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد پیدائش کے دن سے قیامت کے دن تک ٹھہرنا ہے۔

سوال6: لوگ کس بات پر یقین نہیں رکھتے تھے؟

جواب: قیامت کے آنے پر یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ مذاق اُڑانے کے لیے مطالبہ کرتے تھے کہ لے آؤ عذاب اگر تم سچے ہو۔

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾

''تو اُس دن جن لوگوں نے ظلم کیا اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا'' (57)

سوال1: ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''تو اُس دن جن لوگوں نے ظلم کیا اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا'' قیامت کے دن کوئی عذر قبول نہ ہوگا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَيَوْمَئِذٍ﴾ ''پھر اُس دن''یعنی بعث کے دن۔
(2)﴿لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ﴾ ''اُن لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی''اس دن اپنے رویوں کی غلطی کا احساس ہو جائے اور معذرت کرنا چاہیں تو معذرت قبول نہیں کی جائے گی نہ یہ موقع دیا جائے کہ توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب

سے بچ جائیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جنہوں نے کفر کیا آج معذرت نہ کرو یقیناً تم اسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے۔'' (التحریم:7)

(4) ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ﴾ ''جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا۔'' (المؤمن:52)

(5) ﴿وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''اور نہ اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا'' قیامت کے دن عذر کام نہیں آئیں گے، توبہ قبول نہ ہوگی یعنی وہ ہمیشہ عتاب میں رہیں گے۔

سوال 2: قیامت کے دن توبہ قبول کیوں نہیں کی جائے گی؟

جواب: توبہ دارالامتحان کے لیے ہے۔ جب غیب کا پردہ پھٹ جائے اس دن تو حقیقت سب پر کھل جائے گی۔ اُس دن اپنے رویوں کی غلطی کا احساس ہو جائے اور معذرت کرنا چاہیں تو معذرت قبول نہیں کی جائے گی نہ یہ موقع دیا جائے کہ توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔

﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کر چکے ہیں اور یقیناً اگر آپ اُن کے پاس کوئی معجزہ بھی لائیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ضرور کہیں گے کہ تم یقیناً باطل پرست ہو'' (58)

سوال: ﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کر چکے ہیں اور یقیناً اگر آپ اُن کے پاس کوئی معجزہ بھی لائیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ضرور کہیں گے کہ تم یقیناً باطل پرست ہو'' کا فر ایمان لانے والے نہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم بیان کر چکے ہیں'' یعنی ہم نے بیان کی ہیں۔

(2) ﴿لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ ''اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں'' یعنی قرآن میں لوگوں کے لیے طرح طرح کی مثالیں دی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات ہوتا ہے۔ (i) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایسی مثالیں بیان کر دی جن سے اللہ تعالیٰ

کی ذات کا اثبات ہوتا ہے (ii) جن سے رسولوں کی سچائی کا اظہار ہوتا ہے (iii) جن سے شرک کی حقیقت کھلتی ہے (iv) جن سے آخرت کی حقیقت کھلتی ہے (v) جن سے زندگی کی حقیقت اوراس کا مقصد واضح ہوتا ہے۔

(3) ﴿وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن کے پاس کوئی معجزہ بھی لائیں'' یعنی آپ ﷺ ان کے پاس کوئی معجزہ لے آئیں جو اس بات کی دلیل ہو کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

(4) ﴿لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ﴾ ''تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ضرور کہیں گے کہ تم یقیناً باطل پرست ہو'' کافر حق کو باطل ہی کہیں گے کیونکہ ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور وہ جہالت میں بہت بڑھ گئے ہیں۔

(5) انسان جب حقیقت کا ایک بار انکار کر دیتا ہے تو اُس کے دل میں رکاوٹ آجاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ایمان لانے کی توفیق نہیں دیتے ایسے لوگوں کے سامنے نشانیاں پیش کی جائیں تو وہ جھوٹا قرار دیتے ہیں۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر تیرے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (یونس:96)

(7) ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اُگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:261)

(8) ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ ۙ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان کی ہے؟ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' (ابراہیم:24-25)

(9) ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ښ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (41) اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (42) وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (43)﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا، دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو ایک گھر بناتی ہے اور یقیناً سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے، اگر وہ جانتے ہوتے یقیناً اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں اور وہ سب پر غالب کمال حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے ہی بیان کرتے ہیں۔ اور اُنہیں علم

رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔'' (العنکبوت:41-43)

(10) ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (۱) وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۲)﴾ ''بہت قریب آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: ''یہ ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔'' (القمر:1-2)

﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتے'' (59)

سوال 1: ﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتے'' علم نہ رکھنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتا'' اللہ تعالیٰ علم نہ رکھنے والوں کے دلوں پر اس طرح مہر لگا دیتا ہے کہ نہ بھلائی ان میں داخل ہو سکتی ہے، نہ وہ حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے، پھر جب وہ گناہ کو چھوڑ دیتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کے دل کی صفائی ہو جاتی ہے (سیاہ دھبہ مٹ جاتا ہے) اور اگر وہ گناہ دوبارہ کرتا ہے تو سیاہ نکتہ مزید پھیل جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے، اور یہی وہ ''رَانَ'' ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت ﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو وہ کماتے تھے'' (المطففین:14) میں کیا ہے۔'' (ترمذی:3334)

(3) ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ (۱۷۱) اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ (۱۷۲)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے ہی صادر ہو چکا۔ یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی۔'' (الصافات:171-172)

سوال 2: کسی کے دل پر کب مہر لگائی جاتی ہے؟

جواب: کسی کے دل پر اس وقت مہر لگا دی جاتی ہے جب اُس کا کفر اور سرکشی آخری حدوں کو پہنچ جاتی ہیں۔ اس کے بعد حق کی طرف جانے والے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں۔

﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ﴾

''پس آپ صبر کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور آپ کو وہ لوگ ہرگز ہلکا نہ پائیں جو یقین نہیں رکھتے'' (60)

سوال 1: ﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ ''پس آپ صبر کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور آپ کو وہ لوگ ہرگز ہلکا نہ پائیں جو یقین نہیں رکھتے'' نبی ﷺ کو دی جانے والی تسلی کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْبِرْ﴾ ''پس آپ صبر کریں'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ لوگوں کی مخالفتوں، دشمنیوں اور ایذاؤں پر صبر کریں۔

(2) ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت کا وعدہ سچا ہے۔ (الاساس: 4296/8)

(3) اس میں کوئی شک نہیں یہ چیز صبر میں مدد دیتی ہے کیونکہ جب بندے کو معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کا عمل رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ اس کا اجر اسے کامل طور پر مل جائے گا تو اسے اس راستے میں جو تکالیف اور مصائب پہنچتے ہیں وہ اسے معمولی نظر آتے ہیں اس کے لیے ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے اور اسے ہر بڑا اور زیادہ عمل کم نظر آتا ہے۔ (سعدی: 2086/3)

(4) ﴿وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور آپ کو وہ لوگ ہرگز ہلکا نہ پائیں جو یقین نہیں رکھتے'' یعنی وہ لوگ آپ ﷺ کو ہرگز ہلکا نہ پائیں گے۔ جن کا ایمان کمزور اور یقین بہت کم ہے، بنا بریں ان کی عقل بہت خفیف اور ان میں صبر بہت کم ہے۔ پس یہ لوگ آپ ﷺ کو ہرگز کمزور نہ پائیں آپ ان سے بچتے رہیں اور ان کی پرواہ نہ کریں ورنہ وہ آپ کو بہت کمزور اور ہلکا سمجھیں گے اور آپ کو اوامر ونواہی میں عدم ثبات پر محمول کریں گے۔ اس بارے میں نفس ان کی معاونت کرتا ہے اور مشابہت اور موافقت تلاش کرتا ہے۔'' (سعدی: 2086/3)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو کس چیز پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا؟

جواب: (1) لوگوں کی مخالفت پر۔ (2) لوگوں کی دشمنی پر۔ (3) لوگوں کے طعنوں اور تکلیف دہ باتوں پر۔

سوال 3: آپ ﷺ کو لوگ ہلکا نہ کریں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو یقین نہ رکھنے والے لوگ غصہ دلا کر صبر وتحمل ترک کرنے کے لیے مجبور نہ کریں۔

(2) آپ ﷺ حق پر ڈٹے رہیں، ثابت قدمی اختیار کریں۔

## آیاتها ۳۴ | ۳۱ سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ ۵۷ | رکوعاتها ۴

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 34 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 31 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 57 ہے۔

### رکوع نمبر 10

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿الٓمّٓ﴾

''الم''(1)

سوال:﴿الٓمّٓ﴾ ''الم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معانی اور مراد کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

﴿تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ﴾

''یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں''(2)

سوال1:﴿تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ﴾ ''یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں'' کتاب حکمت والی ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ﴾ ''یہ کتاب کی آیات ہیں'' یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی آیات ہیں۔

(2)﴿الۡحَكِيۡمِ﴾ ''حکمت والی'' یعنی کمال حکمت والی کتاب، محکم کتاب ہے۔

(3) یہ کتاب اپنے احکامات، اپنے معالجات میں، اپنی آیات کی ترتیب میں، سورتوں کی ترتیب میں، اپنے الفاظ میں، مخاطب کرنے کے طریقے میں اور اس میں جو آیات ہیں، جو کچھ بوجوہ بیان کیا گیا، اپنے الفاظ کی روانی میں حتیٰ کہ زماں و مکاں میں فرق آ گیا، ہر چیز کو اپنی جگہ رکھنے میں، اور جو اس کتاب کے حامل ہیں انہیں ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھنے کے قابل بنانے میں حکمت والی ہے۔ (الاساس فی التفسیر:8/4309)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی آیات کے محکم ہونے سے کیا مراد ہے، وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ ان آیات کی تعظیم کے لیے ان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محکم آیات ہیں جو ایک حکمت والی اور باخبر ہستی سے صادر ہوئی ہیں۔ ان آیات کے محکم ہونے سے مندرجہ ذیل امور مراد ہیں (i) یہ آیات نہایت واضح جلیل ترین اور فصیح ترین الفاظ میں آئی ہیں جو نہایت جلیل القدر اور بہترین معانی پر دلالت کرتی ہیں۔ (ii) یہ آیات تغیر و تبدل، کمی بیشی اور تحریف سے محفوظ ہیں۔ (iii) ان آیات میں گزشتہ زمانے اور آنے والے زمانے کے واقعات اور امور غیبیہ کے بارے میں خبریں دی گئی ہیں۔ وہ واقعات کے مطابق اور واقعات ان کے مطابق ہیں۔ کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے ان اخبار کی مخالفت نہیں کی۔ اب تک کوئی علمی، حسی یا عقلی تحقیق ان امور کے متناقض نہیں جن پر یہ آیات دلالت کرتی ہیں۔ (iv) ان آیات نے جس چیز کا بھی حکم دیا ہے وہ خالص یا راجح مصلحت

پر مبنی ہوتی ہے اور جن امور سے روکا ہے وہ واضح یا راجح مفاسد پر مبنی ہوتے ہیں۔ بہت سے معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی حکمت اور ان کے فوائد کا بھی ذکر کیا ہے اسی طرح کسی چیز سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ضرر اور مفاسد سے آگاہ کیا ہے۔ (۷) قرآن کریم کی آیات میں ترغیب وترہیب اور مواعظ بلیغہ اس انداز میں جمع ہیں کہ نیک نفس لوگ اس کے ذریعے سے اعتدال اختیار کرتے ہیں، اس کو اپنا فیصل بناتے ہیں اور نہایت جزم واحتیاط کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کی آیات، اس کے قصص اور احکامات وغیرہ میں تکرار پایا جاتا ہے مگر ان کے مضامین میں اتفاق ہے اور ان میں کوئی تناقض اور کوئی اختلاف نہیں۔ صاحب بصیرت جتنا زیادہ اس کے اندر تدبر اور غور وفکر کرتا ہے اس کی آیات واحکام میں توافق وتطابق کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے اس کو یقین ہو جاتا ہے جس میں شک وریب کا کوئی شائبہ نہیں کہ یہ قرآن حکمت والی اور قابل تعریف ہستی کی طرف سے ہے۔ وہ حکمت سے لبریز ہے، وہ تمام اخلاقِ کریمہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور بُرے اخلاق سے روکتا ہے مگر اکثر لوگ اس کی راہ نمائی سے محروم ہیں اس پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے روگردانی کرتے ہیں البتہ وہ لوگ روگردانی نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز کر کے روگردانی سے بچایا۔ وہ اپنے رب کی عبادت میں احسان سے کام لیتے ہیں اور اس کے بندوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں۔ (سعدی: 2088,2087/3)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے بارے میں کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ یہ حکمت بھری کتاب کی آیات ہیں یعنی کتاب میں حکمت ہے۔ ان آیات میں حکمت ہے۔

﴿هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ﴾

''نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے'' (3)

سوال 1: ﴿هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے'' قرآن مجید اخلاص والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿هُدًى﴾ ''ہدایت'' قرآن مجید ہدایت ہے ان کے لیے جو احسان کی صفت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب ان کی ہر معاملے میں راہ نمائی کرتی ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پہنچتے ہیں اور ہر تاریکی اور عذاب سے نکل آتے ہیں حیرت اور شک جیسا کوئی عذاب نہیں۔ (الاساس فی التفسیر: 4309/8)

(2) یہ کتاب ہدایت ہے سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور جہنم کی راہوں سے بچاتی ہے۔

(3) ﴿وَّرَحْمَةً﴾ ''اور رحمت'' یہ کتاب رحمت ہے اس کے ذریعے گمراہی اور بدبختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے ذریعے خیر کثیر نصیب ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سکون اطمینان اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ قرآن کے ذریعے دنیا اور آخرت کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

(4)﴿ لِّلۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴾ ''نیکی کرنے والوں کے لیے'' جو اپنے رب کی عبادت اخلاص سے کرتے ہیں جس میں شرک اور ریاکاری نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی عبادت کی کیفیات اور ان کے افعال اور ادائیگی کی پیروی کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1173،1172)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے پاس سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اور احسان کے متعلق پوچھا (مَا الۡاِحۡسَانُ؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿أَنۡ تَعۡبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنۡ لَمۡ تَكُنۡ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ﴾ احسان یہ کہ ''تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔'' (بخاری:50)

سوال 2: محسنین سے کون لوگ مراد ہیں؟ وہ کیسے کام کرتے ہیں؟

(1) محسن وہ ہے جو علم کامل یعنی یقین محکم رکھتے ہیں۔ (2) محسن یعنی مخلص وہ ہیں جو شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عمل کرتے ہیں جو عمل اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف کا موجب ہے اس لیے وہ اس کی نافرمانیوں کو ترک کرتے ہیں۔ (سعدی:2088/3)

(3) فرائض اور سنتوں کے ساتھ نفل نمازیں بھی پڑھتے رہتے ہیں۔

(4) اور حق تعالیٰ نے ان پر جو زکوٰۃ فرض کر دی ہے اسے مستحق لوگوں کو برابر ادا کرتے ہیں۔

(5) صلہ رحمی قائم رکھتے ہیں، عزیزوں سے تعلقات میں کشیدگی پیدا نہیں ہونے دیتے۔

(6 آخرت کی جزا کا یقین کر کے ثواب کی خاطر ذوق وشوق سے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب رہتے ہیں۔ (7) ریاکاری سے بچتے ہیں۔

(8) نہ عملوں کا لوگوں سے بدلہ طلب کرتے ہیں اور نہ شکریہ کے امیدوار رہتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1535/2)

سوال 3: یہ کتاب کیا کام کرتی ہے؟

جواب: (1) یہ کتاب محسنین کے لیے ہدایت بنتی ہے۔ (2) یہ کتاب محسنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے۔

سوال 4: یہ کتاب احسان کرنے والوں کے لیے کیسے ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے؟

جواب: (1) یہ کتاب ہدایت دیتی ہے کہ پہلے نماز قائم کر کے رب سے جڑ جاؤ۔

(2) یہ کتاب ہدایت دیتی ہے کہ زکوٰۃ ادا کرو اور اس کے ذریعے اہل ایمان کے دل جوڑ دو۔

(3) یہ کتاب ہدایت دیتی ہے کہ آخرت کے لیے زندگی گزارو۔

سوال 5: احسان کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) احسان کا لفظ ''حسن'' سے ہے۔ اس کا مطلب ہے نیکی کے کاموں کو احسن طریقے سے انجام دینے والا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی خلوص سے عبادت کرنے والا، عبادت میں خشوع وخضوع کرنے والا۔

(3) والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والا۔

(4) مستحقین اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا۔

﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾

''جولوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں'' (4)

سوال 1: ﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ ''جولوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں'' محسنین، مخلصین کی صفات کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ ''جولوگ نماز قائم کرتے ہیں'' محسن، مخلص وہ ہیں جو پانچ نمازیں شرائط اور ان کے ارکان کی پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس کی سنن واجبہ اور مستحبات کو پورا کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1173)

(2) نماز اخلاص، اللہ تعالیٰ سے مناجات، قلب وزبان اور جوارح کے تعبُّد عام کو شامل ہے اور باقی اعمال میں معاون ہے۔ (سعدی:2088/3)

(3) نماز کو خلوص اور خشوع کے ساتھ ادا کرنے سے نماز کی حکمت نصیب ہوتی ہے جس کا اثر بندے کے شعور اور طرزِ عمل پر مرتب ہوتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوتا ہے۔ یہی اخلاص ہدایت اور کامیابی کا سبب بنتا ہے۔

(4) نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور بندے کا حقیقی تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ اسی اُنس سے مٹھاس پیدا ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے انسان رب کی رضا کے لئے ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے رب کی رضا کے لیے کام کرنے والا ہی ہدایت کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

(5) ﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں'' یعنی وہ اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالتے ہیں سونے چاندی، سامان تجارت، کھیتی سے کھجور زیتون اور دوسری اجناس، بکریوں، گائیوں اور اونٹوں وغیرہ سے۔ (ایسر التفاسیر:1173)

(6) زکوٰۃ ادا کرنے والا بری صفات سے پاک ہوجاتا ہے مثلاً حرص اور بخل پر قابو پالیتا ہے۔

(7) زکوٰۃ کی وجہ سے انسان اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے اس طرح بندہ اسلام کے نظام کا حصہ بن کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

(8) زکوٰۃ کی وجہ سے بندہ مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہے ان کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

(9) زکوٰۃ یہ واضح کردیتی ہے کہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی محبت کو مال کی محبت پر ترجیح دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے محبوب مال کو خرچ کرتا ہے۔ (10) ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے جزا اور ثواب کے وعدوں پر یقین رکھتے ہے۔

(12) (i) آخرت پر یقین تمام نیکیوں کی بنیاد ہے۔ (ii) اس سے انسان کا شعور روشن اور دل بیدار ہوتا ہے۔ (iii) انسان کی نظریں دنیا سے بہت

آگے آخرت پر ہوتی ہیں اس لیے دنیا کے عارضی سامان کے مقابلے میں انسان کی نظریں بہت بلند ہو جاتی ہیں۔ یوں انسان کی نظریں رب پر لگ جاتی ہیں تو انسان کے اعمال میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

سوال 2: نماز محسنین کے لیے کیسے ذریعۂ ہدایت بنتی ہے؟

جواب: (1) نماز کو خلوص اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنے سے نماز کی حکمت اور اس کا اثر انسانی شعور اور انسانی طرز عمل پر مرتب ہوتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوتا ہے یہی اخلاص ہدایت کا اور کامیابی کا سبب بنتا ہے۔

(2) نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور بندے کا حقیقی تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اسی اُنس سے مٹھاس پیدا ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے انسان رب کی رضا کے لیے ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ رب کی رضا کے لیے کام کرنے والا ہی ہدایت کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

﴿اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

”یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“ (5)

سوال 1: ﴿اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ”یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“، مخلص لوگوں کے لیے کامیابی کی بشارت ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ”یہی لوگ“، یعنی مخلص لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں نماز ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

(2) وہ لوگ جو کامل علم رکھتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں۔

(3) ﴿عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ ”اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں“ وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ انہیں ایک واضح اور روشن راستہ مل گیا ہے جس پر وہ سوچ سمجھ کر ثابت قدمی سے چل رہے ہیں۔

(4) ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ”اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“ جن لوگوں نے آگ سے نجات پائی۔

(5) جنہوں نے اپنے رب کی رضا، اس کے دنیاوی اور اخروی ثواب کو پالیا اور اس کی ناراضی اور عذاب سے بچ گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فلاح کے راستے پر گامزن ہو گئے جس کے سوا فلاح کا کوئی اور راستہ نہیں۔ (سعدی: 2088/3)

جو لوگ جنت میں نیک لوگوں کے ساتھ داخل ہوں گے۔ الٰہی! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما دینا تو کریم ہے، رحیم ہے، عظیم ہے۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا، دوزخ نے کہا، مجھ میں بڑے بڑے زور آور اور مغرور لوگ داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا، مجھ میں ناتواں اور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ

سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، میں جس کو چاہوں گا تجھ سے عذاب دوں گا اور جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے۔ میں جس پر چاہوں گا تجھ سے رحم کروں گا اور تم دونوں کو بھر دیا جائے گا۔" (مسلم:7172)

سوال 2: "یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں" کی وضاحت کریں۔

جواب: (1) جن لوگوں نے رب کی ہدایت کے راستے کو اختیار کر لیا اُنہوں نے کامیابی کے راستے کو اختیار کر لیا۔

(2) کامیاب وہ ہے جو اپنے کام کو اپنے مشن کو پورا کر دے انسان کا دنیا میں کام رب کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا ہے۔ معاشرت، معیشت، سیاست اور زندگی کے ہر میدان میں جو انسان اپنی زندگی میں رب کی ہدایت پر گامزن ہو گیا وہ کامیاب ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

"اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی بات خریدتا ہے تا کہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے" (6)

سوال 1: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ "اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی بات خریدتا ہے تا کہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے" غافل کر دینے والی مصروفیات اللہ تعالیٰ کے راستے کو گم کروا دیتی ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ﴾ "اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو" لوگوں میں سے کوئی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے چھوڑ دیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے محروم ہے۔

(2) ﴿يَّشْتَرِيْ﴾ "خریدتا ہے" یعنی جو خود اسے اختیار کرتا ہے اور لوگوں کو اس میں خرچ کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔

(3) ﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ "غافل کر دینے والی بات" یعنی دلوں کو غافل کرنے اور ان کو جلیل القدر مقاصد سے روکنے والے قصے کہانیاں۔ اس آیتِ کریمہ میں ہر محرم کلام، ہر قسم کی لغویات، ہر قسم کے باطل ہذیانی اقوال جو کفر و فسوق اور عصیان کی ترغیب دیتے ہیں، ان لوگوں کے نظریات جو حق کو ٹھکراتے ہیں اور باطل دلائل کے ساتھ حق کو نیچا دکھانے کے لیے جھگڑتے ہیں، غیبت، چغلی، جھوٹ، سب و شتم، شیطانی گانا بجانا اور غفلت میں مبتلا کرنے والے قصے کہانیاں جن کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں داخل ہیں۔ لوگوں کی یہ صنف ہدایت کی باتوں کو چھوڑ کر کھیل تماشوں پر مشتمل قصے کہانیاں خریدتی ہے۔ (سعدی:2089/3)

(4) یعنی وہ باتیں جو خیر اور معروف کاموں سے روک دیتی ہیں اور وہ ہے گانا بجانا۔(ایسر التفاسیر:1173)

(5) جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "لہو" وہ چیز جس سے انسان لذت لیتا ہے پھر وہ اسے غافل کر دیتی ہے۔ پھر وہ روک لیتی ہے۔(التعریفات:204)

(6) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ہر لہو" باطل ہے جب انسان اس میں مشغول ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے رک جاتا ہے۔(فتح الباری:93/11)

(7) لہو ولعب کے نقصانات: (i) لہو ولعب آہستہ آہستہ بندے کا تعلق اپنے رب سے ایسے کاٹ دیتے ہیں جہاں سے اسے محسوس بھی نہ ہو۔ (ii) لہو ولعب میں مشغول رہنے والا شیطان کے گھیرے میں آجاتا ہے اور رحمٰن کے ذکر سے دور چلا جاتا ہے۔(iii) لہو مسلمان کو باطل کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔(iv) لہو ولعب مال کے ضیاع اور ناحق خرچ کرنے کا باعث بنتا ہے۔(v) لہو مسلمان کے وقت کو بے فائدہ کاموں میں لگواتے ہیں اور اسے اطاعت اور بھلائی کے کاموں سے روک لیتے ہیں۔(vi) لہو قلب میں نفاق کی کھیتی بو دیتا ہے اور اس کو شیطان نشو ونمائی دیتا ہے اور اس کو خوب صورت اور مزین بناتا ہے حتیٰ کہ وہ خالص منافق بن جاتا ہے۔(نضرۃ النعیم:5539/11)

(8) اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "قسم اللہ تعالیٰ کی اس سے مراد گانا اور راگ ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ" اس سے مقصد گانا اور راگ راگنیاں ہیں" یہی قول سیدنا ابن عباس، سیدنا جابر رضی اللہ عنہم، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب، ولی بن ہزیمہ رحمہم اللہ علیہم کا ہے۔

(9) امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے بجانے باجوں گاجوں کے بارے میں اتری ہے

(10) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہی نہیں ہے جو اس لہو ولعب میں پیسے خرچے یہاں مراد خرید سے، اسے محبوب رکھنا اور پسند کرنا ہے۔(ابن کثیر:188/4)

(11) ﴿لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ "تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے" یعنی اپنے فعل میں خود گمراہی کا راستہ اختیار کر کے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ اس کا گمراہ کرنے کا عمل خود اس کی اپنی گمراہی سے جنم لیتا ہے۔ اس کا اس لہو الحدیث سے گمراہ کرنے سے مراد اس کا فائدہ مندبات، عمل نافع، حقِ مبین اور صراطِ مستقیم سے روکنا ہے اور یہ سب اس وقت تک اس کے لیے تکمیل نہیں پاتا جب تک کہ وہ ہدایت اور حق میں (جسے اللہ تعالیٰ کی آیات لے کر آئی ہیں) جرح وقدح نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق نہیں اڑاتا یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور ان کو لانے والے کا تمسخر اڑاتا ہے۔ جب ایسے شخص میں باطل کی مداح، اس کی ترغیب، حق میں جرح وقدح، حق اور اہلِ حق کے ساتھ استہزاء وتمسخر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو وہ بے علم آدمی کو گمراہ کرتا ہے اور اسے ایسی بات بیان کر کے دھوکا دیتا ہے، جس میں گمراہ شخص امتیاز کر سکتا ہے نہ اس کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے۔(سعدی:2089/3، 2090)

(12) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ "بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور

اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(النور:19)

(13)﴿وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا﴾ ''اور اس (اللہ تعالیٰ کی راہ) کا مذاق بنائے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے راستے اسلام کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کا مومنوں کا اور آیات کا مذاق اڑاتے ہیں وہ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے، جہالت سے تمسخر اڑاتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1174)

(14)یعنی گانا بجانا اس لیے اچھا سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تقدیر میں اس بہانے سے اپنی راہ سے رک جانا لکھا ہے اسی پر۔

(15)﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' دردناک عذاب کا سبب یہ ہے کہ وہ خود گمراہ ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا اور واضح طور پر انہیں جھٹلایا۔

(16)سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''گانے والی لونڈیوں کو مت بیچو اور ان کو گانا مت سکھاؤ ان کی تجارت بہتر نہیں اور ان کی قیمت حرام ہے اور اسی باب میں اتری ہے یہ آیت: ومن الناس سے آخر تک یعنی بعض آدمی ایسا ہے کہ خریدتا ہے کھیل کی بات کو تا کہ گمراہ کرے اللہ کی راہ سے۔''(جامع ترمذی:3195)

(17)سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اللہ کی قسم انہوں نے جھوٹ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ''میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا کاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے اور کچھ متکبر قسم کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کرنے کے لیے) چلے جائیں گے۔ چرواہے ان کے مویشی صبح وشام لائیں گے اور لے جائیں گے، ان کے پاس ایک فقیر آدمی اپنی ضرورت لے کر جائے گا تو وہ ٹالنے کے لیے اس سے کہیں گے کہ کل آنا لیکن اللہ تعالیٰ رات کو ان کو (ان کی سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کر دے گا پہاڑ کو (ان پر) گرادے گا اور ان میں سے بہت سوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور سؤر کی صورتوں میں مسخ کر دے گا۔''(صحیح بخاری:5590)

(18)سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے میرے رب عزوجل نے باجوں گاجوں، مزامیر، بتوں اور صلیبوں اور امر جاہلیت کو مٹانے کا حکم دیا ہے اور میرے عزت اور بزرگی والے رب نے قسم کھائی ہے کہ مجھ کو میری عزت کی قسم میرے بندوں میں سے کوئی بندہ شراب کا ایک گھونٹ نہیں پئے گا مگر میں اس کو اس کی مانند پیپ سے پلاؤں گا اور جو میرے خوف کی وجہ سے اس کو چھوڑے گا مگر میں اس کو پاکیزہ حوضوں سے پلاؤں گا۔(مشکوۃ:3486/20)

(19)سیدنا ابو عامر یا سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کر لیں گے۔''(بخاری:5590)

(20)سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرج (ایک گاؤں ہے ۷۸ میل پر مدینہ سے) مقام پر جا رہے تھے کہ اچانک سامنے سے ایک شاعر گزرا جو شعر پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''اس شیطان کو پکڑ لو، یا فرمایا:''اس

شیطان کو (اس کام سے) روکو، اگر کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو تو یہ بات اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ اس کا پیٹ (یعنی دماغ) شعروں سے بھرا ہو۔'' (مسلم:5895)

(21) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پئیں گے اور گانے والیاں ساز بجا کر گانے سنائیں گی، تو اللہ تعالیٰ انہیں (اس جرم کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دے گا۔'' (ابن ماجہ:4020)

(22) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو طرح کی آوازوں پر دنیا میں بھی (اللہ تعالیٰ کی) لعنت ہے اور قیامت کے دن بھی ان پر پھٹکار ہوگی، (پہلی قسم کی آواز) خوشی کے وقت مزمار (یعنی بانسری اور دیگر آلات موسیقی) کی آواز اور (دوسری قسم کی آواز) مصیبت کے وقت بین کرنا۔'' (السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی:427)

(23) سیدنا محمد بن حاطب جمحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حرام اور حلال (نکاح) کے درمیان فرق صرف دف بجانے اور اعلان کرنے کا ہے۔'' (ترمذی:1088)

(24) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دوزخیوں کی دو قسمیں میں نے نہیں دیکھیں، ایک تو وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے، ان سے وہ لوگوں کو (اپنی دھاک بٹھانے کے لیے) ماریں گے اور دوسری قسم ان عورتوں کی جنہوں نے لباس تو پہنا ہو گا لیکن وہ ننگی ہوں گی (یعنی وہ لباس مختصر، باریک اور تنگ ہو گا)، وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود (خود ان کی طرف) مائل ہوں گی۔ ان کے سر بختی نصر کے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوئے ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں جائیں گے اور نہ انہیں اس کی خوشبو نصیب ہوگی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنے اتنے فاصلے تک مہکتی ہوگی۔ (مسلم:5582)

سوال 2: میوزک کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) منتخب کنز الاعمال میں ہے ابو ملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب شیطان زمین پر اترا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے میرے رب! تو نے مجھے زمین پر اتار دیا اور مجھے مردود ٹھہرایا میرا کوئی گھر مقرر کر؟ فرمایا: غسل خانہ۔ بولا میرے بیٹھنے کی جگہ کونسی ہوگی؟ فرمایا: بازار اور چوک۔ کہنے لگا میرا کھانا؟ فرمایا: وہ کھانا جسے کھاتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔ بولا اور میرے پینے کی چیز کیا ہوگی؟ فرمایا: ہر نشہ آور چیز۔ کہنے لگا میرا ڈھنڈورچی، اعلان کرنے والا کون ہوگا؟ فرمایا: باجے۔ بولا میری تلاوت مقرر فرما دیجئے۔ فرمایا: برے شعر۔ شیطان نے کہا میری تحریر کیا ہوگی؟ فرمایا: انسانی جسم میں گود کر اس میں سرمہ بھرنا۔ بولا میری باتیں؟ فرمایا: جھوٹ کہا میرا پیغام رساں کون ہوگا؟ فرمایا: نجومی۔ کہا میرا جال کون سا ہوگا؟ فرمایا: عورتیں۔ (مسند احمد:1241)

(2) میوزک جادو کی طرح انسان پر غلبہ پانے والی چیز ہے جیسے جادو غلبہ پاتا ہے لیکن جادو کا انسان کو پتہ نہیں چلتا میوزک کا پتہ چلتا ہے وہ

میوزک کو برتا ہے، اس کو انجوائے کرتا ہے اور میوزک کے اثرات مرتب ہوتے ہیں لیکن اثرات ایک جیسے ہیں۔ میوزک کے اثرات زیادہ سخت قسم کے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔'' (بخاری:5146) جیسے جادو کا اثر ہوتا ہے ایسے ہی کسی کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جو ہمیں اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے۔ یہ آواز کا سحر ہے، جادو ہے کسی کی باتیں اتنی اچھی لگتی ہیں جیسے قرآن حکیم میں آتا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ (جھگڑے میں) سخت جھگڑالو ہے۔'' (البقرہ:204)

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو طرح کی آوازوں پر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور قیامت کے دن بھی ان پر پھٹکار ہوگی۔ پہلی قسم کی آواز لحن اور سُروں سے گانا اور دوسری قسم کی آواز مصیبت کے وقت بین کرنا ہے۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:427)

(4) اسی طرح سے میوزک اور گانے بجانے والوں کو ملعون قرار دیا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو آدمی گانے بجانے کا کام کرے یا اس کا اپنے گھر پر اہتمام کرے شادی پر یا کسی اور موقع پر ان دونوں پر لعنت ہے گانے والے پر بھی، اہتمام کرنے والے پر بھی۔'' (بیہقی)

(5) اسلام نے میوزک کو شیطانی اور بےہودہ کام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک بار ایک گانے والی عورت گا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب یہ گا رہی تھی تو شیطان اس کے دونوں نتھنوں میں پھونک مار رہا تھا جیسے پھونکنی سے لکڑیوں کی آگ جلانے کے لیے اس کو بھڑکایا جاتا ہے ایسے ہی نتھنوں میں پھونک مار کے شیطان اور زیادہ شہوت کو ابھارتا ہے۔'' (مسند احمد)

(6) میوزک شیطانی آواز ہے۔ (i) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھنٹا شیطان کا باجا ہے۔ (مسلم) (ii) جب نبی ﷺ غزوہ بدر کے لیے نکلے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں اتار دی جائیں۔ (نسائی، ابن کثیر)

(7) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا لہو الحدیث سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے تین بار زور دے کر کہا: ''اللہ کی قسم وہ گانا بجانا ہے، اللہ کی قسم وہ گانا بجانا ہے، اللہ کی قسم وہ گانا بجانا ہے۔'' (ابن کثیر:4/188)

(8) یزید بن ولید کا قول ہے انہوں نے نصیحت کے طور پر کہا: اے بنو امیہ! راگ سے دور رہو کیونکہ اس سے شرم و حیا ختم ہو جاتی ہے، جنسی ہیجان بڑھتا ہے، وقار اور عزت ختم ہو جاتی ہے۔ شراب سے پیدا ہونے والی قباحتیں راگ سے پیدا ہوتی ہیں اگر تم اس قباحت سے باز نہیں آسکتے تو کم از کم یہ ضرور کرو کہ تمہارا راگ عورتوں کے کانوں تک نہ پہنچے کیونکہ یہ زنا کا زبردست سبب ہے۔ (البدایہ والنھایہ)

(9) میوزک باعثِ عذابِ الٰہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو گانے بجانے کی مجلس میں بیٹھے گا قیامت کے روز اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔'' (العلل المتناهیۃ:2/300) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت

کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پئیں گے اور گانے والیاں ساز بجا کر گانے سنائیں گی، تو اللہ تعالیٰ انہیں (اس جرم کی وجہ سے) زمین میں دھنسادے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنادے گا۔'' (ابن ماجہ:4020)

سوال3: کامیڈی (استہزاء) اور مجالس استہزاء کے بارے میں اسلام کے مؤقف کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت کا فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی دوسرے کا مذاق نہ اُڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ایک دوسرے کا مذاق اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ ہی اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد برا نام (پکارنا) بہت بری بات ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں سو وہی ظالم ہیں۔'' (الحجرات:11)

(2) ﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا﴾ لمز سے مشتق ہے اور لمز کہتے ہیں زبان کے ساتھ کسی کو طعن کرنے کو اور مراد یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی کسی کو برے عیب نہ لگائے اور ﴿تَنَابَزُوْا﴾ سے مراد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی کو برے لقب سے نہ پکارے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ﴾ ''ہلاکت ہے ہر طعنہ دینے والے، عیب نکالنے والے کے لیے۔'' (الھمزہ:1)

(3) ''کسی آدمی کے برے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔'' (مسلم:2564)

(4) ''تکبر کہتے ہیں حق کو قبول نہ کرنے اور لوگوں کو حقیر خیال کرنے کو۔'' (مسلم:91)

(5) بعض لوگ حاضرین مجلس کو ہنسانے کے لیے کوئی نہ کوئی کام کرتے ہیں خواہ مزاح ہو یا استہزا ایسے لوگ فرضی قصے، بے حیائی کی باتیں، اور بے ہودہ گوئی کرتے ہیں۔ کبھی کسی شخص کو نشانہ بناتے ہیں اور اس کی نقلیں اتارتے ہیں ان کی چال چلتے ہیں اور ان جیسی آوازیں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو ہنسایا جائے ﴿اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرٰى بِهَا بَأْسًا يَهْوِيْ بِهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فِي النَّارِ﴾ ''بے شک کوئی شخص ایک کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس کے بولنے میں وہ کوئی حرج محسوس نہیں کرتا لیکن اس کے سبب آگ میں ستر برس گرتے رہنے کے برابر گر جاتا ہے۔'' (ترمذی:2314)

(6) ''اس شخص کے لیے بربادی ہے جو کوئی بات کرتے ہوئے اس غرض سے جھوٹ بولتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے، اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے، اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔'' (ابوداؤد:4990)

(7) کامیڈی یعنی لوگوں کا مذاق اڑانے والا اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اس کے غضب کو آواز دے کر لوگوں کو راضی کرنے کے لیے ہنساتا ہے اور اپنی عزت اور وقار کھو بیٹھتا ہے۔

(9) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جس کا ہنسنا اور مسکرانا بڑھ جائے اس کی ہیبت کم ہو جاتی ہے، جو مزاح کرتا رہتا ہے اسے حقیر سمجھا جاتا ہے،

جوشخص کوئی کام کثرت سے کرے وہ اس کی علامت اور پہچان بن جاتی ہے اور وہ اس چیز سے پہچانا جاتا ہے، جس کا کلام زیادہ ہوجائے اس کی لغزشیں اور شرمندگی بھی بڑھ جاتی ہے اور جس کی شرمندگی ولغزشیں کثرت سے ہوں اس میں حیاء کم ہوجاتی ہے اور جس میں حیاء کم ہوجائے اس کا تقویٰ و پرہیزگاری کم ہوجاتی ہے اور جس کی پرہیزگاری کم ہوجائے اس کا دل مردہ ہوجاتا ہے۔

(10) زیادہ ہنستے رہنا آخرت سے غافل ہونے کی دلیل ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمہیں وہ کچھ معلوم ہوجائے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسنے لگو اور زیادہ رونے لگو۔'' (بخاری:4621)

(11) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا﴾ ''اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی ! یہ کتاب کیسی ہے جس نے نہ چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے'' (الکہف:49) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ صغیرہ اور چھوٹی چیز سے مراد ہے مؤمن کے ساتھ کیے جانے والے استہزاء پر تبسم کے انداز میں مسکرانا اور کبیرہ و بڑی چیز سے مراد ہے استہزاء مؤمن پر قہقہہ مار کر ہنسنا۔

(12) اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ (٢٩) وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ (٣٠) وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ (٣١) وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ (٣٢) وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ (٣٣) فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ (٣٤) عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (٣٥) هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (٣٦)﴾ ''وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے وہ ان پر جو لوگ ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے اور جب وہ اُن کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آتے تو مزے لیتے ہوئے واپس آتے تھے اور جب اُنہیں دیکھتے تو کہتے: ''یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں'' حالانکہ وہ اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ سو آج جو لوگ ایمان لائے ہیں، کافروں پر ہنستے ہیں۔ تختوں پر بیٹھے وہ دیکھ رہے ہیں۔ کیا کافروں کو بدلہ مل گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟'' (المطففین:29-36) کبھی استہزاء داڑھی اور پردے وغیرہ کے متعلق ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ایک مجلس میں کسی شخص نے کہا: میں نے ان قراء (قرآن کے قاری) حضرات جیسا عجیب شخص کوئی نہیں دیکھا جو اپنے پیٹوں میں بہت رغبت رکھتے ہوں۔ زبانوں میں بہت جھوٹے ہیں اور دشمن سے ملاقات کے وقت بہت بزدل ثابت ہوتے ہیں۔ اس کی یہ باتیں سن کر ایک دوسرا شخص اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا: تو جھوٹ بول رہا ہے بلکہ تو تو منافق محسوس ہوتا ہے میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور بتلا کے آتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ملی اور قرآن پاک بھی نازل ہوا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو خود دیکھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی اونٹنی کے پاس کھڑا ہے پالان کسنے والا چوڑا تسمہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہے نیچے سے پتھر اس کے پاؤں کو زخمی کر رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے کہ: اے اللہ کے پیغمبر! ہم تو بس یونہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے اور آپ ﷺ اسے یہ کہتے چلے جا رہے ہیں: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا

نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ ؕ اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُعَذِّبۡ طَآئِفَةً ۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ﴿۶۶﴾ ''اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ درحقیقت بس یونہی ہم ہنس بول رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں تو ایک گروہ کو ہم ضرور عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔'' (توبہ:65،66)

(13) علمائے کرام کہتے ہیں کہ مومنوں کے ساتھ استہزاء کو، اللہ تعالیٰ، آیات قرآنیہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزاء شمار کیا گیا ہے۔ (ابن ابی حاتم:6/1929،1930)

(14) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ'' تم ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اس استہزاء والے قول کی بنا پر کافر ہو چکے ہو اور اگر اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کو کچھ دیر کے لیے معاف کر دے تو، سب کے سب کو پھر بھی معاف نہیں کرے گا تم میں سے کسی نہ کسی کو عذاب پہنچتا ہی رہے گا کیونکہ تم اس فسق وفجور سے بھرپور اور گناہ سے بھرا ہوا قول ظاہر کر کے عظیم مجرم بن چکے ہو۔'' (تفسیر ابن کثیر:2/381،382)

سوال 4: خوش طبعی اور مزاح کے بارے میں اسلام کے مؤقف کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: ہنسی مزاح میں بسا اوقات خوش طبعی قلبی انشراح یقیناً موجود ہوتا ہے لیکن اس پر ہمیشگی ودوام اختیار کرنا مذموم خصلت ہے کیونکہ اس میں وقت بے کار جاتا ہے اور کھیل تماشے کی صورت بن کر آدمی ہمیشہ اس میں مشغول رہتا ہے اور ایسا شخص ہر وقت اس حالت پر بھی قائم نہیں رہ سکتا بلکہ بعض اوقات وہ حرام باطل اور مکروہ کام کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے نیز مزاح پر ہیشگی ومواظبت کا نتیجہ ہر وقت ہنستے رہنے کی صورت میں سامنے آتا ہے اور یہ اکثر ہنستے رہنا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور خوف وڈر ذہن سے ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ لڑائی جھگڑا وغیرہ تو اس لیے منع ہے کہ اس میں تکلیف وضرر ہے کیونکہ اس کے ساتھ مدمقابل بھائی یا دوست کو جھوٹا کہنا پڑتا ہے اسے جاہل کہنا پڑتا ہے لیکن مزاح میں تو خوش طبعی، فرحت قلبی اور انشراح صدر وغیرہ جیسے مقاصد ہیں کسی کو اذیت نہیں دی جاتی تو اس سے کیوں منع کر دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے! مزاح ہر وقت کرتے رہنا اور اس پر ہیشگی اختیار کرنا منع ہے اخلاقیات اور تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے اگر کبھی کبھار ہو جائے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔ ہیشگی سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ کھیل تماشے کی ایک صورت ہے کھیل کو دمباح ضرور ہے لیکن اس پر ہیشگی کرنا مذموم خصلت ہے اور اکثر اس خصلت کو اپنائے رکھنا زیادہ ہنستے رہنے کا باعث ہے اور کثرت سے ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ بعض اوقات وحالات میں کسی کے دل میں یا اپنے دل میں کینہ وبغض پیدا کر دیتا ہے اور ہیبت ووقار کا جنازہ نکال دیتا ہے، تاہم جس مزاح میں ایسے نتائج سامنے نہ آئیں وہ مذموم بھی نہیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا:﴿إِنِّي لَأَمْزَحُ وَلَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا﴾ ''یقیناً میں بھی مزاح اور خوش طبعی کر لیتا ہوں لیکن کہتا وہی ہوں جو حق اور سچ ہو۔'' (الاحبار:3/127)

سوال 5: کیا نبی ﷺ مزاح کرتے تھے واضح کریں؟

جواب (1) نبی ﷺ خوش طبعی اور مزاح کر لیتے تھے لیکن سچ کہتے تھے۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کی درخواست کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا''، اس آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! میں اونٹنی کا بچہ کیا کروں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بھلا اونٹ کو اونٹنی کے سوا کوئی اور بھی جنتی ہے؟'' یہ آپ ﷺ کا اس سے ایک مزاح اور خوش طبعی کا انداز تھا۔ (ترمذی:1991)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر اخلاق حسنہ کے مالک تھے، میرا ایک بھائی تھا جسے ہم ابو عمیر کہا کرتے تھے راوی کہتے ہیں کہ غالباً انہوں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ اس نے ابھی کچھ عرصہ پہلے ماں کا دودھ پینا ختم کیا تھا اس نے ایک نغیر نامی پرندہ یعنی چڑیا کا بچہ پال رکھا تھا، وہ مر گیا تو رسول اللہ ﷺ جب اس کے پاس جاتے تو از راہ خوش طبعی فرماتے ﴿يَا أَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ﴾ ''اے ابو عمیر! نغیر کا کیا بنا۔'' (بخاری:6203)

(4) نبی ﷺ بچوں اور خواتین سے خوش طبعی سے پیش آتے تھے کیونکہ ان کے دل کمزور ہوتے ہیں اور خوش طبعی سے وہ مانوس ہو جاتے ہیں۔

سوال 6: مزاح اور خوش طبعی کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

(1) مزاح میں نبی ﷺ کی سنت اختیار کرنے کا ثواب ہے اور اگر سنت اختیار نہ کر سکیں تو پھر ایسے مزاح کو ترک کر دیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہو۔

(2) (i) ایک آدمی نے اپنے بھائی سے کہا: ''اے میرے پیارے بھائی! کیا تمہارے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ تم آگ میں داخل ہونے والے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر اس نے پوچھا: کیا تمہارے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اس سے باہر نکل سکو گے؟ اس نے کہا: نہیں۔'' تو وہ کہنے لگا: پھر ہنسنا اور مسکرانا کاہے کا؟ تو منقول ہے کہ پھر وہ شخص موت تک کبھی ہنستا ہوا نہ دیکھا گیا۔

(ii) سیدنا وہیب بن ورد رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس گئے جو عید الفطر کے موقع پر ہنس کھیل رہے تھے تو وہ کہنے لگے: ''اگر ان لوگوں کو بخشش مل چکی ہے تو یہ شکر گزار لوگوں کا عمل نہیں اور اگر ان کے لیے بخشش نہیں فرمائی گئی تو یہ کام ڈر رکھنے والوں کا نہیں۔'' (iii) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص ہنستے ہوئے کوئی گناہ کرتا ہے وہ روتے ہوئے آگ میں داخل ہوگا۔ (iv) محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: جب تم جنت میں کسی شخص کو روتا دیکھو تو کیا تعجب نہیں کرو گے؟ کسی نے کہا: کیوں نہیں، تو وہ کہنے لگے کہ جو شخص دنیا میں ہنستا ہے حالانکہ اسے یہ بھی علم نہیں کہ میں جنت میں جاؤں گا یا نہیں تو وہ اس شخص سے بھی زیادہ قابل تعجب ہے۔ لہٰذا مذاق اور مزاح سے بچو تاکہ تمہیں حقیر نہ سمجھا جائے زیادہ مت ہنسو ورنہ تمہارا رعب ختم ہو جائے گا، بہت کھل کر مسکرانا ہنسنا اور قہقہے لگانا مذموم فعل ہے صرف اس قدر مسکرانا قابل مدح ہے جس میں صرف تبسم

ہو، ہونٹوں پر مسکراہٹ ہو لیکن آواز منہ سے خارج نہ ہو جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ (v) محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''مجھے میری والدہ نے کہا کہ بیٹا بچوں کے ساتھ مزاح اور خوش طبعی نہ کرنا ورنہ تم ان کی نظروں سے گر جاؤ گے۔'' (vii) سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا: ''بیٹا کسی معزز شخص سے مزاح نہ کرنا ورنہ وہ تیرے متعلق دل میں کینہ رکھے گا اور کسی (دین کے اعتبار سے) گھٹیا انسان سے مزاح نہ کرنا ورنہ وہ تجھ پر جرأت دکھائے گا اور تجھے بھی کچھ سننا پڑے گا۔'' (viii) عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مزاح سے بچو کیونکہ یہ کینہ وحسد اور برے افعال کی طرف لے جانے کا باعث ہے۔ قرآن کے متعلق باتیں کیا کرو، اسی کے متعلق مجلس قائم کیا کرو، اگر یہ تم پر بوجھل محسوس ہونے لگے تو مرُدوں کی اچھی باتیں بیان کیا کرو۔'' (ix) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مزاح کو مزاح کیوں کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں تو وہ فرمانے لگے کہ یہ مزاح آدمی کو حق سے ہٹا دیتا ہے (کیونکہ اس کا معنی ہٹا دینے کا ہے)'' (x) کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر چیز کے بیج ہوتے ہیں اور دشمنی کا بیج یہ مزاح ہے۔ (xi) ایک قول زریں یہ بھی ہے کہ مزاح عقل کو سلب کرنے والا اور دوستوں کو منقطع کرنے والا ہوتا ہے۔ میں تمہیں خصوصی طور پر اس سے ڈراتا ہوں کہ تم علمائے دین سے مذاق اور استہزاء کرو حتی کہ کسی بھی مسلمان کا مذاق اڑانے سے پرہیز کرو خصوصاً جب کہ تمہارا یہ مذاق اس کے دین پر پابندی اختیار کرنے کے سبب سے ہو۔ میں تمہیں اس سے بھی ڈراتا ہوں کہ تم ان کے متعلق کوئی نکتہ یا قصہ پکڑ کر لوگوں میں مشہور کرو اور حاضرین مجلس کو خوش کرنے اور مسکرانے کے لیے ان کو سناؤ کیونکہ اس کام سے اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا مرتبہ ومقام خطرے میں پڑ جائے گا، بلکہ بعض اوقات اس استہزاء کے نتائج کی بنا پر ایسا عذاب لازم ہو جاتا ہے جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا اور اس عذاب سے بچانے کے لیے تمہارے وہ رفقائے مجلس بھی کچھ کام نہیں آسکتے جن کو ہنسانے کے لیے یہ نکات اور قصے سنایا کرتے تھے اور ادھر علمائے کرام کا یہ فتویٰ بھی موجود ہے کہ جو شخص شریعت اسلامیہ کا مذاق کرتا ہے وہ کافر ہے۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنھیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں'' (7)

سوال: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنھیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں'' غافل کر دینے والے کاموں میں مصروف رہنے والے قرآن سے بے زار رہتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا﴾ ''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں''یعنی آیات سنا کر اسے ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہے۔

(2)﴿وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا﴾ ''وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے''یعنی وہ آیت کے مقابلے میں تکبر کرتا ہے اور انہیں ٹھکرا کر پیٹھ پھیر لیتا ہے۔ آیات اس کے دل پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لیے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھا پن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (فصلت:44)

(3)﴿كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا﴾ ''گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں''وہ ایسے سنتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں۔

(4)﴿كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا﴾ ''گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے''گویا وہ بہرہ ہے آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس کے لیے اسے ہدایت کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (٦) وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (٧) يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (٨) وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (٩) مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (١٠)﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟ ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے بڑی ہلاکت ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے تو وہ اُس کا مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے توہین آمیز عذاب ہے۔ اُن کے آگے جہنم ہے اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنا لیا تھا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' (الجاثیہ:6-10)

(5)﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔'' (بنی اسرائیل:82)

(6)﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل

کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (الزمر:23)

(7) لہو ولعب کا شیدائی، رقص وسرور کا متوالا اور گانے بجانے کا شوقین بھلا قرآن کیوں سنے گا، جب اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس سے منہ موڑ لیتا ہے بلکہ پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے اور بہرا بن جاتا ہے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں کیونکہ قرآن سننے سے اسے تکلیف پہنچتی ہے مزا تو رہا در کنار قرآن سننے اور پڑھنے کا شوق ہی نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1536/2)

(8) ﴿فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں'' یعنی اسے دردناک عذاب کی ایسی خوشخبری دے دیں جو اس کے دل کو غم سے بھر دے اور اس کے چہرے پر تاریکی کا سایہ ڈال دے۔

(9) یہ عذاب دل اور زبان دونوں کے لیے بہت دردناک ہوگا۔

(10) تمہیں قرآن سننے سے دکھ ہوتا تھا، تم قرآن سن کر غم زدہ اور اداس ہو جاتے تھے تمہارے چہرے پر تاریک سائے لہرانے لگتے تھے۔ یاد رکھو! کل قیامت کے دن کے دردناک عذاب میں ایسا دکھ محسوس کرو گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ فیصلہ کر لو کس دکھ کو برداشت کر سکتے ہو؟

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں'' (8)

سوال: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں'' مومنوں کو نعمتوں بھرے باغات کی بشارت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے'' یعنی جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات پر ایمان لائے، ان سے اعراض نہ کیا، انہیں قبول کیا اور ان پر عمل کیا۔ (فتح القدیر:294/4)

(2) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' وہ لوگ جو نیک عمل کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

(3) یعنی جنہوں نے عبادت باطن کو ایمان کے ساتھ اور عبادت ظاہر کو اسلام اور عمل صالح کے ساتھ جمع کیا۔ (سعدی:2090/3)

(4) ﴿لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ﴾ ''اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں'' ان کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں جہاں دل کو سرور روح کو قرار اور بدن کو آرام ملے گا۔

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (9)

سوال 1: ﴿ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴾ ''اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ﴾ ''اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ نعمت بھری جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے، کبھی نکالے نہ جائیں گے، نہ کبھی اکتائیں گے۔

(2) ﴿ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ پورا ہو کر رہے گا وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا وہ بڑے فضل وکرم اور بڑے احسان اور بڑے انعام والا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(3) ﴿ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' وہ کامل غلبے اور کامل حکمت کا مالک ہے یہ اس کا غلبہ اور حکمت ہے کہ اس نے جسے توفیق سے نوازنا چاہا نواز دیا، جسے اس کے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہونا چاہا الگ ہو گیا اور یہ سب کچھ ان کے بارے میں اس کے علم اور اس کی حکمت پر مبنی ہے۔ (سعدی: 2090/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العزیز'' اور ''الحکیم'' سے کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ انسانوں کو انجام تک پہنچانے کے لیے قدرت رکھتا ہے غلبہ رکھتا ہے۔

(2) (i) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ اپنی حکمت سے انسانوں کو مواقع دیتا ہے۔ (ii) ان کے لئے حکیمانہ کلام بھیجتا ہے۔ (iii) انہیں حکیمانہ طریقے سے حق کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ (iv) انہیں حق کے راستے پر چلاتا ہے۔ انہیں ہدایت کے راستے پر چلاتے ہوئے جنت تک پہنچا دیتا ہے۔

﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا وَاَلۡقٰى فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِكُمۡ وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ ﴾

''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی'' (10)

سوال 1: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا وَاَلۡقٰى فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِكُمۡ وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ ﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے

ہواور اُس نے زمین میں پہاڑ جمادیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھرہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی'' توحید کے دلائل کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا،تم اُن کو دیکھتے ہو'' اس نے آسمانوں کو، ان کی وسعتوں کو، ان کی بلندیوں کو بغیر ستونوں کے بنایا یقیناً ساتوں آسمان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہیں اسی کی قدرت سے وہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔

(2)﴿وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ﴾ ''اور اُس نے زمین میں پہاڑ جمادیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے'' اس نے پہاڑ زمین میں گاڑ دیئے تاکہ زمین جو پانی پر قائم ہے اس میں ذرا سا بھی خلل نہ آئے اس نے پہاڑوں سے زمین کو دبایا ہوا ہے۔

(3)﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ ''اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے'' اس نے زمین پر طرح طرح کے جاندار پیدا کردیے جن کی شکلوں اور رنگوں اور ان کی تعداد کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔(مختصر ابن کثیر 1537/2)

(4)﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا'' اس نے حیوانات کی زندگی کے لیے آسمان سے بارشیں نازل کیں تاکہ زمین سے ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگیں۔

(5)﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''پھرہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی'' اور بارش کے پانی سے طرح طرح کی نفع منداور خوبصورت نباتات اگائیں جن سے سارے جاندار روزی حاصل کرتے ہیں۔

سوال 2: زمین میں پہاڑوں کو رکھنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: زمین میں پہاڑوں کو بوجھ بنا کر رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ زمین ثابت رہے حرکت نہ کرے اور انسانوں کو حرکت نہ دے سکے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے جانور کس مقصد کے لئے پیدا کئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جانور اس لیے پیدا لیے کہ انسان ان میں سے کچھ کو خوراک بنالے، کچھ کو سواری کے لیے استعمال کرلے اور کچھ کو زینت کے طور پر، خوشی کے حصول کے لیے اپنے پاس رکھے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتار کر کس قسم کے جوڑے پیدا کئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے جوڑے پیدا کئے جوڑوں کی صفت کریم بتائی جس سے مراد ان کے رنگوں کی خوبصورتی بھی ہے اور کثیر فوائد بھی۔

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

’’یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق،تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں‘‘ (11)

سوال 1:﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ’’یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق،تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں‘‘ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے کوئی جو اس جیسی مثال پیش کر سکے، واضح کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذَا﴾ ’’یہ ہے‘‘ یعنی آسمانوں اور زمین کی مخلوقات کے لیے رزق کی فراہمی کا انتظام۔

(2)﴿خَلْقُ اللّٰهِ﴾ ’’اللہ تعالیٰ کی مخلوق‘‘ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ جسے مشرک بھی مانتے ہیں۔

(3)﴿فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ’’تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟‘‘ یعنی جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے، جن کو تم اپنی حاجتوں میں پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ ان کی بھی کوئی تخلیق ہو جیسی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، ان کے یہ خودساختہ معبود بھی رزق عطا کرتے ہوں جیسے اللہ تعالیٰ رزق رسانی کرتا ہے۔ اگر تمہارے خودساختہ معبودوں نے ان میں سے کوئی کام کیا ہے تو مجھے بھی دکھاؤ تا کہ تمہارا ان کے بارے میں یہ دعویٰ ثابت ہو کہ وہ عبادت کے مستحق ہیں۔ (سعدی:2092,2091/3) (4) یعنی دکھاؤ تمہارے شریکوں نے مچھر کا پر ہی بنایا ہو۔

(5)﴿بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ’’بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں‘‘ یہ ظاہر ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں دکھا سکتے جو ان باطل معبودوں کی تخلیق ہو کیونکہ مذکورہ تمام اشیاء کے بارے میں وہ اقرار کر چکے ہیں کہ وہ اللہ وحدہ کی تخلیق کردہ ہیں اور ان اشیاء کے علاوہ وہاں کوئی چیز موجود ہی نہیں لہٰذا وہ کسی ایسی چیز کو ثابت کرنے سے عاجز ہیں جو عبادت کی مستحق ہو۔ ان کا ان خودساختہ معبودوں کی عبادت کرنا کسی علم اور بصیرت پر مبنی نہیں بلکہ جہالت اور گمراہی کی بنا پر ہے اس لیے فرمایا:﴿بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ’’بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں‘‘ یعنی جو بالکل صاف، ظاہر اور واضح ہے کیونکہ وہ ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی نفع کی مالک ہیں نہ نقصان کی، جن کے قبضۂ قدرت میں زندگی ہے نہ موت اور نہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قادر ہیں اور ان لوگوں نے اپنے خالق اور رازق کے لیے اخلاص کو چھوڑ دیا جو تمام امور کا مالک ہے۔ (سعدی:2092/3)

(6)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ’’آپ کہہ دیں کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو؟ مجھے بھی دِکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے۔‘‘ (فاطر:40)

(7) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۴) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ (۵)﴾ ''اور کہہ دو کیا تم نے دیکھا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، مجھے بھی دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کی کوئی نقل شدہ بات ہی میرے پاس لاؤ اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔'' (الاحقاف:5,4)

سوال 2: ﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ﴾ ''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد جانور، پودے، پہاڑ اور دیگر ساری مخلوقات جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری مخلوق پکارنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ پھر تم جن کو مدد کے لئے پکارتے ہو، جن کی عبادت کرتے ہو اُن کی بڑائی کا بھی کوئی ثبوت دو۔

سوال 4: ظالموں سے یہاں کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ظالموں سے مراد مشرک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو عبادت کا مستحق سمجھتے ہیں۔

## رکوع نمبر 11

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾

''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز بہت تعریفوں والا ہے'' (12)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے'' لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو حکمت عطا کی اس کی

وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی'' لقمان رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے تھے جنہیں اس نے حکمت سے نوازا تھا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے لقمان رحمۃ اللہ علیہ کو حکمت عطا کی اور وہ دین کی سمجھ ہے۔

(3) حکمت سے مراد اللہ تعالیٰ، اس کی توحید، اس کی عبادت اور اس کی اطاعت، اس کا ذکر کرنے پر اس کا شکر ادا کرنا ہے۔

(4) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حکمت سے مراد فہم، علم اور تدبر ہے۔ (الاساس: 4317/8)

(5) یہ احکام کے علم، ان کے اسرار نہاں اور ان کے اندر موجود دانائی کی معرفت کا نام ہے۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان صاحب علم ہوتا ہے مگر حکمت سے تہی دامن ہوتا ہے۔ رہی حکمت، تو یہ علم کو مستلزم ہے بلکہ عمل کو بھی مستلزم ہے بنابریں حکمت کی علم نافع اور عمل صالح سے تفسیر کی جاتی ہے۔ (سعدی: 2093/3)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشک جائز نہیں مگر دو شخصوں پر، ایک اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اس بات کی توفیق وہمت بھی عطا کی ہو کہ وہ اسے (راہ) حق میں صرف کرے اور دوسرے اس شخص پر جسے اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلے (اور عمل) کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔ (بخاری: 73)

(7) ﴿اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو'' اس نے تمہارے ہم جنسوں، ہم عمروں اور ہم عصروں میں مخصوص انعام فرما کر فوقیت عطا فرمائی۔ (مختصر ابن کثیر: 1538/2)

(8) رب العزت نے دو طرح کے لوگوں کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے اس کو راستہ دکھا دیا خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا۔'' (الدھر: 3)

(9) شکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچان کر اس کی حمد وثنا کرنا صاحب قاموس نے لکھا ہے شکر کا معنی ہے احسان شناسی اور نعمت کو ظاہر کرنا۔ (مظہری: 171/9)

(10) شکر سے اطاعت کے لیے کوشش کرنا اور پوشیدہ اور مصیبت کے کاموں سے اجتناب کرنا۔ (قرطبی: 438/1)

(11) (i) وہ امور جو شکر کی طرف لے جاتے ہیں ان میں حلال رزق ہے، اپنے سے کم حیثیت کی طرف دیکھنا۔ (ترمذی: 2513)

(ii) قناعت کرنے سے انسان شکر گزار ہو جاتا ہے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابو ہریرہ! ورع وتقویٰ والے بن جاؤ، لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے، قانع بن جاؤ، لوگوں میں سب سے زیادہ شکر کرنے والے ہو جاؤ گے، اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، مومن ہو جاؤ گے، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، مسلمان ہو جاؤ گے، اور کم ہنسا کرو،

کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے"۔(ابن ماجہ:4217) (iii) اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ اس کا شکر ہے۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
﴿ابوء لك بنعمتك علي﴾ "مجھ پر تیری جو نعمتیں ہیں ان کا اقرار کرتا ہوں۔" (بخاری:630)
(iv) شکر ادا کرنے کی توفیق مانگنے سے انسان شکر ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "اے معاذ! قسم اللہ کی، میں تم سے محبت کرتا ہوں، قسم اللہ کی میں تم سے محبت کرتا ہوں"، پھر فرمایا: "اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں" ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا" ﴿اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾ "اے اللہ تعالیٰ! اپنے ذکر، شکر اور اپنی بہترین عبادت کے سلسلہ میں میری مدد فرما۔" (ابوداؤد: 1522)

(12) ﴿وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ﴾ "اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے" شکر کا نفع شکر کرنے والے کی طرف ہی لوٹتا ہے" (i) شکر کرنے والا روزہ دار کی طرح ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "کھانا کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا (اجر و ثواب میں) صبر کرنے والے روزہ دار کے برابر ہے"۔(ترمذی:2486)(ii) ہدایت کی نعمت شکر گزاروں کو ملتی ہے ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ﴾ "اور اسی طرح ہم نے انہیں ایک دوسرے سے آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟" (الانعام:53) (iii) شکر نعمت کا محافظ ہے۔عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شکر کے ساتھ اور نافرمانی کو ترک کرنے کے ساتھ محفوظ کرو۔(شعب الایمان:4546)
(iv) شکر سے نعمتوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ "اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے" (ابراہیم:7)(v) شکر گزاری کی وجہ سے انسان کا نفس پاک ہوتا ہے اور وہ نیک کاموں میں آگے بڑھتا ہے۔

(13) ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ "اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے" جو کوئی شکر ادا نہیں کرتا تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے جو کوئی اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اس کے بارے میں فیصلہ کرنے میں وہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے، اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اس کی ذات کا لازمہ ہے اس کا اپنی صفات کمال اور خوبصورت کاموں میں قابل ستائش ہونا اس کی ذات کا لازمہ ہے۔اس کے ان دونوں اوصاف میں سے ہر وصف صفت کمال ہے اور دونوں اوصاف کا مجتمع ہونا گویا کمال کے اندر کمال کا اضافہ ہے۔(سعدی:2093/3)

(14) اللہ تعالیٰ ناقدروں، ناشکروں کی شکر گزاری کا محتاج نہیں وہ بے پناہ خوبیوں والا ہے۔اگر ساری زمین کے انسان ناشکرے بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔

(15) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے

اور نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو، اگر تمہارے اگلے پچھلے اور تمہارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں بڑا پرہیز گار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور تمہارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سب سے بڑا بدکار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت کو کچھ نقصان نہیں ہوگا۔" (مسلم:6572)

سوال 2: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟

جواب: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے۔ ان کا تعلق عرب سے تھا۔ عرب میں ان کی دانائی، حکمت اور عقل وفہم ضرب المثل تھا۔ انہیں دینی بصیرت میں بھی نمایاں مقام حاصل تھا۔

سوال 3: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کو حکمت کہاں سے ملی؟

جواب: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی۔

سوال 4: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے حکمت کے حصول کے کیا اسباب بتائے؟

جواب: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ عقل وفہم کیسے حاصل ہوا انہوں نے کہا راست بازی، امانت اور بے فائدہ باتوں سے اجتناب کرنے اور خاموشی کی وجہ سے۔

سوال 5: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت کا کوئی واقعہ تحریر کریں؟

جواب: یہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ غلام تھے ان کے آقا نے کہا کہ بکری ذبح کر کے سب سے بہترین دو حصے لاؤ چنانچہ وہ دل اور زبان نکال کر لے آئے ایک دوسرے موقع پر ان کے مالک نے ان سے کہا دو سب سے برے حصے نکال کر لاؤ تو وہ دل اور زبان نکال کر لے آئے۔ ان کے مالک نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ دونوں صحیح ہوں تو سب سے بہتر ہیں اور اگر بگڑ جائیں تو ان سے بری چیز نہیں۔

سوال 6: شکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) شکر سے مراد ہے اللہ کی نعمت کو پہچان کر اس کی حمد وثنا کرنا۔ (2) شکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنا بھی ہے یہ عملی شکر ہے۔

سوال 7: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے کیا حکمت عطا کی تھی؟

جواب: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے منعم کے احسان کو پہچاننے کی حکمت دی تھی اسی وجہ سے فرمایا کی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے شکر ادا کرنے کے لیے کیسے ترغیب دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ کوئی شکر کرے یا نہ کرے اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کسی کے شکر کی وجہ سے فرق نہیں پڑتا۔ شکر تو

شکرادا کرنے والے کے لئے ذخیرہ ہے۔شکر کے نتیجے میں خود شکرادا کرنے والے کوفائدہ حاصل ہوتا ہے۔

سوال 9: ناشکری کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کون سی صفات یاد دلائی ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کوشکر کی ضرورت نہیں وہ بے نیاز ہے۔(2) اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے خود سے قابل تعریف ہے انسان کے ناشکرے پن سے اس کی ذات کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾

''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے'' (13)

سوال 1: ﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے'' شرک بہت بڑا ظلم ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ﴾ ''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا'' یاد کرو جب لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور اسے اوامر و نواہی سمجھائے۔ پدری شفقت کے تحت اسے حکمت کی بات سمجھائی۔ ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا'' سب سے پہلا حق اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے حق میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرنا ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو اخلاص کا حکم دیا۔

(2) ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے'' شرک سے ڈراتے ہوئے لقمان حکیم نے کہا کہ یہ ایسا ہلاک کرنے والا گناہ ہے کہ اس کے مقابلے کا کوئی اور گناہ نہیں اس لیے ہمیشہ شرک سے بچنا۔

(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آیت ﴿وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ اتری تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین لرز گئے اور کہنے لگے ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو؟ (یعنی اس سے گناہ نہ ہوا ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا مطلب یہ نہیں جو تم خیال کر رہے ہو اس آیت میں ظلم کا مطلب وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ ''اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک بہت برا ظلم ہے'' ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔'' (بخاری:4629)

(4) اس کے ظلم عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی بُرا نہیں جو مٹی سے بنی ہوئی مخلوق کو کائنات کے مالک کے مساوی

قرار دیتا ہے وہ اس ناچیز کو جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی اس ہستی کے برابر سمجھتا ہے جو تمام اختیارات کی مالک ہے۔ جو ناقص اور ہر لحاظ سے محتاج ہستی کو رب کامل کے برابر مانتا ہے جو ہر لحاظ سے بے نیاز ہے وہ ایسی ہستی کو جس کے پاس اتنا بھی اختیار نہیں کہ وہ ذرّہ بھر بھی کسی کو نعمت عطا کر سکے ایسی ہستی کے مساوی قرار دیتا ہے کہ مخلوق کے دین و دنیا، آخرت اور ان کے قلب و بدن میں جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے ہے اور اس ہستی کے سوا کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔ کیا اس سے بھی بڑا کوئی ظلم ہے؟ (سعدی:2094/3)

(5) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور میرے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے سوا اور کوئی چیز حائل نہیں تھی اسی حالت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یا معاذ! میں بولا یا رسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں، آپ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے تیار ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے تھوڑی دیر تک چلتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا: یا معاذ! میں بولا یا رسول اللہ ﷺ! حاضر ہوں آپ ﷺ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے اس کے بعد فرمایا: ”یا معاذ! میں نے عرض کیا حاضر ہوں، یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر کیا حق ہیں؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حق یہ ہیں کہ بندے خاص اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے اس کے بعد فرمایا: ”معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”تمہیں معلوم ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ جب کہ وہ یہ کام کر لیں، میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا کہ پھر بندوں کا اللہ پر حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ کرے۔“ (بخاری کتاب الجهاد:5967)

(6) حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت سے والد کی ذمہ داریوں کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ بچوں کو شرک سے بچانا، شرک کی حقیقت کو سمجھانا، شرک نہ کرنے کی تعلیم دینا یہ والد کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾

”اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے“ (14)

سوال 1: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ ”اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اس کا

دودھ چھڑانا دوسال میں ہے کہ میرا شکرادا کرواور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو وصیت کی'' یعنی ہم نے اس سے عہد لیا اور ہم اس کے بارے میں سوال کریں گے کہ اس نے اپنے عہد کی حفاظت کی ہے یا نہیں؟

(2)﴿بِوَالِدَيْهِ﴾ ''اُس کے والدین کے بارے میں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔'' (بنی اسرائیل:23)

(3)﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ﴾ ''اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا'' رب العزت نے اس سبب کا ذکر فرمایا ہے جو ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کا موجب ہے تمہاری ماں نے تمہیں دکھ پر دکھ اٹھا کر تمہیں پیٹ میں رکھا اس کا کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا، کھا لیتی تھی تو دل متلاتا تھا، کھایا پیا قے کر دیتی تھی۔ تمہاری ماں تمہارے حمل کے دوران صحت سے زیادہ بیماری کے قریب رہتی تھی۔ کمزوری اور حمل کا بوجھ اٹھا کر مشقت والے دن بسر کرتی تھی اور وضع حمل کے وقت وہ زندگی سے زیادہ موت کے قریب تھی پھر ماں راتوں کو نیند حرام کر کے دن رات تمہاری خدمت میں لگی رہتی تھی اس لیے وہ تمہارے حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے۔

(4) نبی ﷺ سے کسی نے سوال کیا میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ۔'' (بخاری: 5971)

(5) اولاد ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے لیے اپنے رب سے دعا کرے جیسا کہ فرمایا﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ ''اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے اُنہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔'' (بنی اسرائیل:24)

(6) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری ماؤں کی نافرمانی کو حرام کیا ہے۔ (بخاری:2548)

(7)﴿وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ﴾ ''اور اس کا دودھ چھڑانا دوسال میں ہے'' یعنی وہ اپنی ماں کی پرورش، کفالت اور رضاعت کا محتاج ہوتا ہے۔ کیا اس ہستی کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کیا جائے جو شدید محبت کے ساتھ اپنے بچے کی خاطر یہ سختیاں برداشت کرتی ہے اور اس کے بیٹے کو اس کے

ساتھ حسنِ سلوک کی تاکیداور وصیت نہ کی جائے؟(سعدی:2095/3)

(8)دودھ پلانے کا حکم رب العزت نے دیا ہے﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ ''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دوسال دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ رکھے کہ رضاعت کی مدّت کو پورا کرے۔''(البقرۃ:233)

(9)﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ﴾ ''کہ میرا شکرادا کرو'' یعنی میرے حقوق ادا کر کے، میری بندگی، میری اطاعت اور عبودیت کو قائم کر کے میرا شکرادا کرو اور میری دی ہوئی نعمتوں کو معصیت اور گناہ کے کاموں میں استعمال نہ کرو۔

(10)﴿وَلِوَالِدَيْكَ﴾ ''اور اپنے والدین کا بھی'' اور اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو، ان کے سامنے تواضع کے ساتھ رہو، ان کا اکرام اور عزت کرو، ان کی ذمہ داریوں کو اٹھاؤ، ان کے ساتھ بھلی بات کرو، ان کی خدمت کرو، ان کو وقت دو، ان کے ساتھ برا سلوک نہ کرو، ان کے ساتھ احسن کلام اور اچھے طرزِ عمل سے ان کا شکرادا کرو۔

(11)سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی، میں آپ ﷺ سے ہجرت اور جہاد کی بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا، دونوں زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے ماں باپ کے پاس لوٹ جا اور ان سے نیک سلوک کر۔(مسلم:6506)

(12)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی لڑکا جھولے میں (یعنی شیرخوارگی میں) نہیں بولا: مگر تین لڑکے۔ ایک تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دوسرے، جریج کا ساتھی اور جریج کا قصہ یہ ہے کہ وہ ایک عابد شخص تھا سو اس نے ایک عبادت خانہ بنایا اسی میں رہتا تھا۔ اس کی ماں آئی وہ نماز پڑھ رہا تھا، ماں نے پکارا ''اے جریج!'' وہ بولا: اے رب! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں، آخر وہ نماز ہی میں رہا اس کی ماں پھر گئی۔ پھر جب دوسرا دن ہوا، پھر آئی اور پکارا: اے جریج! وہ بولا: یا اللہ! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں، آخر وہ نماز ہی میں رہا۔ اس کی ماں بولی: یا اللہ! اس کو مت مارنا جب تک بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھے۔ پھر بنی اسرائیل نے جریج کا اور اس کی عبادت کا چرچا شروع کیا۔ اور بنی اسرائیل میں ایک بدکار عورت تھی جس کی خوبصورتی سے مثال دیتے تھے۔ وہ بولی: اگر تم کہو تو میں جریج کو بلا میں ڈال دوں، پھر وہ عورت جریج کے سامنے گئی، لیکن جریج نے اس طرف خیال بھی نہ کیا۔ آخر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے عبادت خانہ کے پاس ٹھہرا کرتا تھا اور اجازت دی اس کو اپنے سے صحبت کرنے کی، اس نے صحبت کی، وہ پیٹ سے ہوئی اور جب بچہ جنا تو بولی: کہ یہ بچہ جریج کا ہے لوگ یہ سن کر جریج کے پاس آئے اور اس سے کہا: اتر اور اس کا عبادت خانہ گرا دیا اور اس کو مارنے لگے وہ بولا: کیا ہوا تم کو؟ انہوں نے کہا: تو نے زنا کیا اس بدکار عورت سے، وہ ایک بچہ بھی جنی ہے تجھ سے۔ جریج نے کہا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس کو لائے، جریج نے کہا: ذرا مجھ کو چھوڑو میں نماز پڑھ لوں، پھر نماز پڑھی اور آیا اس بچہ کے پاس اور اس کے پیٹ کو ایک گھونسا

دیا اور بولا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ وہ بولا: فلانا چرواہا ہے۔ یہ سن کر لوگ دوڑے جریج کی طرف اور اس کو چومنے چاٹنے لگے اور کہنے لگے تیرا عبادت خانہ ہم سونے سے بنا دیتے ہیں۔ وہ بولا: نہیں مٹی سے پھر بنا دو جیسا تھا۔ لوگوں نے بنا دیا۔ تیسرا ایک بچہ تھا جو اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا اتنے میں ایک سوار نکلا عمدہ جانور پر ستھری پوشاک والا۔ اس کی ماں نے کہا: یا اللہ! میرے بیٹے کو ایسا کرنا۔ بچے نے یہ سن کر چھاتی چھوڑ دی اور اس سوار کی طرف دیکھا اور کہا: یا اللہ! مجھ کو ایسا نہ کرنا، پھر چھاتی میں جھکا اور دودھ پینے لگا۔" سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا میں نبی ﷺ کو دیکھ رہا ہوں اور نبی ﷺ اس بچے کے دودھ پینے کی نقل کرتے تھے اس طرح پر کہ کلمہ کی انگلی اپنے منہ میں ڈال کر چوستے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "پھر لوگ ایک لونڈی کو لے کر نکلے جس کو مارتے جاتے تھے اور کہتے تھے: تو نے زنا کرایا اور چوری کی۔ وہ کہتی تھی: اللہ مجھے کفایت کرتا ہے اور وہی میرا وکیل ہے۔ بچے کی ماں بولی: یا اللہ! میرے بچہ کو اس لونڈی کی طرح نہ کرنا۔ یہ سن کر بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس لونڈی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا: یا اللہ! مجھ کو اس لونڈی کی طرح کرنا۔ اس وقت ماں اور بیٹے میں گفتگو ہوئی۔ ماں نے کہا: او سر منڈے! جب ایک شخص اچھی صورت والا نکلا اور میں نے کہا: یا اللہ! میرے بیٹے کو ایسا کرنا تو تو نے کہا: یا اللہ! مجھ کو ایسا نہ کرنا اور یہ لونڈی کو لوگ مارتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں تو نے زنا کیا، چوری کی، تو میں نے کہا: یا اللہ! میرے بچے کو اس کی طرح نہ کرنا۔ تو کہتا ہے: یا اللہ! مجھ کو اس کی طرح کرنا (یہ کیا بات ہے؟)۔ بچہ بولا: وہ سوار ایک ظالم شخص تھا، میں نے دعا کی یا اللہ! مجھ کو اس کی طرح نہ کرنا اور لونڈی پر لوگ تہمت کرتے ہیں، کہتے ہیں تو نے زنا کیا، چوری کی، حالانکہ نہ اس نے زنا کیا ہے اور نہ چوری کی ہے، تو میں نے کہا: یا اللہ! مجھ کو اس کے مثل بنا۔" (مسلم:6509)

(13) سیدنا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟'' ہم نے عرض کہا: ضرور بتایئے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے بتایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔'' آپ ﷺ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے، اب آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی (سب سے بڑے گناہ ہیں) آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی۔ آپ ﷺ اسے مسلسل دہراتے رہے اور میں نے سوچا کہ آپ ﷺ خاموش نہیں ہوں گے۔ (بخاری:5976)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ناک خاک آلود ہوگئی، پھر ناک خاک آلود ہوگئی، پھر ناک خاک آلود ہوگئی۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون آدمی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا، پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔'' (مسلم:6510)

(15) ﴿اِلَیَّ الْمَصِیْرُ﴾ ''میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' اے انسان! تو نے لوٹ کر تو میرے پاس آنا ہے میں تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دوں گا میں تم سے تمہاری ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کروں گا کہ تو نے انہیں پورا کیا یا میرے حکم، میرے عہد، میری

وصیت کوضائع کر دیا۔ اگر تو نے میرے حکم کو نہ مانا تو میں تجھے بدترین سزا دوں گا۔

(16) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شعور دلایا ہے کہ والدین کے ساتھ تعلق عارضی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے اس لیے جب لوٹنا اس کی طرف ہے تو سارے تعلقات کو اپنی حیات کو شعوری طور پر اس کی طرف لوٹا دو اس کے حوالے کر دو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین سے حسن سلوک کی وصیت کیوں کی ہے؟

جواب: (1) والدین اولاد کے لیے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ (2) والدین اولاد کی پرورش اور تربیت کے لیے بہت زیادہ مشقت اٹھاتے ہیں۔ (3) والدین اپنی جوانیاں گلاتے ہیں تب بچے جوان ہوتے ہیں والدین کا حق بنتا ہے کہ اولاد ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کی۔ (4) والدین اپنی ہر قیمتی چیز بچوں کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔ (5) والدین بچوں پر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں احسان نہیں جتلاتے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

سوال 3: کمزوری پر کمزوری اٹھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ماں کے پیٹ میں جوں جوں بچہ بڑھتا جاتا ہے اُس سے ماں کمزور تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کو والدین کے شکریے پر کیوں مقدم رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اگرچہ والدین کا بڑا حق ہے لیکن رب کا حق سب سے بڑا ہے۔ اس لیے پہلے رب کا شکر ادا کرنا ہے۔

سوال 5: ﴿اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شعور دلایا ہے کہ والدین کے ساتھ تعلق عارضی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے اس لیے جب لوٹنا اس کی طرف ہے تو سارے تعلقات کو اپنی حیات کو شعوری طور پر اس کی طرف لوٹا دو اس کے حوالے کر دو۔

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

”اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے“ (15)

سوال 1: ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ ”اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں

اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو‘‘ والدین کے دباؤ سے نہ دین چھوڑو نہ حسنِ سلوک، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنۡ جَاهَدٰكَ﴾ ’’اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں‘‘ یعنی اگر تمہارے ماں باپ دونوں کوشش کریں تم پر دباؤ ڈالیں۔

(2)﴿عَلٰۤى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا﴾ ’’کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا‘‘ یعنی اگر والدین شرک کی طرف یا اپنے دین کی طرف ترغیب دیں اور وہ چاہیں کہ آپ ان کے نقشِ قدم پر چلو اور ان کے دین پر قائم رہو تو آپ ان کی بات ہرگز نہ مانو۔

(3) آپ کہیں یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کے دین سے روکنے کے لیے اور شرک کے لیے والدین دباؤ ڈالیں تب بھی ان کی اطاعت کرنا حسن سلوک میں شامل ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا حق فائق ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ﴾ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ (المعجم الکبیر: 384)

(4) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیتیں نازل ہوئیں۔ وہ کہتے ہیں (ایک آیت اس وقت نازل ہوئی جب) ان کی ماں نے قسم کھائی کہ وہ ان سے اس وقت تک بات نہیں کرے گی، جب تک وہ اپنا دین اسلام نہ چھوڑ دیں اور اس عرصہ میں وہ نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیئے گی، پھر وہ کہنے لگی، (سعد!) تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے ماں باپ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں اور میں تجھے اس بات کا حکم دیتی ہوں (کہ تو دین اسلام چھوڑ دے)۔ پھر تین دن تک وہ اس حالت میں رہی کہ نہ کچھ کھایا اور نہ پیا، یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہوگئی۔ آخر ان کا ایک بیٹا، جس کا نام عمارہ تھا، کھڑا ہوا اور اس نے اسے پانی پلایا۔ وہ (پانی پی کر) سعد کو بددعا دینے لگی، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ‌ ۚ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِـوَالِدَيۡكَ ؕ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ‏ ﴿۱۴﴾ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا‌ وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۖ وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ‌ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ’’اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔‘‘ (لقمان: 15,14) (مسلم: 6238)

(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مختصر لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر ایک انصاری صحابی (عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ) کو بنایا اور لشکریوں کو حکم دیا کہ سب اپنے امیر کی اطاعت کریں پھر امیر کسی وجہ سے غصہ ہو گئے اور اپنے فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں نبی ﷺ

نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں فرمایا ہے انہوں نے کہا پھر تم سب لکڑیاں جمع کرو، انہوں نے لکڑیاں جمع کیں تو امیر نے حکم دیا کہ اس میں آگ لگاؤ اور انہوں نے آگ لگا دی۔ اب انہوں نے حکم دیا کہ سب اس میں کود جاؤ۔ فوجی کود جانا ہی چاہتے تھے کہ انہی میں سے بعض نے بعض کو روکا اور کہا کہ ہم تو اس آگ ہی کے خوف سے نبی ﷺ کی طرف آئے ہیں! ان باتوں میں وقت گزر گیا اور آگ بھی بجھ گئی اس کے بعد امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا جب اس کی خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود جاتے تو پھر قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ اطاعت کا حکم صرف نیک کاموں کے لیے ہے۔ (بخاری:4340)

(6) اللہ تعالیٰ نے یہ بھی اجازت نہیں دی کہ اگر وہ آپ پر دباؤ ڈالیں تو ان کی نافرمانی کرو اور بدسلوکی کرو۔

(7) ﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ ''اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ معروف طریقے سے برتاؤ کرتے رہنا'' دنیا میں ان کے ساتھ معروف طریقے سے رہنا اور اچھا برتاؤ کرنا ہے دنیا میں ان سے پیار محبت کے ساتھ رہو اور احسان کے بدلے احسان کرتے رہو۔

سوال 2: ﴿وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے'' دین میں ان لوگوں کی پیروی کرو جو میری طرف جھکے ہوئے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ ''اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا'' یعنی محمد ﷺ کی پیروی کرو۔ (2) یعنی اس راستے کی پیروی کرو جو مجھ تک پہنچتا ہے یعنی توبہ اور اخلاص کے ساتھ میرے راستے پر چلو۔ (فتح القدیر:4/298)

(3) سارے جہان والوں کو وصیت ہے کہ انبیاء اور صالحین کی پیروی کریں۔ (الثعالبی:4/321)

(4) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اپنے رب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(5) ﴿ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ﴾ ''پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے'' یعنی فرماں بردار اور نافرمان اور وہ لوگ جن کے محرکات اور ارادے اللہ تعالیٰ کی مرضی کی طرف مائل ہیں اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔

(6) ﴿فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ سے کسی کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں وہ ہر ایک کو اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔

سوال 3: والدین کی اطاعت ختم ہونے کے بعد کس کی اطاعت اور پیروی کرنی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیروی اس شخص کے راستے کی کرو جو میری طرف جھکا ہوا ہو، میری طرف رجوع کرنے والا ہو اور مؤمن ہو۔

﴿یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾

''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (16)

سوال: ﴿یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو'' رائی کے دانے کے برابر عمل کو بھی اللہ تعالیٰ لے آئے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے لطیف وخبیر ہونے کا شعور دلاتے ہوئے کہا اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو اور جو بہت ہی چھوٹا اور حقیر ذرہ ہے۔

(2) ﴿فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ﴾ ''پس وہ کسی چٹان میں ہو'' یعنی وہ ذرّہ کسی چٹان کے درمیان میں چلا جائے۔

(3) ﴿اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ﴾ ''یا آسمانوں میں'' یا آسمانوں میں، ستاروں اور سیاروں کے درمیان یا آسمان کی کسی بھی جہت میں ہو۔

(4) ﴿اَوْ فِی الْاَرْضِ﴾ ''یا زمین میں'' یا زمین کے نیچے، زمین کی تہوں میں کہ اگر ذرّہ زمین کی تہوں میں ہو اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے گا۔

(5) ﴿یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا'' اللہ تعالیٰ اسے اپنے وسیع علم اور کامل خبر اور کمال قدرت سے اسے لے آئے گا۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن انصاف کے ترازو نصب کرے گا تو ظلم اور گناہ کو حاضر کردے گا اور پورا پورا بدلہ دے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ﴾ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' (الانبیاء: 47) ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ﴿۸﴾﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا'' (الزلزال: 8,7)
(مختصر ابن کثیر: 2/1541)

(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ باریک بین، باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ باریک علم والا ہے۔ وہ آنکھ سے نظر نہ آنے والی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ تاریک رات میں چیونٹی کی چال کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ جو کالی رات کے اندھیرے میں مچھر کو اس کے پر پھیلاتے ہوئے دیکھتا ہے جو اس کی رگیں اس کے سینے میں دیکھتا ہے اور اس کے دماغ اور اس کی باریک ہڈیوں کے پیچ اور اس کے حلق کی رگوں میں خون دوڑتے ہوئے اور ایک جوڑ سے دوسرے جوڑ تک جاتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ جو بچے کو ماں کے پیٹ کے اندرونی اندھیرے میں پرورش پاتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ اس کی تیز حرکات میں اس کے قدم دیکھتا ہے وہ جو تمام مخلوقات کو سمندر کی تاریک گہرائیوں کے نیچے دیکھتا

اور سنتا ہے۔

(8) اگر کوئی باریک سے باریک ذرہ بھی چٹان کے اندر ہو اللہ اپنے علم کی لطافت سے اسے ظاہر فرما دے گا نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر کوئی کسی ایسی ٹھوس چٹان میں جا کر عمل کرے جس کا نہ کوئی دروازہ ہو اور نہ کوئی سوراخ اس کو بھی اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دے گا خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ (مسند احمد)

(9)﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ "اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔" (الانعام:59)

﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

"اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو یقیناً یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے" (17)

سوال 1:﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ "اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو۔ یقیناً یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے" ہمت کے کاموں کی وصیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) حضرت لقمان رحمہ اللہ نے یہ وضاحت کی کہ انسان اچھا یا برا کام خواہ کتنا ہی چھپ کر کرے اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتا اس کے سارے اعمال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور جیسے رائی کے دانے کو نکال کر لے آئے گا ایسے ہی انسان کے عمل کو بھی اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا گہرا شعور دلانے کے بعد نماز قائم کرنے کا حکم دیا کہ یہی شعور نماز کو احسان کے درجے تک لے جاتا ہے جیسا کہ حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے پاس سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اور پوچھنے لگے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ "اسلام یہ ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ فرض ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔" (بخاری: 50)

(2)﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ "اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کرو" لقمان نے نماز کی ترغیب دی کہ یہ سب سے بڑی بدنی عبادت ہے۔

(3) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہر دین کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے

کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔'' (ترمذی:2616)

(4)﴿وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور نیکی کا حکم دو''لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکامات کی اتباع کا حکم دو۔

(5)﴿وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''اور برائی سے روکو''لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور حرام میں پڑنے سے روکو۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔'' (التوبہ:71)

(6) یہ آیتِ کریمہ اس بات پر دال ہیں کہ نیکی پر عمل کر کے اور برائی کو ترک کر کے خود اپنی ذات کی تکمیل کی جائے پھر نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے روک کر دوسروں کی تکمیل کی جائے چونکہ یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ جب بندہ نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا تو لامحالہ اسے آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا نیز اس راستے میں نفس کو مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے اس لیے اس کو اس پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(سعدی:2096/3) لٰہذا فرمایا،

(7)﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ﴾ ''اور جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو'' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتے ہوئے جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو اور لوگوں کے تکلیفیں پہنچانے کی وجہ سے اس کام سے نہ رکنا۔

(8)﴿اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ''یقیناً یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے''یعنی نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں لوگوں کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرنا ایسے امور ہیں جن کا عزم کے ساتھ اہتمام کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کاموں کی توفیق اولوالعزم لوگوں کو دیتے ہیں۔

سوال 2: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے بیٹے کو نصیحت سے والد کی ذمہ داریوں کے بارے میں کیا پتا چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ والد کو اپنی اولاد کے نماز قائم کرنے اور اصلاح معاشرہ میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار کرنا چاہیے۔

اپنی ذاتی اصلاح اور بین الانسانی تعلقات کی درستگی، رب کی اطاعت پر کاربند رہنے کے لیے صبر کرنے کا حکم ہے اس بارے میں بھی بتانا چاہیے۔

سوال 3: کون سا کام ہمت کے کاموں میں سے ہے؟

جواب: یہاں صبر کو ہمت کے کاموں میں سے قرار دیا گیا ہے۔

سوال 4: ہمت کے کاموں میں سے کون سا کام بڑا ہے؟

جواب: (1) ہمت کے کاموں میں سے بڑا کام امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔(2) کیونکہ یہ پختہ عزم کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

(3) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کام میں انسان کو تردد لاحق ہو جاتا ہے۔انسان پختہ عزم کر لے تو پھر یہ راستہ طے ہوتا ہے۔اس راہ کی

مشکلات کو برداشت کرنا ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' (18)

سوال 1: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ ''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' غرور سے اجتناب کی وصیت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ ''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو'' جب تم لوگوں سے بات کرو تو انہیں حقیر جان کر غرور سے منہ نہ پھیرو۔ (2) ﴿لَا تُصَعِّرْ﴾ 'صعر' سے مشتق ہے جو اونٹ کی ایک بیماری ہے جس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے جیسے انسانوں میں لقوہ معروف بیماری ہے جس سے چہرہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے مراد اس سے رخ پھیر لینا ہے۔ (معارف القرآن: 3938/7)

(3) یعنی تکبر نہ کرو یعنی جب لوگ آپ سے کلام کریں تو ان سے منہ نہ موڑ لو۔ (الدر المنثور: 320/5)

(4) لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیار اور نرمی سے پیش آؤ۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا بھی نیکی ہے اور تہ بند لٹکانے سے بچنا کیونکہ یہ غرور کی نشانی ہے اور غرور کو حق تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ غرور نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو حقیر جانو اور بات کرتے وقت ان سے منہ پھیر لو، پیٹھ پھیر کر بات نہ کرو، تصنع سے باچھیں پھاڑ پھاڑ کر اور اترا اترا کر باتیں نہ کرو''۔ (سراج المنیر: 1541/2)

(5) سیدنا جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی نیکی کو حقیر مت جاننا، اپنے بھائی سے بات کرو، تو کھلے چہرے سے بات کیا کرو، بلاشبہ یہ نیکی ہے اور نیکی چادر آدھی پنڈلی تک اونچی رکھا کرو اور اگر یہ نہ کر سکو تو ٹخنوں تک (تو ضرور اونچی) رکھو، (ٹخنوں سے نیچے) چادر لٹکانے سے بچنا، کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ (ابوداؤد: 4084)

(6) ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ ''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو'' یعنی خود پسندی کے ساتھ اتراتے ہوئے نہ چلو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا﴾ ''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، یقیناً تم زمین کو کبھی نہیں پھاڑ سکو گے اور نہ کبھی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ پاؤ گے۔'' (بنی اسرائیل: 37)

(7) رحمٰن نے اپنے خاص بندوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ زمین پر نرم چال چلتے ہیں ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾ ''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں'' (الفرقان: 63)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سربلند

کر دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

(9)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' یعنی اللہ تعالیٰ کسی خود پسند سے محبت نہیں کرتا، جو تکبر کرتا ہے جو اپنی باتوں میں فخر کا اظہار کرتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی غرور ہو گا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ ایک شخص نے کہا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، غرور و تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔'' (مسلم:265)

(10) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے افراد سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور ان کی طرف نظر نہیں کرے گا اور ان کو گناہوں سے پاک بھی نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ کلمات رسول اللہ ﷺ نے تین بار دہرائے۔ میں نے پوچھا، یہ لوگ نامراد ہو گئے اور انہوں نے نقصان اٹھایا، اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسبل یعنی چادر، تہ بند، شلوار یا پینٹ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا)، دوسرا احسان کر کے جتانے والا اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرنے والا۔'' (ابوداؤد:4087)

(11) سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عزت اللہ تعالیٰ کی ازار ہے اور کبریائی اس کی چادر ہے اور (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص ان صفتوں میں مجھ سے جھگڑے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔'' (مسلم:6680)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی غرور میں اپنی چادر لٹکا کر چلا جا رہا تھا کہ وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔ (بخاری:5789)

سوال 2: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت الی اللہ تعالیٰ کے کام کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو اخلاقیات کے بارے میں خالص نصیحتیں کیوں کی تھیں؟

جواب: (1) یہ وہ کام ہیں جن میں عام طور پر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (2) دعوت الی اللہ تعالیٰ کا کام کرتے ہوئے لوگ ان غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (3) یہ نصیحتیں دعوت دینے والے کے لیے بہترین زادِ راہ ہیں۔

سوال 3: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس کا مطلب ہے کہ لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کریں۔ عام طور پر منہ اس لئے پھیرا جاتا ہے جب لوگ خود کو بڑا دوسروں کو چھوٹا سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے لقمان کی نصیحت کے حوالے سے سمجھایا ہے کہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان دوسروں کے مقابلے میں اپنی نیکیوں کو حقیر سمجھے اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو حقیر سمجھے اور لوگوں کے معاملات کا نگران بن جائے تو لوگوں

پر اپنی قیادت کا قہر نازل کرے۔

(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں بلاتے ان میں بڑا بننے کا لوگوں سے منہ موڑنے کا رویہ زیادہ پایا جاتا ہے۔

(3) اس وصیت میں تکبر کی وجہ سے پھولے ہوئے گالوں سے تکبر کی ہوا نکالی گئی ہے۔

(4) اس وصیت کے ذریعے تکبر کے عمل سے نفرت دلائی گئی ہے تاکہ لوگ منہ پھیر کر بات کرنا چھوڑ دیں۔

﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾

''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک سب سے بُری یقیناً گدھوں کی آواز ہے'' (19)

سوال 1: ﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ ''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک سب سے بُری یقیناً گدھوں کی آواز ہے'' درمیانی چال اور دھیمی آواز کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ﴾ ''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو''۔

(2) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''تواضع اختیار کرو یعنی درمیانی چال چلو نہ بالکل آہستہ نہ بھاگ کر چلو'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ تکبیر کی آواز سن لو تو نماز کے لیے (معمولی چال سے) چل پڑو۔ سکون اور وقار کو (بہر حال) پکڑے رکھو اور دوڑ کے مت آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو، اور جو نہ مل سکے اسے بعد میں پورا کرلو۔ (بخاری:636)

(3) یعنی تکبر اور اتراہٹ کی چال نہ چلو بلکہ تواضع کے ساتھ چلو۔

(4) ﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ﴾ ''اور اپنی آواز کو پست رکھو'' اللہ تعالیٰ کے حضور لوگوں کے ساتھ ادب کے طور پر اپنی آواز کو دھیما رکھو۔ (سعدی:2097/3) (5) بلا ضرورت بلند آواز سے بات نہ کرو۔

(6) ﴿اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ ''یقیناً سب سے زیادہ بُری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے'' بدترین آواز گدھے کی ہوتی ہے اور وہ چیختا چلاتا ہے۔ اس کی آواز بھی بری ہوتی ہے۔ اگر بلند آواز میں کوئی بہتری ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے گدھے کے ساتھ مختص نہ کرتا جس کی کم عقلی کسی سے چھپی ہوئی نہیں۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مرغ کی بانگ سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔'' (بخاری:3303)

(8) یہ وصیتیں جو جناب لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے کی ہیں، حکمت کی بڑی بڑی باتوں کو بھی مستلزم ہیں جو یہاں مذکور نہیں۔ ہر وصیت کے

ساتھ ایک داعیہ موجود ہے جو امر کی صورت میں اس پر عمل کی دعوت دیتا ہے۔ (سعدی:2097/3)

سوال 2: چال میں میانہ روی سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ نہ تو گردن اکڑا کر چلیں۔ (2) نہ ہی چال میں سستی ہو کہ مریضانہ چال ہو۔ (3) نہ اتنی تیزی ہو کہ وقار کے خلاف ہو اس سے مراد عام سیدھی سادی چال ہے

## رکوع نمبر 12

﴿ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴾

''کیا تم نہیں دیکھتے یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اُس نے اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں، اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر کسی علم، اور بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے'' (20)

سوال 1: ﴿ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ﴾ ''کیا تم نہیں دیکھتے یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اُس نے اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں'' دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا تذکرہ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اَلَمْ تَرَوْا ﴾ ''کیا تم نہیں دیکھتے۔'' اللہ رب العزت نے بندوں کو اپنی نعمتیں یاد دلوائی ہیں کہ ان پر غور کرو اور شکر ادا کرو۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا؟ کیا آپ نے مشاہدہ نہیں کیا؟

(2) ﴿ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ سب تمارے فائدے کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ آسمان کو مضبوط چھت بنا دیا، سورج کو تمہارے کام میں لگا دیا، اس کی روشنی، حرارت، تمہارا watercycle، بارشوں کا برسنا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چاند تمہارے کام میں لگا ہوا ہے۔ چاند کی روشنی جس سے کتنے ہی پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ ستارے جن سے راستوں کے لیے راہ نمائی لیتے ہو۔

(3) (i) تسخیر کا مطلب ہے فائدہ اُٹھانا جیسے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو ایسے اُصولوں کا پابند بنا دیا ہے کہ وہ ہمارے لیے مفید کام کر رہے ہیں اور انسان ان سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

(ii) تسخیر کا مطلب تابع بنانا بھی ہے انسان زمین کی بہت سی مخلوقات کو اپنے تابع بناتا ہے یعنی ان سے فوائد حاصل کرتا ہے۔

(iii) تسخیر کا مفہوم ہے کہ آسمان اور زمین کو تمام مخلوقات انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں چاہے وہ انسان کے تابع ہوں یا نہ ہوں۔ چاہے وہ انسان کے استعمال میں آ رہی ہوں یا نہ آ رہی ہوں۔

(4) تسخیر کائنات کے دو مطلب ہیں (i) ایک یہ کہ کائنات کی ہر چیز انسان کی خادم ہے اور انسان مخدوم ہے۔ زمین، سمندر، پانی، ہوائیں، پہاڑ، چاند، سورج، ستارے یہی موٹی موٹی اشیاء کائنات گنی جاتی ہیں۔ ان کے انسان کا خادم ہونے کا ثبوت یہ ہے اگر ان میں سے ایک چیز بھی نہ ہو تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا مگر انسان کے بغیر ان چیزوں میں سے کسی کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ (ii) اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ زمین میں جتنی بھی اشیاء موجود ہیں خواہ وہ جمادات ہو یا نباتات ہوں یا حیوانات ہوں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی عقل عطا فرمادی ہے کہ وہ ان میں سے جس کو چاہے اپنے قابو میں لا سکتا ہے اور اس سے حسب ضرورت فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن:535/3)

(5) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (٧٢) وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (٧٣)﴾ ”آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔“ (القصص:72,73)

(6) ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (٥) اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ (٦)﴾ ”وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں یقیناً رات اور دن کے اختلاف میں اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔“ (یونس:6,5)

(7) ﴿وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ”اور جو کچھ زمین میں ہے“ یعنی زمین کے صحرا، دریا، پہاڑ، سمندر، درخت، کھیت، معدنیات، باغات، زمین کے جانور، پرندے، مچھلیاں کتنی نعمتیں ہیں۔ سب تمہارے لیے ہے جیسا کہ فرمایا ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ”وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے پھر اُس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی، پس اُس نے اُن کو درست کر کے سات آسمان بنا دیے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“ (البقرہ:29)

(8) ﴿وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ ”اور اُس نے اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں“ ظاہری نعمتیں وہ ہیں جن کو ہم حواس خمسہ کے ذریعہ معلوم کر سکتے ہیں اور ان کا تعلق ہماری مادی زندگی اور معاشیات وغیرہ سے ہے اور یہ بھی لاتعداد ہیں اور باطنی سے

مرادوہ نعمتیں ہیں جن سے ہماری اخلاقی تربیت ہوتی ہے اورروح کا تزکیہ ہوتا ہے۔اوروہ بھی لاتعداداوران کا ذریعہ معلومات سے مرادوہ نعمتیں ہیں جن کا تعلق دونوں سے ہے مثلاً آنکھ سے ہم دیکھتے ہیں یہ آنکھ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔لیکن قوت باصرہ کا علم اس سے علیحدہ چیز ہے اسی طرح انسان کی قوت سامعہ،قوت ہاضمہ،قوت متخیلہ،قوت دافعہ وغیرہ بے شمار قوتیں انسان کے جسم کے اندرکام کررہی ہیں اگر یہ ٹھیک کام کرتی رہیں توانسان تندرست رہتا ہے اگران میں سے کسی ایک میں بھی گڑبڑ ہوجائے توانسان بیمار پرجاتا ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔یہی وہ قسما قسم کی نعمتیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا کہ ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔'' (النحل:18)(تیسیر القرآن:536/3)

(9) جس نے نعمتیں عطا کی ہیں اس منعم سے محبت کرو،اس کا شکرادا کرو،اس کی نعمتوں کواس کی نافرمانی میں صرف نہ کرو،اس کی اطاعت کے کاموں میں ان نعمتوں کو استعمال کرو۔(مسلم:7430)

سوال2:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اورلوگوں میں سے کوئی ہے جواللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر کسی علم،اور بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔'' بلا علم،بلا دلیل جھگڑوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ ''اورلوگوں میں سے کوئی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں پانے والے ایسے بھی ہیں جوشکرادا نہیں کرتے اور ناشکری کرتے ہوئے اسی ہستی کا انکار کردیتے ہیں جس نے نعمتیں عطا کیں،جس نے کتابیں نازل کیں اور رسول بھیجے۔

(2)﴿مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ﴾ ''جواللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے۔'' جواللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں تاکہ جوکچھ رسول لے کرآئے ہیں اس حق کا انکار کردیں یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کوٹھکرادیں،عبادت کی دعوت کوقبول نہ کریں۔

(3)وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں۔

(4)﴿بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بغیر کسی علم کے'' یعنی ان کا جھگڑا علم کی بنیاد پرنہیں علم کے بغیر ہی جھگڑتا ہے۔اگرعلم کے ساتھ جھگڑا ہوتا توان کے حال پرچھوڑ دیا جاتا۔

(5)﴿وَّلَا هُدًى﴾ ''اور بغیر کسی ہدایت کے'' یعنی اس کا جھگڑا ہدایت کی بنیاد پر بھی نہیں ہے۔اگر ہدایت کی بنیاد پر ہوتا تو ہدایت یافتہ لوگوں کی بات مانی جاتی ہے اوران کے پیچھے چلا جاتا ہے۔

(6)﴿وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اور بغیر کسی روشن کتاب کے'' ان کا جھگڑا کسی حق کوواضح کرنے والی کتاب پر مبنی بھی نہیں ہے۔ان کا جھگڑا صرف آباءواجداد کی تقلید پرنہیں ہے جوخود ہدایت یافتہ نہ تھے بلکہ وہ خود بھی گمراہ تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ﴾ ''اورلوگوں میں سے ہے جواللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے

اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے۔'' (الحج:3)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے بارے میں لوگ کیا جھگڑے کرتے ہیں؟

جواب: (1) لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔ (2) اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے میں جھگڑے کرتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔

سوال 4: لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیوں جھگڑے کرتے ہیں؟

جواب: (1) لوگ اپنی فطرت کے بگڑ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔ (2) لوگ اپنے آباؤ اجداد کے دین پر قائم رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔

﴿وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ الشَّيۡطٰنُ يَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اور کیا اگرچہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟'' (21)

سوال 1: ﴿وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے'' آباؤ اجداد کی تقلید کیوں بری ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

(1) ﴿وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے'' جب جھگڑا کرنے والوں سے کہا جاتا ہے۔

(2) ﴿اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ﴾ ''اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے'' یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے رسولوں پر نازل فرمایا ہے اس کی اتباع کرو۔

(3) ﴿قَالُوۡا﴾ ''انہوں نے کہا'' وہ اس دعوت کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

(4) ﴿بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے'' یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم باپ دادا کے طریقے نہیں چھوڑ سکتے ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان

کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟'' (البقرۃ:170)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بت ہی بعد میں عرب میں پوجے گئے، ود، دومتہ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا، سواع، بنی ہذیل کا، یغوث، بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی جرف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے، یعوق، بنی ہمدان کا بت تھا اور نسر، حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض نیک آدمیوں کے نام ہیں، جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے، وہاں ان کے بت بنا کر رکھ دو اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان کے بزرگوں کے تھے۔ سو انہوں نے ایسا ہی کیا، تاہم اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوئی، لیکن بعد ازاں جب وہ لوگ فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا تو تب ان کی پوجا ہونے لگی۔ (بخاری:4920)

(6) لوگوں کا یہ رویہ ذہنی غلامی اور عقلی قید کا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل کی آزادی دی ہے تا کہ وہ آزادانہ غور و فکر کر سکیں کہیں انسان اپنے ہاتھوں سے اپنی عقل کو بیڑیاں ڈال دیتا ہے اور زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے یہ غیر عقلی رویہ ہے۔

سوال 2: ﴿اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور کیا اگر چہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟'' اندھی تقلید کرنے والوں کو جو جواب دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب (1) رب العزت نے باپ دادا کی تقلید کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔

(2) ﴿اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور کیا اگر چہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟'' یعنی وہ پھر بھی باپ دادا کی تقلید کریں گے اگر چہ باپ دادا نے شیطان کی آواز پر لبیک کہا ہو اور وہ انہیں بھڑکتی آگ تک لے جا رہا ہو۔

(3) یعنی ان کے آباؤ اجداد نے شیطان کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے پیچھے چل پڑے اور یوں وہ شیطان کے چیلوں میں شامل ہو گئے اور ان پر حیرت و تردد نے غلبہ پالیا۔ کیا یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ ان کی پیروی کی جائے اور ان کے طریقے پر چلا جائے یا یہ چیز ان کو ان کے آباء و اجداد کے مسلک پر چلنے سے ڈراتی ہے اور ان کی اور ان کے پیروکاروں کی گمراہی کا اعلان کرتی ہے؟ ان کے آباؤ اجداد کے لیے شیطان کی دعوت کسی محبت اور مودت کی بنا پر نہیں بلکہ یہ تو ان کے ساتھ عداوت اور فریب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے پیروکار اس کے دشمن ہیں جن پر قابو پانے میں وہ کامیاب ہوا ہے جب لوگ اس کی دعوت کو قبول کر کے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کے مستحق بنتے ہیں تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ (سعدی:2099/3)

(4) کسی چیز کی صداقت کے لیے یہ دلیل درست نہیں ہے کہ وہ باپ دادا کے وقتوں سے چلی آ رہی ہے۔

(5) اس آیت میں دو باتوں کی صراحت کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ تقلیدِ آباء بلا تحقیق اور شیطان کی پیروی ایک ہی چیز ہے اور دوسرے یہ کہ شیطان کی پیروی کا لازمی نتیجہ جہنم کا عذاب ہے گویا اس سے سوال یہ کیا جا رہا ہے کہ اگر شیطان تمہارے آباء و اجداد کو جہنم کی طرف لے

جارہا ہو تو بھی تم اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرو گے؟ (تیسیر القرآن:536/3)

سوال 3: اللہ تعالیٰ انسانوں کو خود ساختہ قید سے کیسے آزاد کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ توجہ دلاتے ہیں کہ غور وفکر کر کے شعور کو روشن کریں کہ اگرچہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو پھر بھی وہ اسی کے کہے پر عمل کریں گے؟

﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾

''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور وہ ہو بھی نیک تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے'' (22)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور وہ ہو بھی نیک تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے'' مخلص لوگ مضبوط سہارا تھام لیتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے'' جو کوئی اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے اور عبادت کو اس کے لیے خالص کرتا ہے۔

(2) ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ''اور وہ ہو بھی نیک'' وہ اسلام میں محسن ہے کیونکہ اس کا عمل شرعی ہے اور وہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی عبادات کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور وہ اپنی عبادات کو احسان کے درجہ تک لے جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت پیدا نہیں کرسکتا تو وہ اس طرح عبادت کرتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق قائم کر کے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتا ہے اور ان کے حقوق ادا کرتا ہے تینوں معانی میں تلازم پایا جاتا ہے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں سوائے اس پہلو سے کہ دونوں لفظوں کے مورد میں اختلاف ہے ورنہ قبول کرنے اور تکمیل کے لحاظ سے تمام معانی، دین کے تمام قوانین اور اصولوں کو قائم کرنے پر متفق ہیں۔ (سعدی:2100/3)

(3) ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ''تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا'' جس نے اللہ تعالیٰ کا سہارا تھام لیا وہ نجات پا گیا، اسے ہر بھلائی نصیب ہوئی۔

(4) انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل کر کے اس کے نواہی سے رک کر اللہ تعالیٰ کے دین کا مضبوط کڑا پکڑ لیا۔ اب وہ جہنم میں نہیں

گریں گے۔

(5)﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ ''چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں۔'' (البقرۃ:256) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (ایک خواب میں) دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں، اس باغ کے بیچ میں ایک ستون ہے اور ستون کی چوٹی پر ایک کڑا لگا ہوا ہے۔ مجھ سے کہا گیا، اس پر چڑھ جاؤ، میں نے کہا ''میں نہیں چڑھ سکتا'' پھر ایک خادم نے آکر میرے کپڑے میرے پیچھے سے اٹھائے تو میں چڑھ گیا اور اوپر جا کر کڑا مضبوطی سے پکڑ لیا میں اسے پکڑے ہوئے ہی تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ بعدازاں میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''باغ تو اسلام کا باغ ہے اور ستون اسلام کا ستون ہے اور کڑا عروۃ الوثقیٰ ہے (مضبوط کڑا) ہے، تم مضبوطی کے ساتھ اسلام کو پکڑے رہو گے، یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔'' (بخاری:7014)

(6) جس نے اللہ تعالیٰ کا سہارا نہ تھاما یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل نہ کی، اس کے نواہی سے نہ رکا اس نے اللہ تعالیٰ کے دین کا مضبوط کڑا چھوڑ دیا وہاں اب اس کے لیے ہلاکت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

(7)﴿وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے'' یعنی تمام کاموں کی انتہا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرے گا اور ان کے اعمال کے مطابق جزا سزا دے گا۔

(8) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہی سمجھایا کہ جب سارے معاملات کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اور قران وسنت کے مطابق زندگی بسر کرے۔

سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کے مضبوط سہارے کو کیسے تھام سکتا ہے؟

جواب: انسان اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر کے، اللہ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کر کے، اخلاص کے ساتھ اللہ کے سہارے کو تھام سکتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا مضبوط سہارا کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا مضبوط سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کی وجہ سے انسان کے دل کے اندر پختہ ہوتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا مضبوط سہارا وہ رابطہ ہے جو بندے اور رب کے درمیان ایک معاہدے کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے اور بندگی اور غلامی سے، اس سے مدد مانگنے سے یہ رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ جتنا زیادہ بندگی کا رنگ انسان پر گہرا ہوتا چلا جاتا ہے اتنا ہی انسان کا رابطہ رب سے مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔

﴿وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

## ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''اور جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے، اُن سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ انہوں نے کیا ہم انہیں بتا دیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' (23)

سوال 1: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے، اُن سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ انہوں نے کیا ہم انہیں بتا دیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' لوگوں کا کفر آپ ﷺ کو صدمہ نہ پہنچائے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ﴾ ''اور جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے'' یعنی اگر کافر اللہ تعالیٰ کو، اس کی شریعت کو نہیں مانتے تو آپ ﷺ غم زدہ نہ ہوں آپ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کا فرض ادا کر دیا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کے مستحق ہو گئے آپ ﷺ جان لیں کہ اگر ان کے اندر بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے دیتا۔

(2) ﴿اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾ ''اُن سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے'' انہوں نے موت کے بعد ہمارے ہی پاس آنا ہے۔

(3) ﴿فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''پھر جو کچھ انہوں نے کیا ہم انہیں بتا دیں گے'' ہم انہیں ان کے کفر اور حق سے دشمنی اور رسولوں کو اذیت پہنچانے اور اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کی کوششوں سے انہیں آگاہ کر دیں گے۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' وہ سینوں کے راز جانتا ہے جن کو کوئی ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ ان کے بارے میں کیسے نہیں جانے گا جن کی مخالفت، حق دشمنی اور ایذارسائی کو سب دیکھتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے شعور کو کیسے بے دار کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ﴿اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾ ہماری ہی طرف انہیں لوٹ کر آنا ہے۔ اس سے یہ احساس دلایا ہے کہ جو کچھ کہتے ہو یا کرتے ہو جا اسی کی طرف رہے ہو۔ کیسی عجیب بات ہے رب کی طرف جاتے ہوئے سیدھے رخ سے جانے کی بجائے پشت پھیر کر جا رہے ہو اور عنقریب اس سے جا ملنا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ﴿فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ سے یہ احساس دلایا ہے کہ وہ عمل جو تم آج کر رہے ہو وہ اس دنیا کا ہی نہیں ہے۔ جب تم ہمارے پاس آؤ گے تو ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کر کے آئے ہو؟

(3) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ تمہارے دل کے حالات و معاملات بھی اللہ تعالیٰ سے چھپے ہوئے نہیں۔ ہر کام کے پیچھے تمہاری

سوچ، تمہارا میلان، تمہاری نیت، ارادہ، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ تم اللہ سے کچھ بھی چھپا نہیں سکتے۔ ان تین باتوں سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کافرانہ روش اختیار کرنے سے روکا ہے کہ نہ تمہارے دل میں ابھرنے والا خیال بچ کر کہیں جا سکتا ہے نہ تمہارا عمل، نہ تم خود۔ جب رب سے بھاگ نہیں سکتے تو مان جاؤ کفر چھوڑ دو۔

﴿نُمَتِّعُهُمۡ قَلِيۡلًا ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيۡظٍ﴾

''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے'' (24)

سوال 1: ﴿نُمَتِّعُهُمۡ قَلِيۡلًا ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيۡظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے'' کافروں کے لیے دنیا کی قلیل متاع ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿نُمَتِّعُهُمۡ قَلِيۡلًا﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں'' یعنی ہم کافروں کو دنیا میں تھوڑا سا فائدہ دیں گے تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کرلیں۔

(2) ﴿ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيۡظٍ﴾ ''پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے'' پھر ان کی موت کے بعد انہیں ہولناک اور سخت عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے۔

(3) ﴿قُلۡ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ لَا يُفۡلِحُوۡنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِى الدُّنۡيَا ثُمَّ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ نُذِيۡقُهُمُ الۡعَذَابَ الشَّدِيۡدَ بِمَا كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ ﴿۷۰﴾﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔'' (یونس: 70,69)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے حق کو قبول کرنے کے لیے انسان کو کیسے قائل کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ آخر دنیا میں کب تک رہو گے؟ (2) دنیا کی نعمتیں عارضی ہیں۔ کہاں تک ان سے فائدہ اُٹھاؤ گے؟ (3) دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے بعد ہمیشہ کا عذاب ہے پھر بتاؤ کہ آخر حق کو قبول نہ کر کے نقصان کس کا ہے۔

﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾

''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' بلکہ اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' (25)

سوال 1: ﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں: ''سب

تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے''۔ بلکہ اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں'' اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کا خالق کون ہے تو وہ بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں انہیں معلوم ہے کہ ان کے بتوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا پھر بھی وہ ان ہی کی عبادت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں رب العزت نے فرمایا﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ﴾ ''اور اگر یقیناً آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا'' (الزخرف:9)

(2)﴿قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ﴾ آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' آپ ﷺ ان کے اقرار کو ان ہی کے خلاف دلیل بنا کر کہہ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے حق کو واضح کر دیا اور تمہاری جانب سے دلیل واضح ہوگئی ہے۔

(3)﴿بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''بلکہ اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' یعنی وہ نہیں جانتے اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں اگر انہیں یقین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی تخلیق میں ایک ہے تو وہ عبادت میں بھی اسے دلیل کی رو سے ایک مان لیتے۔

سوال 2:﴿بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ ہمارے جاننے اور اعتراف کرنے کی وجہ سے ہم پر حجت قائم ہوگئی ہے۔

﴿لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز، بے حد خوبیوں والا ہے'' (26)

سوال:﴿لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز، بے حد خوبیوں والا ہے۔'' ساری کائنات اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے'' ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے، اسی نے تخلیق کیا وہی مالک ہے، اسی کی عبادت (2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی وسعت اوصاف کے نمونے کے طور پر ان دو آیتوں کا ذکر فرمایا تاکہ وہ اپنے بندوں کو اپنی معرفت، محبت اور دین میں اخلاص کی دعوت دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی عمومی ملکیت کا ذکر کیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے یہ تمام عالم علوی اور عالم سفلی کو شامل ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ احکام کونی وقدری، احکام دینی وامری اور احکام جزائی کے ذریعے سے ان میں تصرف کرتا ہے۔ پس تمام مخلوق اس کی مملوک ہے جو اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہے اور وہ کسی چیز کی مالک نہیں۔ وہ بے حد بے نیاز ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں جس کی مخلوق محتاج ہوتی ہے۔﴿مَاۤ اُرِيۡدُ مِنۡهُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ وَّمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ يُّطۡعِمُوۡنِ﴾

''نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔'' (الذاریات:57) نیز انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے اعمال اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ ان کے اعمال کا فائدہ صرف انہی کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے اعمال سے بے نیاز ہے یہ اس کی بے نیازی ہے کہ اس نے انہیں ان کی دنیا و آخرت میں بے نیاز بنا دیا اور ان کے لیے وہ کافی ہو گیا۔ (سعدی:2102/3)

(3) ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز، بے حد خوبیوں والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنی صفات میں قابل تعریف ہے، اس کی صفات کامل، اس کے احکامات کامل، اس کے اوامر ونواہی کامل، اس کے فیصلے کامل جو اس نے دنیا اور آخرت میں اپنے بندوں پر نافذ کیے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ الغنی ہے اپنے بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے وہ الحمید ہے ساری خوبیوں والا، کامل حمد وثنا اسی کے لیے ہے۔ ﴿رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْداً كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيهِ﴾

﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

''اور اگر واقعتاً روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں ہوں اور تمام سمندر اس کی سیاہی ہوں، اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے'' (27)

سوال: ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ''اور اگر واقعتاً روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں ہوں اور تمام سمندر اس کی سیاہی ہوں، اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے کلمات کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ﴾ ''اور اگر واقعتاً روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں ہوں'' یعنی زمین کے تمام درخت اگر لکھنے کے لیے قلم بن جائیں تو قلم ٹوٹ جائیں گے، ختم ہو جائیں گے۔

(2) ﴿وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ﴾ ''اور تمام سمندر اس کی سیاہی ہوں، اس کے بعد سات سمندر اور ہوں'' اور زمین کے سارے سمندر اور اس کے بعد سات سمندر اور بھی اگر روشنائی میں بدل جائیں اور اس سے لکھا جائے تو روشنائی ختم ہو جائے گی۔

(3) ﴿مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ﴾ ''تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی'' اللہ تعالیٰ کے کلمات سے مراد اس کے تخلیقی کارنامے اس کے عجائبات اور اس کے کرشمے اور اس کی خوبیاں ہیں اور ان کے بے شمار پہلو ہیں مثلاً انسان کے اندر کی دنیا کے عجائبات اور بیرونی دنیا کے

عجائبات انسان کی عقل اور علم ان دونوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔حیوانات کی تقریباً دس لاکھ قسم کی انواع ایسی ہیں جو انسان کے علم میں آچکی ہیں ان میں سے ہر ایک کی جسمانی ساخت اور نظام زیست دوسری تمام انواع سے الگ ہے۔یہی حال نباتات اور جمادات اور سمندری مخلوق کا ہے اور پھر بہت سی ایسی مخلوق ہے جو انسان کے علم میں آئی ہی نہیں اور نہ آسکتی ہے لہٰذا اس آیت میں جو بیان ہوا ہے کہ تمام درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور سارے سمندر بلکہ اتنے اور بھی سیاہی بن جائیں تو یہ چیزیں تو ختم ہوسکتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔اس میں کچھ مبالغہ معلوم نہیں ہوتا یہ تو مسلمہ امر ہے کہ محدود چیز لامحدود کا کبھی احاطہ نہیں کرسکتی۔(تیسیر القرآن 538/3) ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ اگر میرے رب کے کلمات کے لیے سمندر سیاہی ہوجائیں وہ بھی میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے یقیناً ختم ہوجائیں گے چاہے ہم اسی کے برابر اور سیاہی لے آئیں۔‘‘ (الکھف:109)

(4) اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی وسعتوں کو سادگی کے ساتھ اپنے انداز میں بیان کیا کہ ہر ایک کو بات سمجھ آجاتی ہے اور دل کی گہرائیوں تک اترتی ہے اور انسانی عقل ورطۂ حیرت میں گم ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی عظیم ہے۔

(5) ﴿لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ﴾ ’’ہم تیری ثناء بیان نہیں کرسکتے تو ایسے ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی ثناء بیان کی۔‘‘ (مسلم:486)

(6) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے‘‘ یعنی تمام عزت وغلبے کا وہی مالک ہے تمام عالم علوی اور عالم سفلی میں جو بھی قوت پائی جاتی ہے وہ اسی کی طرف سے ہے، وہی ہے جس کی توفیق کے بغیر گناہ سے بچنے کی ہمت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے وہ اپنے غلبے کے ذریعے سے تمام مخلوق پر غالب ہے ان میں تصرف اور ان کی تدبیر کرتا ہے۔اس نے اپنی حکمت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔اس تخلیق سے اس کی غرض وغایت اور مقصد بھی حکمت ہی ہے اسی طرح امر ونہی بھی اس کی حکمت ہی سے وجود میں آئے ہیں اور ان کو وجود میں لانے کی غایت مقصود بھی حکمت ہی ہے۔پس وہ اپنے خلق وامر میں حکمت والا ہے۔(سعدی:2104/3)

(7) اللہ تعالیٰ نے سات سمندروں پر، درختوں پر اور انسانی دلوں پر غلبے سے العزیز کی حقیقت کو سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے علم کا بیان لامحدود ہے۔قدرتوں اور تقدیر کا بیان لامحدود ہے وہی العزیز ہے جو سب پر غالب ہے اور کوئی اس پر غلبہ نہیں پاسکتا۔(i) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ غلبہ رکھنے کے باوجود انسان کو موقع دیتا ہے سنبھلنے کا۔(ii) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے اس کی قدرت کامل ہے اس کی تدبیر کامل ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ اپنے علم کی وجہ سے الحکیم ہے اس کا علم اور قدرت لامحدود ہے اس کی حکمت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔

﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾

’’تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے‘‘ (28)

سوال 1: ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال قدرت والا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ ''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم اور کمال قدرت کا ذکر فرمایا ہے کہ اس کے لیے ساری انسانیت کی تخلیق بھی ایک انسان کی تخلیق کی طرح ہے اور بعث یعنی موت کے بعد دوبارہ پیدا کرنا بکھر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا ایک نفس کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔ اس لیے جو اعمال کی جزا کو بعید سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کا درست اندازہ نہیں لگا پاتا۔ رب العزت نے فرمایا ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔'' (یس:82)

(2) ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (٣٨) لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ (٣٩)﴾ ''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ تاکہ وہ ان کے لیے واضح کر دے جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے اور تاکہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ جان لیں کہ بلاشبہ وہی جھوٹے تھے۔'' (النحل:38،39)

(3) ﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ﴾ ''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے۔'' (القمر:50)

(4) ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (١٣) فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (١٤)﴾ ''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔'' (النازعات:13،14)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں سنتا اور سب کے کام دیکھتا ہے۔ جیسے وہ ایک کو سنتا اور دیکھتا ہے ایسے ہی وہ سب کی باتیں سنتا اور ان کے کام دیکھتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''سمیع'' اور ''بصیر'' کو کیسے سکھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ سمیع ہے وہ ساری مخلوقات کی سنتا ہے پیدا کرنے کے بعد اس نے سب کو چھوڑ نہیں دیا وہ سب کی دعائیں سنتا ہے۔ ہر ایک کے مطالبات سنتا ہے ہر ایک کے مطالبات کو پورا کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی پیدائش سے یہ واضح کیا ہے کہ وہ بصیر ہے سب کو دیکھتا ہے۔ اس نے جو پیدا کیا ہے بے مثال ہے۔ یقیناً پیدا کرنے والا ہی سمیع اور بصیر ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے جو پیدا کیا وہ ان کے اعمال کو دیکھتا ہے وہ ان سارے اعمال کا حساب کتاب رکھتا ہے اور وہ حساب لے گا۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾

''کیا آپ نے دیکھانہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا سب ایک مدّتِ مقررہ تک چلتے جا رہے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (29)

سوال 1: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ ''کیا آپ نے دیکھانہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا سب ایک مدّتِ مقررہ تک چلتے جا رہے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے کائنات کو مسخر کر رکھا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ﴾ ''کیا آپ نے دیکھانہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' رات کو دن میں داخل کرنے سے مراد ہے رات کا کچھ حصہ لے کر دن میں شامل کر دینا جس سے دن بڑا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے جیسے گرمیوں میں دن لمبے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دن کا کچھ حصہ رات میں شامل کر دیتا ہے اس سے راتیں لمبی ہو جاتیں ہیں جیسے سردیوں کی راتیں لمبی ہوتی ہیں۔

(2) ﴿ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ﴾ ''اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا'' سورج کا تعلق دن کے اوقات سے ہے اور چاند کا رات کے اوقات سے اور یہی دو سیارے ہیں جو اہل زمین کو سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں اور اکثر ادوار میں ان دونوں کی ہی پوجا کی جاتی رہی ہے اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کام پر لگا دیا ہے جس سے وہ سرِ مو سرتابی نہیں کر سکتے۔ قابل غور و فکر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو مخلوق اپنے کاموں میں اس طرح جکڑی ہوئی ہو کیا وہ معبود ہونے کی اہلیت رکھتی ہے؟ اس آیت میں دہریوں کا رد بھی موجود ہے جو اس کائنات کو ازلی ابدی سمجھتے ہیں اور مشرکوں کا بھی رد ہے جو ان فانی چیزوں کو معبود سمجھے بیٹھے ہیں۔ (تیسیر القرآن:3/539)

(3) ﴿ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''سب ایک مدّتِ مقررہ تک چلتے جا رہے ہیں'' ہر ایک اپنی مقررہ مدت تک کے لیے گردش میں ہے۔ اس گردش میں کبھی کوئی خلل نہیں آیا جب ان کی مقررہ مدت پوری ہو جائے گی تو ان کی گردش ختم ہو جائے گی اور وہ دن ہو گا جب سورج لپیٹ دیا جائے گا جب آسمان پھٹ جائے گا جب تارے بے نور ہو جائیں گے، جب قیامت آ جائے گی۔

(4) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب سورج غروب ہوا تو ان سے پوچھا کہ '' تم کو معلوم ہے کہ یہ سورج

کہاں جاتا ہے؟''میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی علم ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے پھر (دوبارہ آنے کی) اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔'' (بخاری:3199)

(5)﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾''اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو''تم جو نیکی بدی کرتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے وہ تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا وہ فرماں برداروں کو ثواب اور نافرمانوں کو سزا دے گا۔

سوال2:مقررہ وقت تک چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد قیامت تک چلنا ہے یعنی سورج اور چاند کا چلنا، رات اور دن کا باری باری آنا۔موسموں کی تبدیلی قیامت تک جاری رہے گی۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''خبیر'' کو کیسے سکھایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کے بڑے چھوٹے ہونے سے۔(2)سورج اور چاند کے مسخر ہونے سے۔(3)اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے ایک نظام میں بندھ کر مسلسل صحت کے ساتھ چلنے سے اپنی خبر کا شعور دلایا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾

''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً اُس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے''(30)

سوال1:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً اُس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے''اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾''یہ''یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے جو اپنی صفات کو بیان کیا ہے۔

(2)﴿بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾''اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے''وہ اپنی ذات میں حق، اپنی صفات میں حق، اس کا دین حق، اس کے وعدے حق، اس کی وعیدیں حق، اس کے رسول حق، اس کی عبادت حق ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ کے برحق معبود ہونے کی دلیل ہے کہ اس نے دن رات کا نظام قائم کیا اور اس نے ہر چیز کو تخلیق کیا، ان کے لیے رزق کا اہتمام

کیا، اس نے کسی چیز کو بے مقصد نہیں بنایا۔

(4)﴿وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ﴾ ''اور یقیناً اُس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے۔ انہیں الوہیت کا کوئی حق نہیں ان کی عبادت باطل ہے۔ وہ اپنی ذات میں باطل، اپنی صفات میں باطل اس لیے ان کی عبادت باطل ہے۔

(5)﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ ''اُسی کو پکارنا برحق ہے اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں، اور کافروں کا پکارنا تو گمراہی میں ہے۔'' (الرعد:14)

(5)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے'' وہ تمام مخلوقات سے اوپر ہے۔ اس کی صفات اس سے بلند تر ہیں کہ ان پر مخلوق کی صفات کو قیاس کیا جائے۔ وہ مخلوق کے اوپر اور ان پر غالب ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات میں کبریائی کا مالک ہے اور زمین اور آسمان کی تمام مخلوق کے دل اس کی کبریائی سے لبریز ہیں۔ (سعدی:2105/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں کیوں ظاہر کی ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نشانیوں کو ظاہر کر کے یہ سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے جو ایک ہی ساری کائنات کا نظام چلانے والا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے نشانیاں اس لیے ظاہر کی ہیں تاکہ انسان جانیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے باطل ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے باطل ہونے سے مراد یہ ہے کہ کسی مخلوق کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ (2) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ سب محتاج ہیں۔ (3) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ سب ماتحت ہیں۔ (4) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ کسی کے پاس کوئی ذاتی قوت نہیں۔ کوئی ایک ذرّے کو بھی ہلانے کی قوت نہیں رکھتا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے ''العلی'' اور ''الکبیر'' ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے انتظامات سے، اپنی تدبیر سے، اپنی شان کی برتری کا شعور دلایا ہے کہ وہ العلی ہے اور اپنی بڑائی کا شعور دلایا ہے وہ الکبیر ہے اس کے ماسوا ہر چیز فقیر ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اپنے ماسوا ہر چیز کو باطل قرار دے کر اپنی برتری اور بڑائی کا شعور دلایا ہے کہ اس کے ماسوا ہر چیز پست ہے نہ کسی کی قدرت ہے نہ اختیار، نہ قوت، نہ فیصلہ، نہ حکم۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہی حق ہے۔

## رکوع نمبر 13

﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ الۡفُلۡكَ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمۡ مِّنۡ اٰيٰتِهٖ‌ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ﴾

”کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناً کشتی سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر کرنے والے کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں“ (31)

سوال 1: ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ الۡفُلۡكَ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمۡ مِّنۡ اٰيٰتِهٖ‌ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ﴾ ”کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناً کشتی سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر کرنے والے کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں“ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تمہارے تابع بنا دیا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمۡ تَرَ﴾ ”کیا آپ نہیں دیکھتے“ اے محمد! کیا آپ ﷺ نے غور نہیں کیا ﴿اَنَّ الۡفُلۡكَ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَتِ اللّٰهِ﴾ ”یقیناً کشتی سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہے“ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تمہارے تابع بنایا ہے تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتیوں اور جہازوں کی آمدورفت جاری رہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡكُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِيًّا وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡيَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا‌ ۚ وَتَرَى الۡـفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ﴾ ”اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تروتازہ گوشت کھاؤ اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔“ (النحل: 14) ﴿رَبُّكُمُ الَّذِىۡ يُزۡجِىۡ لَـكُمُ الۡـفُلۡكَ فِى الۡبَحۡرِ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡمًا (۶۶) وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الۡبَحۡرِ ضَلَّ مَنۡ تَدۡعُوۡنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ‌ ۚ فَلَمَّا نَجّٰٮكُمۡ اِلَى الۡبَـرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ‌ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡرًا (۶۷)﴾ ”تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تا کہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو، یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر رحم کرنے والا ہے اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔“ (بنی اسرائیل: 67,66)

(2) (i) کشتی سمندر میں ان قوانین کے مطابق چلتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہوا، زمین اور آسمانوں میں رکھ دیے ہیں۔ (ii) کشتی سمندر میں نہ ایک جگہ رہتی ہے نہ ڈوبتی ہے۔ (iii) کشتی اللہ تعالیٰ کے انعامات کی وجہ سے چلتی ہے، وہی کشتی کا حامی اور مددگار ہوتا ہے، وہی موجوں کی سرکشی کو روکتا ہے، وہی طوفانوں اور موسمی اثرات سے بچاتا ہے، وہی ہوا کے دباؤ کو مناسب رکھتا ہے، وہی درجہ حرارت کو کنٹرول میں رکھتا ہے پھر

کشتی سمندر میں چلتی ہے۔

(3)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر کرنے والے کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں'' اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو مصیبت پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر، اس کے نواہی سے رکنے پر اور مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور جو اس کی دینی اور دنیوی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں۔

(4) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے خیر (کا باعث) ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح) کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔'' (مسلم:7500)

(5) شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''صبر نصف ایمان ہے، شکر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول پر غور نہیں کیا ﴿وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (الذٰریٰت:20) (قرطبی:60,59/7)

سوال 2: سمندر میں کشتیوں کا چلنا کس چیز کا شعور دلاتا ہے؟

جواب: سمندر میں کشتیوں کا چلنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اس کی قدرت اور اس کے لطف و کرم کا شعور دلاتا ہے۔

سوال 3: صبر اور شکر کرنے والے نشانیوں سے کیسے فائدہ اٹھاتے ہیں؟

جواب: صبر اور شکر کرنے والے مصیبت میں اپنے آپ کو نہیں رب کو دیکھتے ہیں وہ خود کو جزع فزع سے روک کر اپنے رب کی قدرتوں کو پا لیتے ہیں۔ شکر کرنے والے نعمتوں کو پا کر پھولنے کی بجائے رب کے احسانات کو دیکھتے ہیں اور اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر کرنے کے قابل رہتے ہیں۔

﴿وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾

''اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ وہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے'' (32)

سوال 1: ﴿وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾ ''اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ وہ دین کو

اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے'' کون طوفانوں سے بچا کر خشکی پر لے آتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ''اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ وہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں'' رب العزت نے ان لوگوں کا حال بیان کیا ہے جو سمندری سفر کرتے ہیں اور پہاڑ جیسی موجیں اٹھ اٹھ کر ان پر چھا جاتی ہیں تو وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی نجات کے لیے دعائیں کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل:67)

(2)﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ﴾ ''پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں'' یعنی جب وہ خشکی پر لے آتا ہے تو کچھ لوگ شکر کرنے کا حق ادا نہیں کرتے اور گناہ کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں اور کچھ لوگ ناشکری کر کے اس کی نعمت کا ہی انکار کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں عبادت کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، پھر جب وہ اُنہیں نجات دے کر خشکی میں لے جاتا ہے تب وہ اچانک ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔'' (العنکبوت:65)

(3)﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾ ''اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے'' ان کی بدعہدی یہ تھی کہ اگر رب نے انہیں سمندر کی سختیوں سے نجات دے دی تو وہ شکر گزار بنیں گے۔ انہوں نے بدعہدی کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سخت ناشکرے ہیں۔

سوال 2: کشتی کے طوفان میں گھر جانے کے بعد لوگ اللہ تعالیٰ کو مخلصانہ کیسے پکارنے لگتے ہیں؟

جواب: عام حالات میں انسان کی فطرت پر غلط افکار خیالات کے پردے پڑے رہتے ہیں۔ سخت خطرے میں یہ پردے ہٹ جاتے ہیں اور انسان کی فطرت اپنے رب کی طرف رجوع کر لیتی ہے ایسے میں انسان اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر کے اس کو پکارتا ہے اور دوسرے تمام معبودوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

سوال 3: دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا۔

سوال4: عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کے لیے شعور کو پاک کرنا پڑتا ہے۔ جب تک انسان کے شعور پر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ماسوا کسی اور کا تصور، کسی اور کی بڑائی حاوی رہتی ہے انسان کا شعور ناپاک رہتا ہے۔ اور شعور کی ناپاکی کے ساتھ عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے خالص نہیں ہوسکتی۔

سوال5: ﴿مُّقۡتَصِدٌ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ﴿مُّقۡتَصِدٌ﴾ سے مراد اپنے عہد کو پورا کرنے والا۔ (2) توحید اور اطاعت کے عہد پر قائم رہنے والا۔ (3) اعتدال پر قائم رہنے والا۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والوں کی دو خصوصیات بیان کی گئیں اُن کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار خطا کار کرتے ہیں یعنی غدّار اور بدعہدی کرنے والے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار ''کفور'' یعنی ناشکری کرنے والے کرتے ہیں۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ وَاخۡشَوۡا یَوۡمًا لَّا یَجۡزِیۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوۡلُوۡدٌ هُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِهٖ شَیۡـًٔا ؕ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا ٝ وَلَا یَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ﴾

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکہ باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے'' (33)

سوال1: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ وَاخۡشَوۡا یَوۡمًا لَّا یَجۡزِیۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوۡلُوۡدٌ هُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِهٖ شَیۡـًٔا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا'' اللہ تعالیٰ کا خوف رکھو اور آخرت کو یاد کرو آیت کی روشنی میں حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ'' اے لوگو! اپنے رب سے ڈر کر اس کے روکے سے رک جاؤ اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو۔

(2) ﴿وَاخۡشَوۡا یَوۡمًا﴾ ''اور اُس دن سے ڈرو'' قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے ڈر جاؤ۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡـًٔا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ﴾ ''اور ڈرو اُس دن سے جب

کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔'' (البقرۃ:48)

(3)﴿لَّا یَجۡزِیۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِہٖ ۫ وَلَا مَوۡلُوۡدٌ ہُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِہٖ شَیۡئًا﴾ ''جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا'' جس روز کوئی باپ اپنے بیٹے کو اور بیٹا باپ کو چھڑانے کے لیے بدلہ دینا چاہے گا تو قبول نہیں کیا جائے گا کسی کو اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ ﴿۳۳﴾ یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡہِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّہٖ وَ اَبِیۡہِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِہٖ وَ بَنِیۡہِ ﴿۳۶﴾ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ یَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ یُّغۡنِیۡہِ ﴿۳۷﴾﴾ ''پس جب کان بہرے کردینے والی آجائے گی۔ اُس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے گی۔'' (عبس:33-37)

(4) جب یہ آیت﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ﴾ نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلایا اور ہر ایک کا نام لے لے کر فرمایا تھا کہ اپنی فکر کرلو۔ اس دن میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

سوال 2:﴿اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ٝ وَلَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکہ باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

(1)﴿اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اس میں شک نہ کرو۔

(2)﴿فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا﴾ ''چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے'' دنیا کی زندگی کی ظاہری چکا چوند تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے جیسا کہ فرمایا:﴿اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَ تَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطَامًا ؕ وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۙ وَّ مَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانٌ ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ﴾ ''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کردیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (الحدید:20)

(3)﴿وَلَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ﴾ ''اور وہ بڑا دھوکہ باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے'' یعنی شیطان کی طرف سے کبھی غافل نہ ہونا۔ وہ جھوٹی تمنائیں دلاتا ہے، وعدوں کے فریب دیتا ہے، کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿یَعِدُہُمۡ وَیُمَنِّیۡہِمۡ ؕ

﴿وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''وہ انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں جھوٹی امیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان کو دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا۔'' (النساء:120)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات تک پہنچنے کی رکاوٹوں کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دھوکے باز شیطان کا شعور دلایا ہے کہ کہیں وہ تمہیں دنیا کی زندگی کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ (2) کہیں شیطان تمہیں مال کے غرور میں مبتلا نہ کردے۔ (3) کہیں وہ تمہیں علم کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ (4) کہیں وہ تمہیں قوت کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے (5) کہیں وہ تمہیں خواہش پرستی کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ یہ ساری اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی رکاوٹیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مشکلات میں گھرے ہوئے انسان کے اندر سے ٹوٹتے پھوٹتے دکھایا ہے جب وہ سمندر کی موجوں میں گھر جاتا ہے اب جبکہ وہ اپنے دین کو خالص کرچکا تو دوبارہ اسی دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (34)

سوال1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے'' اللہ تعالیٰ ہی غیب دان ہے اس کے سوا غیب کا علم کسی کو نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی

دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے“ (الانعام:59) قیامت کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ”وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ (الاعراف:187) ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا (۴۴)﴾ ”وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔“ (النازعات:42-44)

(2) ﴿يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ ”لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو۔“ (الاحزاب:63)

(3) ﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ ”اور وہی بارش برساتا ہے“ بارش کا برسانا اسی کے قبضے میں ہے۔ جب وہ بارش کا حکم دیتا ہے فرشتے اس کے حکم سے بارش برساتے ہیں۔

(4) ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ ”اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے“ ماں کے پیٹ میں پروان چڑھنے والے بچے کے وجود کے بارے میں، اس کی جنس کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے لیکن اس کی خوش بختی یا بدبختی کے بارے میں، اس کی زندگی یعنی عمر، اس کی تقدیر کے بارے میں سائنسی آلات کچھ بتانے سے عاجز ہیں۔

(5) ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ ”اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا“ کسی کو معلوم نہیں وہ کل کیا نیکیاں کرے گا یا کیا بدیاں کرے گا۔

(6) سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے خالد بن ذکوان سے کہا: ”میری شادی کے وقت نبی ﷺ تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اس طرح بیٹھ گئے، جس طرح تم اس وقت میرے پاس بیٹھے ہو۔ پھر ہماری چند بچیاں اس وقت دف بجانا شروع ہوئیں، وہ ہمارے ان بزرگوں کا ذکر کر رہی تھیں جو بدر کی لڑائی میں شہید کر دیے گئے تھے۔ تو اسی اثنا میں ایک لڑکی یہ گانے لگی، ہم میں ایک نبی ہیں جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو چھوڑ دو اور وہی گا ؤ جو (پہلے) گا رہی تھیں۔“ (بخاری:5147)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں کے ساتھ تشریف رکھتے تھے کہ ایک نیا آدمی خدمت میں

حاضر ہوا اس نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب قائم ہوگی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''کہ جس سے پوچھا جارہا ہے خود وہ سائل سے زیادہ اس کے واقع ہونے کے متعلق نہیں جانتا۔ البتہ میں تمہیں اس کی چند نشانیاں بتاتا ہوں۔ جب عورت ایسی اولاد جنے جو اس کے آقا بن جائیں تو یہ قیامت کی نشانی ہے، جب ننگے پاؤں، ننگے جسم والے لوگ لوگوں پر حاکم ہو جائیں تو یہ قیامت کی نشانی ہے۔ قیامت بھی ان پانچ چیزوں میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، بیشک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے رحم میں کیا ہے (لڑکا یا لڑکی)'' پھر وہ صاحب اٹھ کر چلے گئے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''انہیں میرے پاس واپس بلا لاؤ۔'' لوگوں نے انہیں تلاش کیا تاکہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دوبارہ لائیں لیکن ان کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ صاحب جبرائیل تھے (انسانی صورت میں) لوگوں کو دین کی باتیں سکھانے آئے تھے۔'' (بخاری:4777)

(8) ﴿وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ﴾ ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟'' کسی کو معلوم نہیں اسے کس سرزمین میں موت آنی ہے۔

(9) سیدنا مطر بن عکامس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی موت کا کسی دوسری زمین میں فیصلہ کرتے ہیں تو اس زمین کی طرف اس کی کوئی ضرورت مقرر فرما دیتے ہیں۔'' (ترمذی:2146)

(10) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ اے میرے رب! یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں۔'' (ابن ماجہ:4263)

(11) ﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھنے والا ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی امور، تمام چھپی ہوئی اور تمام اسرار نہاں سے باخبر اور ان کو جانتا ہے۔ یہ اس کی حکمت کاملہ ہے کہ اس نے پانچ چیزوں کا علم بندوں سے چھپا رکھا ہے کیونکہ اس کے اندر ان کے مصالح پنہاں ہیں۔ صاحب تدبر پر یہ چیز مخفی نہیں۔ (سعدی:2108/3)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکی یا لڑکا)، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔'' (بخاری:1039)

سوال 2: کیا قیامت کے وقوع کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کا علم نہ کسی فرشتے کو دیا ہے نہ کسی نبی کو، نہ کسی اور ہستی کو۔

سوال 3: بارش کے بارے میں سائنسی تخمینے لگائے جاسکتے ہیں لیکن کیسے پتا چلتا ہے کہ یقینی علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو نہیں؟

جواب: آثار و علامات سے لگائے جانے والوں تخمینوں کے کبھی صحیح اور کبھی غلط ہونے سے یہ پتا چلتا ہے کہ یقینی علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

سوال4: ماں کے پیٹ میں جو کچھ ہے سائنسی آلات سے اس کا پتہ چل جاتا ہے پھر اس کا کون سا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں؟

جواب: ماں کے پیٹ میں پروان چڑھنے والے بچے کے وجود کے بارے میں، اس کی جنس کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے لیکن اس کی خوش بختی یا بدبختی کے بارے میں، اس کی زندگی یعنی عمر، اس کی تقدیر کے بارے میں سائنسی آلات کچھ بتانے سے عاجز ہیں۔

سوال5: آنے والے کل کے بارے میں کوئی خبر نہیں رکھ سکتا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ آنے والا کل انسان کی زندگی میں آئے گا یا نہیں وہ نہیں جانتا۔ (2) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ آنے والے کل میں انسان کیا کرے گا وہ نہیں جانتا۔

سوال6: انسان اپنی موت کے بارے میں کیا کچھ نہیں جانتا وضاحت کریں؟

جواب: (1) انسان یہ نہیں جانتا کہ موت کہاں آئے گی؟ (2) انسان یہ نہیں جانتا موت کب آئے گی؟ اپنے گھر میں یا وطن سے بھی باہر، جوانی میں یا بڑھاپے میں؟ اپنی تمناؤں کے پورا ہونے کے بعد یا پہلے؟ (3) انسان یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کی موت کیسے آئے گی؟

ایاتها ۳۰ | ۳۲ سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ۷۵ | رکوعاتها ۳

سوال1: سورۃ السجدہ کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ السجدہ مکی سورت ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 30 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 32 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 75 ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ﴿الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ﴾ اور ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ ''پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری: کتاب الصلوۃ)

(2) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو سونے سے پہلے ''الم، السجدہ اور الملک'' پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی: 892)

## رکوع نمبر 14

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ﴾

''الم''(1)

سوال:﴿الٓمّٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الٓمّٓ﴾ حروفِ مقطعات ہیں یعنی کٹے ہوئے حروف۔اس کے مطلب کے بارے میں اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان حروف کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی۔

﴿تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾

''اس کتاب کا نازل کرنا، جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے''(2)

سوال1:﴿تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ''اس کتاب کا نازل کرنا، جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے'' قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ﴾ ''اس کتاب کا نازل کرنا'' یعنی قرآن مجید کا نزول۔

(2)﴿لَا رَيۡبَ فِيۡهِ﴾ ''جس میں کوئی شک نہیں'' یعنی اس کتاب کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ کتاب کے مضامین میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ نے یہ خود تصنیف کرلی ہے اور کوئی عجمی سکھا جاتا ہے۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا﴾ ''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔'' (الفرقان:5) اس آیت میں رب العزت نے جواب دیا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ۔

(3)﴿مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ''جہانوں کے رب کی طرف سے ہے'' کہ یہ رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

(4)(i) اس کا ثبوت اس کا صدیوں بعد بھی اپنی اصل پر برقرار رہنا ہے۔قرآن مجید کے کسی لفظ، کسی حرف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود رب العالمین نے لیا ہے۔(ii) کتاب کی تلاوت کے وقت انسان کے دل پر طاری ہونے والی کیفیت یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کے اندر کوئی خفیہ قوت ہے۔اس کے اثرات کو ہر دور میں اہل زبان کے علاوہ بھی لوگ محسوس کرتے رہے ہیں۔

(iii) کتاب کو جب بھی کسی نے بلاتعصب سنا اس کے دل کے اندر اس کو قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کتاب، انسانی نہیں ہے۔(iv) اس کتاب کی تاثیر وقتی نہیں ہوتی۔جو شخص جتنا اس کتاب کو پڑھتا ہے غور و فکر کرتا ہے، اتنا ہی زیادہ اس کے دل پر اس کے بیان کردہ حقائق کے اثرات گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں۔(v) کتاب کے علمی مضامین کو کبھی غلط ثابت نہیں کیا جاسکا۔سینکڑوں برسوں میں

ایک بات بھی حقیقت کے متضاد نہیں ملی۔(vi) کتاب کا انداز بیان، اس کے کلمات کی ترتیب اس کا نہ نثر کی صنف میں ہونا نہ شعر ہونا اس کے باوجود کہیں قافیہ بندی کا ہونا انسان کے دل کو مسحور کر دیتا ہے۔انسانی کلام اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں واضح فرق نظر آتا ہے۔

(vii) کتاب کا موضوع انسان ہے۔انسان کے لیے یہ ذریعہ ہدایت ہے صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی اس کی ہدایت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہر دور کے لیے یکساں مفید ہے یقیناً یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ ''وہ بڑا بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو خبردار کرنے والا ہو۔'' (الفرقان:1)

سوال 2: کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس کا ثبوت کیا ہے؟

جواب: (1) اس کا ثبوت اس کا صدیوں بعد بھی اپنی اصل پر برقرار رہنا ہے۔قرآن مجید کے کسی لفظ، کسی حرف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود رب العالمین نے لیا ہے۔

(2) کتاب کی تلاوت کے وقت انسان کے دل پر طاری ہونے والی کیفیت یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کے اندر کوئی خفیہ قوت ہے۔اس کے اثرات کو ہر دور میں اہل زبان کے علاوہ بھی لوگ محسوس کرتے رہے ہیں۔

(3) کتاب کو جب بھی کسی نے بلاتعصب سنا اس کے دل کے اندر اس کو قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کتاب انسانی نہیں ہے۔

(4) اس کتاب کی تاثیر وقتی نہیں ہوتی۔جو شخص جتنا اس کتاب کو پڑھتا ہے غور و فکر کرتا ہے، اتنا ہی زیادہ اس کے دل پر اس کے بیان کردہ حقائق کے اثرات گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں۔

(5) کتاب کے علمی مضامین کو کبھی غلط ثابت نہیں کیا جاسکا۔سینکڑوں برسوں میں ایک بات بھی حقیقت کے متضاد نہیں ملی۔

(6) کتاب کا انداز بیان، اس کے کلمات کی ترتیب اس کا نہ نثر کی صنف میں سے ہونا نہ شعر ہونا اس کے باوجود کہیں قافیہ بندی کا ہونا انسان کے دل کو مسحور کر دیتا ہے۔انسانی کلام اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں واضح فرق نظر آتا ہے۔

(7) کتاب کا موضوع انسان ہے۔انسان کے لیے ہے ذریعہ ہدایت ہے صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی اس کی ہدایت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہر دور کے لیے یکساں مفید ہے یقیناً یہ ربّ العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾

’’یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی نے یہ گھڑ رکھا ہے؟ بلکہ وہ تیرے رب کی جناب سے حق ہے، تا کہ آپ خبردار کریں ایسی قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تا کہ وہ ہدایت پا جائیں‘‘ (3)

سوال 1: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ’’یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی نے یہ گھڑ رکھا ہے؟ بلکہ وہ تیرے رب کی جناب سے حق ہے، تا کہ آپ خبردار کریں ایسی قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تا کہ وہ ہدایت پا جائیں‘‘ قرآن مجید خود ساختہ نہیں رب کا کلام ہدایت ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ’’یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی نے یہ گھڑ رکھا ہے؟‘‘ نبی ﷺ کو جھٹلانے والے کہتے تھے کہ یہ خود ساختہ ہے، جھوٹ ہے، کہانت ہے، اس میں من گھڑت قصے ہیں۔

(2) ﴿بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ’’بلکہ وہ تیرے رب کی جناب سے حق ہے‘‘ قرآن مجید حق ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، انسانوں کی ہدایت کے لیے ہے۔ انسانی اخلاق کی تکمیل کے لیے آیا ہے۔

(3) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے۔ باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے۔

(4) ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ’’تا کہ آپ خبردار کریں ایسی قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا‘‘ یعنی مشرکین عرب کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خبردار کردو تا کہ وہ شرک اور کفر سے بچیں۔ انہیں قرآن کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اس سے پہلے ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا۔

(5) ﴿لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ’’تا کہ وہ ہدایت پا جائیں‘‘ یعنی امید ہے کہ وہ ایمان لا کر حق کی طرف ہدایت پائیں گے پھر نجات پا جائیں گے۔

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾﴾

’’اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور کتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو‘‘ (یونس: 37-38)

سوال 2: قرآن مجید کیسے حق ہے؟

جواب: (1) قرآن انسان اور کائنات کے اندر پائے جانے والے فطری قوانین میں رابطہ پیدا کرتا ہے۔

(2) قرآن مجید کی سچائی کو جب انسان کی فطرت پا لیتی ہے تو اس پر لبیک کہتی ہے۔

(3) اس سچائی میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں پوری انسانیت کے لیے راہنمائی ہے۔ یہ سچا نظام حیات ہے۔

(4) یہ حق ہے اس لیے کہ اس میں انسانوں کے جذبات میلانات، خواہشات کے مطابق ہدایت دی گئی ہے۔

(5) یہ حق ہے کہ اس میں ہر طرح کے انسانی حالات کے لیے راہنمائی ہے اصلاح کے حالات کے لیے بھی اور بگاڑ کے حالات کے لیے بھی۔

(6) قرآن مجید حق ہے کیونکہ اس میں مکمل عدل ہے۔

سوال 3: ﴿بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ کی بات کہہ کر رسول اللہ کو کیا اعزاز بخشا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ پر جو الزام اہل مکہ کی طرف سے لگایا گیا تھا کہ یہ قرآن اس نے خود گھڑ لیا ہے اُس کی نفی کی گئی اور یہ واضح کیا گیا کہ یہ تو آپ کے رب کی جانب سے ہے۔

سوال 4: کیا عربوں کے پاس رسول اللہ ﷺ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے پہلے اہل مکہ کے پاس کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، اُس کے سوا تمہارا نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ کوئی سفارشی، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (4)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا اُس کے سوا تمہارا نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ کوئی سفارشی، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' جس میں سے پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ تھا۔

(2) ان ایام کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دنوں کے بارے میں فرمایا ﴿فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ ''ایک دن تمہارے شمار کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔'' (سجدہ:5)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق فرمایا ﴿هُمَا يَوْمَانِ ذَكَرَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ اَللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِهِمَا وَاَكْرَهُ اَنْ

اَقُوْلَ فِيْ كِتَابِ اللهِ مَا لَا اَعْلَمُ﴾ ''یہ دو دن ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان کی حقیقت کو جانتا ہے اور میں اسی کو برا سمجھتا ہوں کہ قرآن میں وہ بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔'' (معارف القرآن: 61/7)

(4) ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''پھر وہ عرش پر بلند ہوا'' عرش تمام مخلوقات کی چھت ہے یہ عرش پہ مستوی ہونے کی کیفیت ایسی ہے جو اس کے جلال کے لائق ہے۔ (سعدی: 2110/3)

(5) ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ﴾ ''اُس کے سوا تمہارا نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ کوئی سفارشی'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سفارشی نہیں سب کاموں کی ڈور اس کے ہاتھ میں ہے وہی خالق، وہی مدبر، وہی ہر چیز پر قادر ہے کوئی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا۔

(6) ﴿اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' یعنی اس کی قدرت اور اس کی مخلوقات کے بارے میں اس کے کلی اختیارات کو نہیں سمجھتے۔ وہ تمہاری سرپرستی میں یکتا ہے سفارش کا مالک ہے اس لیے وہی عبادت کا مستحق ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ہاتھ تھام کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مٹی (یعنی زمین) کو ہفتے کے دن پیدا کیا اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، درختوں کو سوموار کے دن بنایا، بری و ناپسندیدہ چیزوں (یعنی ظلمت و تاریکی وغیرہ) کو منگل کے دن پیدا کیا، بدھ کے دن نور کو پیدا فرمایا، جمعرات کے دن زمین میں جانور پھیلائے اور سیدنا آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد بنایا، مخلوقات میں سب سے آخر میں اور جمعہ کے دن کی آخری گھڑیوں میں جو عصر اور رات کے درمیان ہیں۔ (مسلم: 7054)

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (۱۲)﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی مثل۔ اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔'' (الطلاق: 12)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے ہاں دوست اور سفارشی نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی ایسا نہیں جو تمہاری مدد کر سکے۔ نہ دوست عذاب کو ٹال سکے گا۔ نہ سفارشی تمہاری سفارش کر سکے گا یعنی تم بے یار و مددگار ہو گے۔

سوال 3: ﴿اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ کیا پھر بھی تم اپنے شرک سے باز نہیں آتے؟ کیا پھر بھی اُن شریکوں کی عبادت سے گریز نہیں کرتے؟ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ

## ﴿اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾

''وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ (کام) ایک دن میں اُس کی طرف اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے، اس میں سے جو تم شمار کرتے ہو'' (5)

سوال 1: ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ ''وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر وہ (کام) ایک دن میں اُس کی طرف اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے اس میں سے جو تم شمار کرتے ہو'' آسمان سے زمین تک کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ ''وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے'' اس سے مراد احکامات نازل کرنا اور ان کو نافذ کرنا ہے۔

(2) امر کونی، دینی، امر شرعی کی ساری تدابیر وہ قادر مطلق کرتا ہے۔

(3) ﴿مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾ ''آسمان سے زمین تک'' آسمان سے زمین تک کا سارا نظام اسی کی قضا وقدر سے چل رہا ہے۔

(4) وہ آسمانوں کے بلند حصے سے ساتوں زمینوں تک حکم نافذ کرتا ہے۔

(5) ﴿ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ ''پھر وہ (کام) ایک دن میں اُس کی طرف اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے، اس میں سے جو شمار کرتے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ کا امر اسی کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور اسی کی طرف ایک لمحے میں چڑھ جاتا ہے۔ ایک دن میں چڑھتا ہے جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار برس ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمان اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھیں اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ (مسلم:6748)

سوال 2: اللہ تعالیٰ آسمان سے جہان کی تدبیر کیسے کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمان پر ہر چیز کی تقدیر لوح محفوظ میں لکھ رکھی ہے۔ آسمان پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے وہیں سے ہر چیز کی تدبیر کرتا ہے، یعنی احکامات نازل کرتا ہے اور اُن کو نافذ کرتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ آسمان سے کس کس چیز کی تدبیر کرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ زندگی اور موت کی تدبیر کرتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ صحت اور بیماری کی تدبیر کرتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ دولت مندی اور فقر کی تدبیر کرتے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ عزت اور ذلت کے لیے تدبیر کرتا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ جنگ اور صلح کے لیے تدبیر کرتا ہے۔

یوں اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین کے لیے تدبیر کرتے ہیں۔

سوال4: زمین سے آسمان کی طرف کیا چڑھ کر جاتا ہے؟

جواب۔ زمین سے آسمان کی طرف اس کی تدبیر اس کا حکم چڑھ کر جاتا ہے۔

سوال5: یہاں دن سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس دن سے مراد قیامت کا دن بھی ہوسکتا ہے جو دنیا کا آخری دن ہے جس دن انسان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جائیں گے۔

﴿ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

"وہی ہر غائب اور حاضر کا جاننے والا ہے، سب پر غالب، نہایت رحم کرنے والا ہے" (6)

سوال1: ﴿ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ "وہی ہر غائب اور حاضر کا جاننے والا ہے، سب پر غالب، نہایت رحم کرنے والا ہے" اللہ تعالیٰ ہی منتظم ہے جو غیب اور حاضر کو جانتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ "وہی" یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا۔ جو اکیلا ہی سارے جہانوں کی تدبیر کرتا ہے۔ جو اپنے عرش پر مستوی ہے۔

(2) ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ "ہر غائب اور حاضر کا جاننے والا ہے" جس کا علم وسیع اور کامل ہے۔ جو لوگوں سے چھپ جاتا ہے یا ان کے سامنے ہوتا ہے۔ اس کے سامنے ہر چیز حاضر ہے۔

(3) ﴿الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ "سب پر غالب، نہایت رحم کرنے والا ہے" یعنی اپنی مراد پر غالب ہے وہ الرحیم ہے اپنی مخلوقات میں سے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔

(4) اس نے اپنی وسعتِ علم، اپنے کامل غلبے اور اپنی بے پایاں رحمت کی بنا پر ان مخلوقات کو وجود بخشا اور ان میں بے شمار فائدے ودیعت کیے اور ان کی تدبیر کرنا اس کے لیے مشکل نہیں۔ (سعدی: 2111/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات "العزیز" اور "الرحیم" کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے غیب اور حاضر کے علم سے اپنی گرفت اور غلبے کا احساس دلایا ہے کہ کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں وہ قدرت رکھنے والا ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے، اپنی تدبیر سے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کہ کیسے وہ وجود میں لاتا ہے اور مسلسل تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔

﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ﴾

"جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء تھوڑے سے گارے سے کی" (7)

سوال 1: ﴿الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ﴾ ''جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء تھوڑے سے گارے سے کی'' انسان کی پیدائش کا آغاز مٹی سے ہوا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ﴾ ''جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی'' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو عمدہ، مضبوط اور کمال کے ساتھ بہترین تخلیق کیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے بارے میں یہ واضح کیا ہے کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ تخلیق کیا ہے، ہر چیز میں حسن ہے ان کی شکل میں، ہیئت میں، ان کے حجم میں، ان کے مقاصد میں بھی، اعمال میں بھی واقعات اور حرکات میں بھی، فرائض میں بھی، ذرّے سے لے کر بڑے اجسام تک حسن ہی حسن ہے ہر چیز کو اس نے حسین اور مکمل بنایا ہے۔ یہ کائنات جمیل ہے اس کا حسن و جمال ختم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی بنائی اس کی حکمت اور مصلحت کا تقاضا ہے۔ اس میں اپنا حسن اور انفرادیت ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی، پھر اسے راستہ دکھایا۔'' (طٰہٰ: 50)

(4) ﴿وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ﴾ ''اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء تھوڑے سے گارے سے کی'' سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کا آغاز مٹی سے کیا۔ ﴿وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ﴾ ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ یقیناً میں بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں۔'' (الحجر: 28)

﴿وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِیۡنٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔'' (المومنون: 12)

(5) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا جو اس نے ساری زمین سے اکٹھی کی تھی۔ (ترمذی: 2955)

(6) انسان کے شرف کی بنا پر مخلوقات میں سے پہلے انسان کا ذکر فرمایا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العزیز'' اور ''الرحیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے غیب اور حاضر کے علم سے اپنی گرفت اور غلبے کا احساس دلایا ہے کہ کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں وہ قدرت رکھنے والا ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے، اپنی تدبیر سے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کہ کیسے وہ وجود میں لاتا ہے اور مسلسل تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔

﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾

''پھر اُس نے اُس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی'' (8)

سوال 1: ﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''پھر اُس نے اُس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی'' انسان کی نسل نطفے سے چلائی گئی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ﴾ ''پھر اُس نے اُس کی نسل'' یعنی سیدنا آدم علیہ السلام کی نسل کو۔

(2) ﴿مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''ایک حقیر پانی کے خلاصے سے'' یعنی گندے اور بے وقعت پانی سے یعنی کمزور نطفے سے انسان کی نسل چلائی۔

(3) ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اہم تخلیقی کارناموں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو مختلف مراحل سے گزار کر انسان کا پتلا اپنے ہاتھ سے تیار کیا پھر اس میں اپنے ہاں سے روح پھونکی یا اپنی روح میں سے روح پھونکی تو ایک محیر العقول اور عظیم الشان چیز وجود میں آ گئی جس میں عقل و شعور، قوت ارادہ و اختیار اور قوت تمیز و استنباط سب کچھ موجود تھا وہ اس قابل بنا دیا گیا کہ وہ خلافتِ ارضی کا بار اٹھا سکے اور اللہ تعالیٰ کا دوسرا محیر القوال تخلیقی کارنامہ یہ ہے کہ پھر انسان کی نسل کو نطفہ اور توالد و تناسل سے چلا دیا۔ جس سے کروڑوں انسان پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نطفہ کیا ہے؟ حکماء کہتے ہیں کہ جو چوتھے ہضم کے نتیجہ میں ظہور میں آتا ہے جبکہ خون تیسرے ہضم کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس نطفہ کے ہر قطرہ میں ہزاروں جرثومے ہوتے ہیں اور ایک جرثومہ میں اصل انسان کی شکل و صورت، اس کی عادات اور اس کے خصائل موجود ہوتے ہیں۔ گویا نطفہ کا ایک ایک جرثومہ اس چیز کا چھوٹے سے چھوٹا اور مکمل ترین عکس ہوتا ہے جو صرف طاقتور خوردبین کے ذریعہ سے ہی نظر آ سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 547/3) ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نُطفہ بنا دیا۔ پھر ہم نے نُطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا۔ پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔'' (المومنون: 14,13)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی پیدائش (بطور نطفہ) اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک پوری کی جاتی ہے، پھر چالیس دن تک وہ غلیظ اور جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو اس کے پاس چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے۔ تو وہ فرشتہ اس کے عمل، اس کی مدت زندگی، اس کی روزی اور یہ کہ وہ نیک ہوگا یا بدبخت، یہ سب چیزیں لکھ لیتا ہے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (بخاری: 3332)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العزیز'' اور ''الرحیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے غیب اور حاضر کے علم سے اپنی گرفت اور غلبے کا احساس دلایا ہے کہ کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں وہ قدرت رکھنے والا ہے جو چاہے کرسکتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے، اپنی تدبیر سے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کہ کیسے وہ وجود میں لاتا ہے اور مسلسل تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔

﴿ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾

''پھر اُس کو درست کیا اور اُس نے اِس میں اپنی روح پھونکی اور اُس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو'' (9)

سوال 1: ﴿ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''پھر اُس کو درست کیا اور اُس نے اُس میں اپنی روح پھونکی اور اُس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کا احسان مانو، آیت کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ سَوّٰىهُ﴾ ''پھر اُس کو درست کیا'' یعنی انسان گوشت پوست، اس کے اعضا، اس کے اعصاب اور اس کی شریانوں کے نظام کو درست طور پر بنایا، اسے بہترین تخلیق و ہیئت سے سرفراز کیا اس کے ہر ہر عضو کو ایسے مقام پر رکھا جس کے سوا کوئی اور مقام اس کے لائق نہ تھا۔ (سعدی: 2111/3)

(2) ﴿وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ﴾ ''اور اُس نے اُس میں اپنی روح پھونکی'' یعنی اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو انسان کے اندر روح پھونکتا ہے تب وہ زندگی جیسی نعمت پا کر انسان بن جاتا ہے۔

(3) ﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ ''اور اُس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے'' یعنی جب اس نے روح پھونک دی تو کان، آنکھیں اور دل عطا کر دیے۔ یہ حواس ہیں جن سے تم سنتے، دیکھتے اور حق اور ہدایت کو سمجھتے ہو۔

(4) ﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کا احسان نہیں مانتے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کا احسان مانو خوش نصیب ہے وہ جو ان قوتوں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اپنے دین کی خدمت کرے۔''

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ ''ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں، سو ہم نے اُس کو خوب سننے والا، دیکھنے والا بنایا'' (الدھر: 2) ﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ

جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کسی چیز کو جانتے نہ تھے۔اور اُس نے تمہارے لیے سماعت اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں تا کہ تم شکر کرتے رہو۔‘‘ (النحل:78)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کب انسان میں اپنی روح پھونکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ میں بچے کی نشونما کرتے ہیں اور پھر اس میں روح پھونکتے ہیں۔

﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾

’’اور اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں‘‘ (10)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ’’اور اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں‘‘ زندگی بعد موت کے بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْٓا﴾ ’’اور اُنہوں نے کہا‘‘ قیامت کو محال سمجھتے ہوئے جھٹلانے والوں نے کہا۔

(2) ﴿ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ﴾ ’’کہ کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے‘‘ کیا جب ہمارے بدن گل سڑ کر مٹی بن جائیں گے اور ایسی جگہوں پر چلے جائیں گے جن کے بارے میں ہم نہیں جانتے اور ہمارا نام ونشان تک نہ رہے گا۔

(3) ﴿ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾ ’’کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے‘‘ تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کر کے اس کام کو بعد از قیاس سمجھتے ہیں حالانکہ جو انہیں عدم سے وجود میں لا سکتا اس کی قدرت کے لیے زندگی بعد موت آسان ہے۔

(4) ﴿بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ’’بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرسے نے والے ہیں‘‘ حقیقت یہ ہے کہ وہ موت کے بعد کی زندگی کا حساب کتاب کا عقیدہ نہیں رکھتے۔اس لیے موت کے بعد کی زندگی کو نہیں مانتے۔﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۷۷) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ (۷۸) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (۷۹)﴾ ’’اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہو گیا۔اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا،اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ اُنہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کا خوب جاننے والا

ہے۔'' (یس: 77-79) ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿٥١﴾﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش پر اُٹھائے جائیں گے؟ آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دل میں اس سے بھی سخت ہے۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ پھر جلد ہی وہ آپ کے سامنے سر ہلا ہلا کر کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں ممکن ہے کہ وہ بہت ہی قریب ہو۔'' (بنی اسرائیل: 49-51)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور اسے ریزہ ریزہ کرنا شروع کر دیا، پھر کہنے لگا کہ اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس (ہڈی) کے فنا ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا اور (سن!) اللہ تعالیٰ تجھے فوت کرے گا، پھر تجھے زندہ کر کے جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔
(مستدرک حاکم: 3606)

سوال 2: ضلالت کے کیا معنی ہیں؟

جواب: ضلالت کے معنی ہیں گم ہو جانا، یعنی ایک چیز دوسری پر اس طرح غالب آئے کہ پہلی کے اثرات مٹ جائیں یہ ضلالت ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے دوسری پیدائش پر شک کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ شک کو تو ویسے ہی اپنے اوپر طاری کر رہے ہیں دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کرلے گا چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے'' (11)

سوال: ﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمھیں قبض کرلے گا چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے'' یعنی ملک الموت کے بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ﴾ ''کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کرلے گا'' یعنی ملک الموت کو ارواح قبض کرنے کا کام سپرد کیا گیا ہے۔

(2) ملک الموت ایک معین فرشتہ ہے جس کا نام عزرائیل بھی آیا ہے دیگر فرشتے اس کے معاون بھی ہیں۔

(3) موت کے فرشتہ کے نام بعض آثار میں ''عزرائیل'' آیا ہے اور یہی مشہور ہے، حدیث میں ہے کہ ''ملک الموت'' کے بہت سے نائب

اور مددگار ہیں جو تمام جسموں سے روحیں نکالتے ہیں اور جب وہ گلے تک پہنچتی ہیں تو موت کا فرشتہ انہیں لے لیتا ہے۔ (ابن کثیر)

(4) سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملک الموت نے اپنی وہ حسین صورت دکھائی جو مؤمن کی روح قبض کرتے وقت ان کی ہوتی ہے تو ان کی صورت پر ایسی چمک دمک اور رونق دیکھی جس کی کیفیت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور کافروں، فاجروں کی روح قبض کرنے کے وقت جو صورت ان کی ہوتی ہے جب وہ دکھائی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے، یہاں تک کہ آپ کے شانے لرزنے لگے اور پیٹ زمین کو لگا دیا، قریب تھا کہ آپ کی جان نکل جائے۔ (مظہری:187/9)

(5) ﴿ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ”چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے“ پھر تمہیں اعمال کی جزا دی جائے گی۔

(6) حدیث میں آیا ہے کہ آپ کے ماتحت فرشتے تمام جسم سے روح کھینچتے ہیں پھر جب روح حلق تک آجاتی ہے تو ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1553/2)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا): جب مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ (حدیث کے راوی) حماد کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا اور آپ نے فرمایا: آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوشبو پا کر) کہتے ہیں، کوئی پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا۔ پھر فرشتے اپنے رب کے حضور اس روح کو لے جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی علیین میں) پہنچا دو اور جب کافر کی روح نکلتی ہے۔ حدیث کے راوی نے کافر کی روح کے نکلنے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی بدبو اور اس پر (فرشتوں کی) لعنت کا ذکر کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: (جب اسے اوپر لے جایا جاتا ہے تو) آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ کوئی ناپاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آرہی ہے، پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم ہوتا ہے کہ اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی سجین میں) لے جاؤ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمایا تو (نفرت سے) اپنی چادر کا دامن اس طرح اپنی ناک پر رکھ لیا۔ (مسلم:7221)

## رکوع نمبر 15

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾

”اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں“ (12)

سوال 1: ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں'' قیامت کے دن مجرموں کی حاضری کو آیت کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے قیامت کے دن مجرموں کی حاضری کا حال بیان فرمایا ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم'' یعنی اگر آپ ﷺ ان لوگوں کو دیکھیں جنہوں نے بڑے بڑے جرائم پر اصرار کیا۔

(2) ﴿نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے'' اس دن وہ لوگ بھی رب کے سامنے خشوع سے سر جھکائیں گے جنہوں نے زندگی میں کبھی سر نہیں جھکایا تھا اس دن جرائم کا اقرار اور واپسی کی درخواست کریں گے۔

(3) ﴿رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا'' یعنی اب سارا معاملہ ہماری سمجھ میں آ گیا، اب ہمیں یقین آ گیا ہے، اب تو آنکھوں سے دیکھ لیا ہے، اب ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (مریم:38)

(4) رب العزت نے فرمایا ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔'' (الملک:10)

(5) ﴿فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں'' وہ رب سے درخواست کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۷) بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۲۸) وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (۲۹) وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (۳۰)﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں اور انہوں نے کہا کہ زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ اور کاش آپ دیکھیں جب انہیں اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، وہ (اللہ) پوچھے گا: ''کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟'' وہ کہیں گے: ''ہاں ہمارے رب کی قسم کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ

فرمائے گا: ''تو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:27-30)

سوال 2: گناہ گار لوگ قیامت کے دن کن اعمال کی وجہ سے ندامت کے مارے سر جھکائے کھڑے ہوں گے؟

جواب: گناہ گار لوگ کفر، شرک اور نافرمانیوں کی وجہ سے ندامت کے مارے سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔

سوال 3: گناہ گاروں کے اس اعتراف کی وضاحت کریں کہ ''ہم نے دیکھ لیا اور سُن لیا''؟

جواب: (1) گناہ گار لوگ اعتراف کریں گے کہ ہم جس چیز کو جھٹلاتے تھے اُسے ہم نے دیکھ لیا اور سُن لیا ہے۔ (2) گناہ گار لوگ اعترف کریں گے کہ ہم نے تیری وعیدوں کا انکار کیا آج ہم نے اُن کی سچائی کو دیکھ لیا ہے اور ہم نے تیرے پیغمبروں کو جھٹلایا لیکن اب پیغمبروں کی تصدیق کو سن لیا ہے۔

سوال 4: کیا رب کی باتوں پر موت کے بعد حشر کے میدان میں جا کر یقین کرنا کام آئے گا؟

جواب: موت کے بعد کے یقین کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس وقت اپنے دنیا کے اعمال کی وجہ سے جرائم ثابت ہو چکے ہوں گے جن کے نتیجے میں عذاب بھگتنا ہوگا۔

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾

''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے لیکن میری طرف سے بات سچ ثابت ہوگئی کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' (13)

سوال 1: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے لیکن میری طرف سے بات سچ ثابت ہوگئی کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' جبری ایمان مطلوب نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے'' یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے کر سب کو ہدایت پر جمع کر دیتے جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے، تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔'' (یونس:99)

(2) ﴿وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ﴾ ''لیکن میری طرف سے بات سچ ثابت ہوگئی'' میری طرف سے یہ بات طے ہو چکی اب حکم ثابت ہوگیا

اب اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

(3) ﴿لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ﴾ ''کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' یعنی جنوں اور انسانوں کی اکثریت زندگی کے امتحان میں ناکام ہو کر جہنم کا ایندھن بنے گی۔

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا ''دوزخ لگاتار یہی کہتی رہے گی'' ﴿هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ﴾ یعنی کیا کچھ اور بھی ہے؟'' یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا دوزخ کہے گی تیری عزت کی قسم! بس بس اور اس کا ایک حصہ سمٹ کر دوسرے حصے سے چمٹ جائے گا۔ (مسلم:7177)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا ''جب کوئی شخص مرتا ہے تو صبح شام دو وقت اس کو اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت میں اور اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ میں۔'' (بخاری:3240)

(6) (جہنم یاد آنے پر ابو میسرہ رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش ''کاش میری ماں مجھے نہ جنتی) ابو میسرہ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے بستر پر جاتے تو کہتے ''اے کاش' میری ماں مجھے نہ جنتی'' اور رونے لگتے ان سے کہا گیا۔ اے ابو میسرہ! کیوں روتے ہو؟ ابو میسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ ہم نے جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے لیکن یہ علم نہیں کہ نجات ہوگی کہ نہیں؟'' (حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا آگ کے ڈر سے رونا) حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو روتے دیکھ کر پوچھا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے مجھے جواب دیا مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے آگ میں نہ پھینک دے اور اللہ تعالیٰ کو تو کسی کی پرواہ نہیں۔ (کتاب النار:331-336) ﴿قَالَ فَبِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ قَالَ اخۡرُجۡ مِنۡهَا مَذۡءُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ؕ لَمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ﴾ ''ابلیس نے کہا: ''پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں اُن کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔ پھر میں لازماً اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے اُن پر آؤں گا اور آپ اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نکل جاؤ یہاں سے، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، یقیناً جو بھی ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو میں لازماً تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔'' (الاعراف:16-18)

سوال 2: اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو سب کو ہدایت نصیب فرما دیتے اس ہدایت کی نوعیت کیا ہے؟

جواب: دنیا میں اگر اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت نصیب فرما دیتے تو اس کی نوعیت جبری ہوتی یعنی لوگ اپنے اختیار سے ہدایت قبول نہ کرتے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہدایت قبول کرتے اس طرح امتحان کی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ جہنم کو کن انسانوں اور جنوں سے بھر دیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان انسانوں سے جہنم کو بھر دیں گے جو جہنم میں جانے والے ہیں یعنی جن لوگوں نے ایسے اعمال کیے جو جہنم میں لے جانے

والے ہیں ان اعمال کی وجہ سے وہ جہنم میں بھر دیے جائیں گے۔

﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''سواب مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اُس دن کی ملاقات کو بھلا دیا ہم نے بھی یقیناً تمہیں بھلا دیا ہے اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم عمل کیا کرتے تھے''(14)

سوال 1: ﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''سواب مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اُس دن کی ملاقات کو بھلا دیا ہم نے بھی یقیناً تمہیں بھلا دیا ہے اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' مجرموں سے کہا جائے گا عذاب کا مزہ چکھو، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ ''سواب مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اُس دن کی ملاقات کو بھلا دیا'' مجرموں سے کہا جائے گا جو ندامت، شرمندگی اور ذلت اٹھا چکے ہوں گے اور دنیا کی طرف لوٹ جانے کی درخواست کر رہے ہوں گے۔

(2) ﴿اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ﴾ ''ہم نے بھی یقیناً تمہیں بھلا دیا ہے'' ان سے کہا جائے گا وقت ختم ہو گیا تم نے اس دن کو بھلا دیا تھا۔ تم نے رب کو بھلا دیا، عمل چھوڑ دیا اور یہ یاد ہی نہ رکھا کہ حاضری دینی ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنی ہے جیسا کہ فرمایا ﴿وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں'' (الجاثیہ:34)

(3) رب العزت نے فرمایا ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے وہ کہے گا: ''اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں یقیناً دیکھنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔'' (طٰہٰ:124-126)

(4) ﴿وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' اب تم کفر اور جھٹلانے کی وجہ سے دائمی عذاب کا مزہ چکھو، رب العزت نے فرمایا ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (24) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (25) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (26) لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ

يَعْمَلُوْنَ (٢٧) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (٢٨) وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (٢٩) اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (٣٠)﴾ ''یا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں؟ آپ کہہ دیں اپنی دلیل لاؤ، یہ اُن لوگوں کی نصیحت بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں اور اُن کی نصیحت بھی جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر حق نہیں جانتے، چنانچہ وہ منہ موڑنے والے ہیں اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو اور اُنہوں نے کہا رحمن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں۔ وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں اور ان میں سے جو کہتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں معبود ہوں تو اسی کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ظالموں کو ہم ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' (الانبیاء:24-30)

سوال 2: اللہ تعالیٰ مجرموں سے کہیں گے ہم نے تمہیں بھلا دیا۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں ہے۔ لوگوں کو بھلا دینے سے مراد یہ ہے کہ جیسے لوگ دنیا میں رب کو بھولے رہے ایسا ہی معاملہ رب کی طرف سے بھی ہوگا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ لوگوں کو کس وجہ سے عذاب دیں گے؟

جواب: لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے ہمیشگی کا عذاب دیا جائے گا۔

﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

''یقیناً ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں اُن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے'' (15)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''یقیناً ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں اُن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے'' قرآن مجید کی تصدیق کرنے والے سعادت مند لوگ آیت کی روشنی میں

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا﴾ ''یقیناً ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں'' ہماری آیات پر سچے دل سے ایمان وہ لوگ رکھتے ہیں۔

(2)﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا﴾ ''جب انہیں اُن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں'' جب ان کے سامنے قرآن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے یا انہیں جب نصیحت کی جاتی ہے تو غور سے سنتے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں، اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت بخشی اور ان کی پیروی اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے عار نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴾ ''جنہیں جب اُن کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اُن پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے۔'' (الفرقان:73)

(3)﴿وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ''اور وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں'' وہ اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں، اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ رکوع اور سجدہ میں﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ﴾ پڑھا کرتے تھے۔(بخاری:794)

(4)﴿وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اور وہ تکبر نہیں کرتے'' وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' (المومن:60)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد آیات کی تصدیق کرنا ہے۔(2)اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیات سے فائدہ اُٹھانا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی آیات پر کون لوگ ایمان لاتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی آیات پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں اس کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

(2)جو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔(3)جو تکبر نہیں کرتے۔(4)جن کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں۔

(5)جو اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں۔(6)جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

سوال 4: نصیحت قبول کرنے والے تکبر کیوں نہیں کرتے؟

جواب: نصیحت قبول کرنے والے یہ شعور رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کرنا جہنم میں لے جانے کا سبب بنتا ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں تکبر نہیں کرتے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی حمد کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی حمد اس کی نعمتوں پر کی جاتی ہے جیسے اس کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ہے اس پر نصیحت قبول کرنے والے ہی حمد کرتے ہیں۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کیسے کی جاتی ہے؟

جواب: (1) نماز میں دونوں سجدوں میں ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى﴾ کہہ کر تسبیح کی جاتی ہے۔ (2) نماز میں رکوع کی حالت میں ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ﴾ کہہ کر تسبیح کی جاتی ہے۔ (3) نماز میں رکوع سے اُٹھ کر ﴿حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ﴾ کہہ کر حمد کی جاتی ہے۔

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

''اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' (16)

سوال 1: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' تہجد گزار رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ ''اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں'' قرآن مجید کی تصدیق کرنے والے سعادت مند لوگ اپنے بستروں پر بے قرار رہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات اور تہجد کی نماز میں قرآن پڑھنے سے لذت لیتے ہیں۔

(2) اس آیت میں بستروں سے الگ رہنے اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے سے مراد تہجد کی نماز ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿١٨﴾﴾ ''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔'' (الذّٰریٰت: 17-18)

(3) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''جنت میں جھروکے ہیں کہ ان کے اندر سے باہر نظر آتا ہے اور ان کا اندر باہر سے۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کی کہ وہ کن لوگوں کے لیے ہے اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ ان کے واسطے ہیں کہ انہوں نے اچھا کلام کیا یعنی شیریں زبان سے حق گوئی کی اور کھانا کھلایا پے در پے روزے رکھے یعنی سوائے ایام ممنوعہ کے اور رات کو تہجد کی نماز پڑھتے ہیں جب لوگ سوتے ہیں۔'' (جامع ترمذی: 2527)

(4) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارا رب اس شخص سے خوش ہوتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، پھر اس کے ساتھی شکست کھا کر (میدان سے) بھاگ گئے اور وہ گناہ کے ڈر سے واپس آ گیا (اور لڑا) یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا

گیا، اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے "میرے بندے کو دیکھو میرے ثواب کی رغبت اور میرے عذاب کے ڈر سے لوٹ آیا یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔" (ابوداؤد:2536)

(5)﴿يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ "وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں" وہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اچھی امیدیں رکھتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے اور اس کے عظیم الشان ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

(6)﴿وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ "اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں" وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنا مال لگاتے ہیں زکوٰۃ، کفارہ، اہل وعیال پر خرچ کرنا، بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا سب اسی میں شامل ہیں۔ وہ اپنے رشتے داروں پر بھی مال خرچ کرتے ہیں۔

(7) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا، ایک دن جب ہم چل رہے تھے، تو میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے دور کر دے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے بہت بڑا سوال کیا لیکن اللہ تعالیٰ جس پر آسان کر دے اس پر بہت آسان ہے (وہ عمل یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نمازوں کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا: کیا میں تجھے بھلائیوں کے دروازے نہ بتلاؤں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ (کی آگ) کو بجھا دیتا ہے، جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدمی کا رات کے دوران میں نماز (تہجد) پڑھنا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (١٦) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ "اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں۔ اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن اعمال کے بدلے میں جو آنکھوں کی ٹھنڈک اُن کے لیے چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔" (السجدۃ:17،16) پھر فرمایا: کیا اب میں تجھے اس امر (یعنی دین) کا سر، اس کے ستون اور اس کے کوہان کی بلندی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس تمام امر کا سر تو اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی اللہ تعالیٰ کی راہ کا جہاد ہے۔ پھر فرمایا: کیا اب میں تجھے وہ چیز نہ بتاؤں جس پر ان سب کا مدار ہے؟ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں، آپ نے اپنی زبان کو پکڑا، پھر فرمایا: اسے روک کر رکھ۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا ہم اپنی بات چیت پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے! لوگوں کو (جہنم کی) آگ میں چہروں کے بل گھسیٹنے والی چیز ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصلوں کے سوا اور کیا ہے؟ (ترمذی:2616)(ابن ماجہ:3973)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ

﴿مَحْذُوْرًا﴾ ''یہی لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قُربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں، کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے۔'' (بنی اسرائیل:57)

سوال 2: اہل ایمان رب کو خوف اور امید کے ساتھ کیسے پکارتے ہیں؟

جواب: (1) اہل ایمان رب کی رحمت اور اُس کے فضل وکرم کی اُمید کے ساتھ اسے پکارتے ہیں۔ (2) اہل ایمان رب کے عذاب سے، اس کے مواخذے سے ڈرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔

سوال 3: اہل ایمان کی رب سے اُمید اور بے عمل لوگوں کی اُمید میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: اہل ایمان رب سے اُمید باندھتے ہیں تو بے عمل لوگوں کی طرح اپنے عمل سے بے پرواہ نہیں ہوتے۔

سوال 4: اہل ایمان کے خوف اور بے عمل لوگوں کے خوف میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: اہل ایمان رب کے مؤاخذے سے ڈرتے ہیں اور اُمید بھی رکھتے ہیں جب کہ بے عمل لوگ اتنا خوف طاری کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں۔ مایوسی گمراہی اور کفر ہے۔ اہل ایمان اس سے بچتے ہیں۔

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اُس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے'' (17)

سوال: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اُس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے'' نیک لوگوں کی لیے لذتیں اور نعمتیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا'' کوئی نہیں جانتا ان نعمتوں اور ان لذتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کے لیے جنت میں چھپا کر رکھی ہیں جیسے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چھپا کر عمل کئے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نعمتیں اور لذتیں چھپا رکھی ہیں۔

(2) ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اُس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے'' اور ان کے عملوں کے مطابق ہے کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ملتی ہے۔

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار

کر رکھی ہیں جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا اگر جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو پس کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ (بخاری:3244)

(4) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: ''اے باری تعالیٰ! ادنیٰ جنتی کا درجہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ادنیٰ جنتی وہ شخص ہے جو تمام جنتیوں کے جنت میں چلے جانے کے بعد آئے گا، اس سے کہا جائے گا، جنت میں داخل ہو جاؤ'' وہ کہے گا اے اللہ تعالیٰ! کہاں جاؤں، ہر ایک نے تو اپنی اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں اس سے کہا جائے گا کہ ''کیا تو اس پر خوش ہے کہ تیرے لیے اتنا ہو جتنا دنیا کے کسی بہت بڑے بادشاہ کے پاس تھا؟'' وہ کہے گا ''اے میرے رب! میں اس پر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھے یہ سب کچھ دیا جاتا ہے اور اتنا، اور اتنا، اور اتنا، اور اتنا اور پانچویں بار یہ کہے گا، (بس بس) اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ سب ہم نے تجھے دیا اور اس کا دس گنا اور بھی دیا اور جس چیز کو بھی تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں (وہ بھی تو لے لے) یہ کہے گا، میرے پروردگار! میں راضی ہو گیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا، پھر اے اللہ تعالیٰ! اعلیٰ درجے کے جنتی کی کیفیت کیا ہے؟ فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کو میں نے خود چنا اور ان کی بزرگی و عزت کو میں نے اپنے ہاتھ سے جمایا اور اس پر اپنی مہر لگا دی ہے، پھر نہ تو وہ کسی کے دیکھنے میں آئی، نہ کسی کے سننے میں اور نہ کسی کے خیال میں۔ اور اس چیز کی تصدیق یہ آیت کرتی ہے ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (السجدۃ:17) ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اُس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔'' (مسلم:465)

(5) رب العزت نے فرمایا، ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا﴾ ''اور جب آپ دیکھیں گے تو وہاں بڑی نعمت اور عظیم بادشاہت آپ دیکھیں گے'' (الدھر:20)

(6) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ جو کوئی ہم میں سے (جہاد میں) مارا جائے گا، وہ جنت میں ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جن نعمتوں کے مثل اس نے کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی ہو گی۔ (بخاری:3159)

## ﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ﴾

''تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے'' (18)

سوال 1: ﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ﴾ ''تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے'' مومن اور فاسق برابر نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) مجرموں اور مومنوں کا حال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عقل والوں سے سوال کیا ہے، کیا دو طرح کے لوگ برابر ہو سکتے ہیں۔

(2)﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا﴾ ''تو کیا جو شخص ایمان والا ہو'' یعنی وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتا ہو، جس کا دل ایمان کے نور سے بھر گیا۔

(3)﴿كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا﴾ ''اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟'' یعنی وہ اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کا دل غیر آباد اور خالی ہو جس میں ایمان نہیں، جو ظلم اور جہالت کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

(4)﴿لَا يَسْتَوٗنَ﴾ ''دونوں برابر نہیں ہوتے'' جیسے دن رات برابر نہیں ہو سکتے، جیسے روشنی اور اندھیرا برابر نہیں ہو سکتے، ایسے ہی مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔'' (الجاثیہ:21)

(5)﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟'' (ص:28)

(6)﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔'' (الحشر:20)

(7)﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۭ (٣٥) مَا لَكُمْ ۪ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (٣٦)﴾ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (القلم:36,35)

سوال 2: مومن اور فاسق کس اعتبار سے برابر نہیں ہوتے؟

جواب: (1) مومن اور فاسق اپنے مزاج، شعور اور طرز عمل کسی اعتبار سے برابر نہیں ہوتے۔ (2) مومن اور فاسق آخرت کی جزا میں بھی برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال 3: مومن کیا کام کرتے ہیں؟

جواب: (1) مومن اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھتے ہیں۔ (2) اس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ (3) اصلاح کا کام کرتے ہیں۔

سوال 4: فاسق کیا کام کرتے ہیں؟

جواب: (1) فاسق اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ ہوتے ہیں۔ (2) اپنی مرضی کے مطابق چلتے ہیں۔ (3) زمین میں فساد پھیلانے کا کام کرتے ہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے انجام سے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب :1۔اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ مومنوں اور کافروں کے انجام میں فرق ہوگا وہ برابر نہیں ہو سکتے۔
2۔مومن اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی عزت ہوگی اور کافر بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے جہنم کی آگ میں جھلسیں گے۔ بھلا بتاؤ کیا مومن اور فاسق برابر ہو سکتے ہیں۔

﴿اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں تو اُن کے لیے جنت کی قیام گاہیں ہیں مہمان نوازی کے طور پر اس بدلے میں جو وہ کام کرتے تھے'' (19)

سوال:﴿اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں تو اُن کے لیے جنت کی قیام گاہیں ہیں مہمان نوازی کے طور پر اس بدلے میں جو وہ کام کرتے تھے'' مؤمن عالی شان جنتوں میں ہوں گے، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور محمد ﷺ کو اپنا نبی اور رسول مان لیا اور جو اسلام کے مطابق فرائض اور نوافل ادا کرتے رہے، جو شرک اور حرام کاموں سے اجتناب کرتے رہے۔

(2)﴿فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى﴾ ''تو اُن کے لیے جنت کی قیام گاہیں ہیں'' جنتوں میں ان کے عالی شان، خوب صورت گھر ہوں گے۔ اپنے بادشاہ، اپنے معبود کے قریب انہیں عالی شان مقام نصیب ہوگا۔

(3)رب العزت نے فرمایا،﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی اُن کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے اور اُن کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (یونس:26)

(4)﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ﴾ ''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے اوپر بلند عمارتیں بنی ہوں گی، جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔'' (الزمر:20)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو دشمن کے حملے سے ڈرا اور جو اول شب سے چلا وہ منزل کو پہنچا اور آگاہ رہو کہ پونجی اللہ تعالیٰ کی گراں قیمت ہے آگاہ رہو کہ پونجی اللہ تعالیٰ کی جنت ہے (ترمذی:2450)

(6)﴿نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ”مہمان نوازی کے طور پر اس بدلے میں جو وہ کام کرتے تھے“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک اعمال پر مہمان نوازی ہے۔ یہ عالی شان اعزاز ان کے لیے ہے جو دنیا میں نیک اعمال کرتے تھے جیسا کہ فرمایا:﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ”اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔“ (الزخرف:72)

﴿وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ﴾

”رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اُن کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے“ (20)

سوال 1:﴿وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ﴾ ”رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اُن کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے“ فاسق جہنم میں جائیں گے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ﴾ ”رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اُن کا ٹھکانہ آگ ہے“ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل گئے، جن لوگوں نے شرک کیا اور نافرمانی کے کام کیے۔ جہاں ہر قسم کا عذاب ہوگا جو ان سے کبھی جدا نہ ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ”یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں تو آپ اُنہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔“ (آل عمران:21)

(2)﴿كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا﴾ ”جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں واپس دھکیل دیئے جائیں گے“ جب کبھی وہ جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے انہیں دوبارہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾ ”جب کبھی وہ سخت گھٹن کی وجہ سے ارادہ کریں گے کہ جہنم سے نکلیں، وہ اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور تم آگ کا عذاب چکھو۔“ (الحج:22)

(3)﴿وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ﴾ ”اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے“ ان سے کہا جائے گا جس جہنم کے عذاب کا تمہیں یقین نہیں آتا تھا آج اس کے مزے چکھو۔

(4) اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھتے، پھر تین مرتبہ ﴿اللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ﴾ ''اے اللہ جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچالے'' کہتے۔ (ابوداؤد:5045)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے، جہنم کی آگ کی گرمی کا سترواں حصہ ہے۔ صحابہ نے عرض کی، واللہ! یارسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی دنیا کی آگ کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: لیکن وہ دنیا کی آگ سے انہتر (69) درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔ (مسلم:7165)

سوال 2: یہ بات کون کہے گا کہ اپنے جھٹلانے کے بدلے آگ کے عذاب کو چکھو؟

جواب: (1) یہ بات یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہی جائے گی۔ (2) یہ بات فرشتے رسوا کرنے کے لیے کہیں گے۔

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

''اور ہم اُنہیں بڑے عذاب سے پہلے ہی چھوٹے عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے تاکہ وہ پلٹ آئیں'' (21)

سوال 1: ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ''اور ہم اُنہیں بڑے عذاب سے پہلے ہی چھوٹے عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے تاکہ وہ پلٹ آئیں'' بڑے عذاب کے علاوہ قریب والے عذاب کی وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ﴾ ''اور ہم اُنہیں بڑے عذاب سے پہلے ہی چھوٹے عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے'' ہم جھٹلانے والوں کو قیامت کے دن کے عذاب سے پہلے قریب کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے یعنی آفتیں، بیماریاں، مصائب وغیرہ۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض کاموں کا اُنہیں مزہ چکھائے تاکہ وہ پلٹ آئیں'' (الروم:41)

(2) قریب والے عذاب سے مراد موت کے وقت کا عذاب ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا

گیا ہو اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ ''نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے'' (الانعام:93)

(3)﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ پلٹ آئیں'' اللہ تعالیٰ قریب والے عذاب کا مزہ اس لیے چکھاتے ہیں کہ لوگ گناہ چھوڑ دیں، توبہ کر لیں۔﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم بہت سی اُمتوں میں رسول بھیج چکے ہیں پھر ہم نے اُن کو تنگ دستی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں۔ پھر جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الانعام:43،42)

(4)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا تو مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو سختی اور تکلیف کے ساتھ پکڑ لیا تا کہ وہ گڑگڑائیں۔'' (الاعراف:94)﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اسی طرح عذاب آتا ہے۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے کاش وہ جانتے۔'' (القلم:33)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ (قحط) اس لیے پڑا تھا کہ قریش جب رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول کرنے کے بجائے شرک پر جمے رہے تو آپ ﷺ نے ان کے لیے ایسے قحط کی بددعا کی جیسا قحط سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا۔ چنانچہ قحط کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ ہڈیاں تک کھانے لگے۔ لوگ آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو انہیں بھوک وفاقہ کی شدت کی وجہ سے دھویں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ (بخاری:4821)

سوال 2: اللہ تعالیٰ بڑے عذاب سے پہلے قریب کا کیا عذاب چکھائیں گے؟

جواب: (1) قریب کے عذاب سے مراد دنیا کی مصیبتیں اور بیماریاں وغیرہ ہیں۔ (2) قریب کے عذاب سے مراد قتل بھی ہو سکتے ہیں۔ (3) اس سے مراد قحط سالی بھی ہو سکتی ہے جو اہل مکہ پر مسلط کی گئی۔ (4) امام شوکانی کے مطابق ساری صورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾

''اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جسے اُس کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے، پھر بھی وہ اُن سے منہ پھیر جاتا ہے؟ یقیناً انہی مجرموں سے ہم انتقام لینے والے ہیں'' (22)

سوال: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم

کون ہوگا جسے اُس کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے، پھر بھی وہ اُن سے منہ پھیر جاتا ہے؟ یقیناً انہی مجرموں سے ہم انتقام لینے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ پھیرنے والا بڑا ظالم ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اُس کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے، پھر بھی وہ اُن سے منہ پھیر جاتا ہے؟'' اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جنہیں رب کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں اور وہ ان سے منہ موڑ لے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے تو آیات اس لیے بھیجیں تھیں کہ اس پر وہ ایمان لاتے، ان کی پیروی کرتے۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایمان کی بجائے اعراض کرتے ہوئے ان آیات کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اسے ذہن سے اتار دیا گویا اسے معلوم ہی نہیں۔

(3) ﴿اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ ''یقیناً انہی مجرموں سے ہم انتقام لینے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ گناہ گاروں سے مشرکوں اور نافرمانوں سے سخت بدلہ لینے والے ہیں۔

## رکوع نمبر 16

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی چنانچہ آپ اُس کی ملاقات سے کسی شک میں نہ ہوں اور اُس کو ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا تھا'' (23)

سوال: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی چنانچہ آپ اُس کی ملاقات سے کسی شک میں نہ ہوں اور اُس کو ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا تھا'' شب اسراء میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی جو قرآن کی تصدیق کرتی ہے اور قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔

(2) ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ اُس کی ملاقات سے کسی شک میں نہ ہوں'' اے محمد ﷺ! آپ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے آپ ﷺ کی جو ملاقات شب اسراء میں ہوئی اس کے بارے میں شک میں مبتلا نہ ہوں۔ لوگوں کو بھی اس بارے میں شک میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

(3) ﴿وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور اُس کو ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا تھا'' یعنی تورات کو رب العزت نے بنی

اسرائیل کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا تورات اس دور کے لیے ہدایت تھی۔اب قرآن مجید کے آنے کے بعد قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کی وہ راہ نمائی کرے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّهٗ فِيۡۤ اُمِّ الۡكِتٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِىٌّ حَكِيۡمٌ﴾ ''اور یقیناً وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے یقیناً وہ بہت بلند،کمال حکمت والا ہے۔'' (الزخرف:4)

(4) نبی ﷺ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:معراج کی رات میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا،وہ گندمی رنگ،طویل القامت اور گھنگریالے بالوں والے شخص تھے،گویا ان کا تعلق شنوءہ کے لوگوں سے ہے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا،وہ درمیان قد،سرخ وسفید رنگت اور سیدھے بالوں والے تھے اور میں نے جہنم کے داروغے اور دجال کو بھی دیکھا،منجملہ ان آیات کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائی تھیں:﴿فَلَا تَكُنۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآئِهٖ﴾ ''پس تو اس کی ملاقات سے شک میں نہ ہو۔'' (بخاری:3239)

﴿وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ؕ وَكَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يُوۡقِنُوۡنَ﴾

''اور ہم نے اُن میں سے راہ نما بنائے تھے جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے'' (24)

سوال:﴿وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ؕ وَكَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يُوۡقِنُوۡنَ﴾ ''اور ہم نے اُن میں سے راہ نما بنائے تھے جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے'' اللہ تعالیٰ والے ہی راہ نمائی کے اہل ہیں،آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً﴾ ''اور ہم نے اُن میں سے راہ نما بنائے تھے'' رب العزت نے بنی اسرائیل میں سے ایسے علماء کو راہ نما بنایا تھا۔(2)﴿يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا﴾ ''جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے'' جو ہدایت کے راستوں کا علم رکھتے تھے۔جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کتاب ہدایت تورات کے ذریعے راہ نمائی کرتے تھے۔

(3)﴿لَمَّا صَبَرُوۡا﴾ ''جب انہوں نے صبر کیا'' انبیاء کے بعد سب سے بلند درجہ ان ہی راہ نماؤں کا ہے انہوں نے تعلیم اور دعوت کے راستے میں پیش آنے والی تکالیف اور اذیتوں پر صبر کیا۔

(4)﴿وَكَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يُوۡقِنُوۡنَ﴾ ''اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے'' وہ آیاتِ الٰہی پر ایمان میں درجۂ یقین پر پہنچ چکے تھے۔یقین سے مراد وہ علم تام ہے جو عمل کا موجب ہے۔وہ درجۂ یقین پر اس لیے پہنچے کہ انہوں نے صحیح طریقے سے علم حاصل کیا اور ان دلائل کے ذریعے سے مسائل کو اخذ کیا جو یقین کا فائدہ دیتے ہیں وہ مسائل سیکھتے رہے اور کثرت سے ان پر استدلال کرتے رہے یہاں تک کہ وہ درجۂ

یقین پر پہنچ گئے۔ پس صبر اور یقین کے ذریعے سے دین میں امامت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔(سعدی:3/2120)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور ہم نے اُنہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا اور ہم نے اُنہیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اور ہم نے اُنہیں دین کے بارے میں کھلے احکامات دیے پھر اُنہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا تھا، آپس میں ضد کی وجہ سے، یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن اُن کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔(الجاثیۃ:17,16)

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾

’’یقیناً آپ کا رب ہی اُن کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے تھے‘‘(25)

سوال:﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ’’یقیناً آپ کا رب ہی اُن کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے تھے۔‘‘ اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ’’یقیناً آپ کا رب ہی اُن کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا‘‘ بنی اسرائیل میں جو اختلاف ہوا اس کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ وہ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

(2)﴿فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ’’جن میں یہ اختلاف کرتے تھے‘‘ جو وہ اعتقادی اور عملی اختلافات کرتے تھے۔

(3)﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ ’’اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آ ئی۔‘‘(البینۃ:4)

(4)’’سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار ہو جاؤ! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر(72) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ ملت تہتر(73) فرقوں میں تقسیم ہوگی۔(72) آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔‘‘(ابوداؤد:4597)

﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ﴾

''اور کیا اس نے ان کو ہدایت نہ دی کہ ہم نے کتنی ہی قوموں کو اُن سے پہلے ہلاک کر دیا؟ جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں تو کیا وہ سنتے نہیں ہیں؟'' (26)

سوال: ﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ﴾ ''اور کیا اس نے ان کو ہدایت نہ دی کہ ہم نے کتنی ہی قوموں کو اُن سے پہلے ہلاک کر دیا؟ جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں تو کیا وہ سنتے نہیں ہیں؟'' قوموں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرو، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ﴾ ''اور کیا اس نے ان کو ہدایت نہ دی'' کیا نبی ﷺ کو جھٹلانے پر واضح نہیں ہوا۔

(2) ﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ﴾ ''کہ ہم نے کتنی ہی قوموں کو اُن سے پہلے ہلاک کر دیا؟'' یعنی ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کی جا چکی ہیں۔ کیا ان کی تباہی نے ان کی آنکھیں نہیں کھولیں۔

(3) ﴿يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ﴾ ''جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں'' تم ان علاقوں سے سفروں کے درمیان گزرتے ہو مدائن صالح، بلاد مدین، بحیرہ لوط وغیرہ کیسے انہوں نے شرک کیا اور جھٹلایا اور انہیں عذاب نے آلیا۔ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ ''کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو بھی محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ بھی سنتے ہیں؟'' (المریم: 98) ﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر یہ رہے ان کے گھر ویران پڑے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا، یقیناً اس میں ایک نشانی ہے ان کے لیے جو جانتے ہیں۔'' (النمل: 52)

﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ﴾ ''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل۔'' (الحج: 45)

(5) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں'' یقیناً قوموں کی ہلاکت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شدید انتقام کی نشانیاں ہی ہیں۔ (6) ﴿اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ سنتے نہیں ہیں؟'' اگر وہ اللہ تعالیٰ کی آیت کو توجہ سے سنتے تو وہ ایسے حالات میں نہ رہتے جہاں ہلاکت یقینی ہوتی ہے۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ﴾

''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم بنجر زمین کی طرف پانی ہانک کر لاتے ہیں پھر ہم اُس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے

اُن کے جانور بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی۔ تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟'' (27)

سوال:﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم بنجر زمین کی طرف پانی ہانک کر لاتے ہیں پھر ہم اُس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے اُن کے جانور بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟'' اللہ تعالیٰ ہی پانی کو رواں کرتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم بنجر زمین کی طرف پانی ہانک کر لاتے ہیں'' کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کیسے بنجر زمین پر بارش برساتا ہے اور دریاؤں سے پانی پہنچاتا ہے۔

(2)﴿ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ﴾ ''پھر ہم اُس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے اُن کے جانور بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی'' اس پانی کے ذریعے سے رب العزت مختلف طرح کی نباتات اگاتے ہیں جو ان کے مویشوں اور آدمیوں کا کھانا ہے۔

(3)﴿ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴾ ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟'' کیا وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر غور وفکر نہیں کرتے اس نے کیسے زمین کو اور بندوں کو زندگی عطا کی۔ جیسے زمین کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش کا پانی زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح دلوں کی زمین کو وحی کی بارش سیراب کرتی ہے۔

(4)﴿ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مردہ ہوجانے کے بعد اسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:50)﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اُٹھا لیتی ہیں، ہم اُسے کسی مُردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اُتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔'' (الاعراف:57)

﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' (28)

سوال:﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' کافروں کو عذاب کی جلدی کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا'' کافر مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم کہتے ہو کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ بتاؤ کب آئے گا؟ کب تمہارا غلبہ ہوگا۔

(2)﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو؟'' سچے ہو تو عذاب لاؤ۔ اگر عذاب نہیں آتا تو اس کا مطلب ہے کہ تم جھوٹے ہو۔

(3)﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔ یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں''۔ (النازعات:42-45)

(4)﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۝ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۝ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۝ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا﴾ ''تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔'' (بنی اسرائیل:51)

﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن اُن کا ایمان اُنہیں کوئی فائدہ نہ دے گا جنہوں نے کفر کیا اور نہ ہی انہیں کوئی مہلت دی جائے گی'' (29)

سوال:﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن اُن کا ایمان اُنہیں کوئی فائدہ نہ دے گا جنہوں نے کفر کیا اور نہ ہی انہیں کوئی مہلت دی جائے گی'' عذاب کے مطالبے کے جواب کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن اُن کا ایمان اُنہیں کوئی فائدہ نہ دے گا جنہوں نے کفر کیا'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کافروں سے کہہ دیں کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا تمہارا ایمان تمہیں نفع نہ دے گا۔

(2)﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی انہیں کوئی مہلت دی جائے گی'' عذاب آنے کے بعد مہلت بھی نہیں ملے گی۔ اس لیے ابھی تلافی کرلو جبکہ معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔

(3)﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''چنانچہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں، انہیں نجات دے۔'' (الشعراء:118)﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۝ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان برحق فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (سبا:26)

﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ﴾

''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیرلیں اور انتظار کریں یقیناً وہ بھی منتظر ہیں''(30)

سوال:﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ﴾''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیرلیں اور انتظار کریں یقیناً وہ بھی منتظر ہیں'' اطمینان سے تبلیغ کریں، آیت کی روشنی میں اس بیان کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیرلیں'' آپ ﷺ مشرکوں سے اعراض کریں۔ جب وہ عذاب کے لیے جلدی مچائیں تو آپ ﷺ منہ موڑ لیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾''آپ اسی کا پیچھا کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جارہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔''(الانعام:106)

(2)﴿وَانْتَظِرْ﴾''اور انتظار کریں'' انتظار کرو کب ان پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

(3)﴿اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ﴾''یقیناً وہ بھی منتظر ہیں'' وہ بھی آپ ﷺ کے بارے میں برے وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ انجام کار تقویٰ والوں کے لیے ہے۔

## رکوعاتها ۹ — ۳۳ سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ ۹۰ — ایاتها ۷۳

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مدنی ہے۔ اس میں 9 رکوع اور 73 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 33 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 90 ہے۔

## رکوع نمبر 17

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

''اے نبی! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا،

کمال حکمت والا ہے‘‘(1)

سوال 1: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾ ’’اے نبی! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے‘‘ تقویٰ کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہ آیت ابوسفیان عکرمہ ابن ابی جہل اور ابوالاعور السلمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ حضرات جنگ بدر کے بعد مدینہ آئے اور عبداللہ بن ابی کے ہاں ٹھہرے نبی کریم ﷺ نے ان کو شرط پر امان دی کہ وہ آپ ﷺ سے بات کریں گے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود بن ابی سرح رضی اللہ عنہ اور طعمہ بن ابی ابیرق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اس وقت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مجلس نبوی میں موجود تھے وہ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں، لات وعزیٰ کو برا بھلا کہنا ترک کردیں اور یہ کہیں کہ جوان کی عبادت کرے گا اس کی وہ سفارش بھی کریں گے۔ اور نفع بھی دیں گے۔ ہمیں آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے رب کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ان کی یہ باتیں نبی ﷺ کی طبیعت پر شاق گزریں، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں ان کو قتل کردوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کو امان دے چکا ہوں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کو خدا کی لعنت اور غضب کے ساتھ نکال دیجئے، چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو مدینہ سے نکال دیا جائے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾ ’’اے نبی ﷺ‘‘ یعنی اے وہ ہستی! جس کو رب العزت نے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے۔

(2) ﴿اتَّقِ اللّٰهَ﴾ ’’اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ‘‘ سیدنا طلق بن حبیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ’’تقویٰ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دی ہوئی روشنی میں کام کرنا، اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے ترک کرنا۔ (ابن کثیر، تفسیر منیر: 248/11)

(3) ﴿لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ﴾ ’’اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو‘‘ یعنی کافروں اور منافقوں کی بات نہ سنیں، ان سے مشورہ نہ کریں رب العزت نے فرمایا ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ﴾ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرو گے جنہوں نے کفر کیا تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے۔‘‘ (آل عمران: 149)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کاموں کے نتائج کا خوب علم رکھتا ہے اور وہ معاملات کی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ اس کے اقوال اور افعال حکمتوں والے ہیں۔

سوال 2: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب:اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کوتقویٰ اوردعوت دین میں استقامت اختیار کرنے کاحکم دیا گیاہے۔

سوال3:تقویٰ کیاکام کرتاہے؟

جواب:تقویٰ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کاشعور ہے جوانسان کے اندرایک محافظ اورنگران کے طور پرکام کرتاہے جوانسان کواللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کے لیے تیار کرتاہے۔

سوال4:تقویٰ کی وجہ سے انسان کے اندرکیاتبدیلی آتی ہے؟

جواب:(1)تقویٰ کی وجہ سے انسان اُس مقام پرآتاہے جہاں اللہ تعالیٰ اُسے دیکھنا چاہتے ہیں۔(2)تقویٰ انسان کورب کے قریب لے جاتاہے۔

سوال5:رسول اللہ ﷺ کوکفاراورمنافقین کی اطاعت سے کیوں روکا گیا؟

جواب:کفاراورمنافقین کارسول اللہ ﷺ پر بڑادباؤتھااس لیے رسول اللہ ﷺ کوروکا گیاکہ ان کے دباؤمیں نہ آئیں تاکہ اسلامی نظام زندگی کی خالص پالیسی آگے بڑھے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ کی صفات ''علیم''اور''حکیم'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ علیم ہےوہ اعمال کے انجام کاعلم رکھتاہےاور ہرعمل کااس کے انجام کے حوالے سےعلم دیتاہے۔(2)اللہ تعالیٰ حکیم ہےاس کےاقوال اورافعال حکیمانہ ہیں اس کے فیصلے حکمتوں والے ہیں۔(3)اللہ تعالیٰ علیم اورحکیم ہےاس نے مسلمانوں کوجونظام زندگی دیاہےعلم اور حکمت کی بناء پردیاہے۔

﴿وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا﴾

''اوراس کی پیروی کروجوتمہارے رب کی طرف سے آپ پروحی کی جاتی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ہمیشہ سے پوری طرح خبر رکھنے والا ہے جوتم عمل کرتے ہو''(2)

سوال1:﴿وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا﴾''اوراس کی پیروی کروجوتمہارے رب کی طرف سے آپ پروحی کی جاتی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ہمیشہ سے پوری طرح خبر رکھنے والاہے جوتم عمل کرتے ہو''کتاب وسنت کی پیروی کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾''اوراس کی پیروی کروجوتمہارے رب کی طرف سے آپ پروحی کی جاتی ہے''قرآن ہدایت ورحمت ہے۔رب العزت نے نبی ﷺ کوحکم دیاہے کہ آپ ﷺ قرآن کی پیروی کرکےرب سےثواب کی امید رکھیں۔

(2)﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ہمیشہ سے پوری طرح خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین جو عمل کریں گے اللہ تعالیٰ سب کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے، اس سے کسی کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں۔

سوال 2: وحی کی پیروی کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: (1) وحی کی پیروی کا حکم اس لئے دیا گیا کہ وحی کی پیروی ہی اسلام ہے۔ (2) وحی میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اعتراف ہے۔ (3) وحی میں اللہ تعالیٰ کے حاکم ہونے کا اعتراف ہے۔ (4) وحی کی پیروی اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے اور بندے اطاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ روکے تو بندے رُک جائیں یہی وحی کی پیروی ہے۔ یہی پیروی دین ہے۔

﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' (3)

سوال 1: ﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' توکل کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اپنے تمام کاموں میں، تمام معاملات میں، تمام حالات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔

(2)﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہونے کے لیے کافی ہے'' اللہ تعالیٰ کارساز ہے۔ وہ ایسے طریقے سے آپ کے کام بنائے گا جس پر بندہ قدرت نہیں رکھتا۔

(3) اس لیے تمام معاملات کو اسی کے سپرد کر دیجئے وہ ان کا اس طریقے سے انتظام کرے گا جو بندے کے لیے سب سے زیادہ درست ہوگا، پھر وہ ان مصالح کو اپنے بندے تک پہنچانے کی پوری قدرت رکھتا ہے جب کہ بندہ ان پر قادر نہیں۔ وہ اپنے بندے پر اس سے بھی کہیں زیادہ رحم کرتا ہے جتنا بندہ خود اپنے آپ پر رحم کر سکتا ہے یا اس پر اس کے والدین رحم کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے بندے پر ہر ایک سے زیادہ رحمت والا ہے خصوصاً اپنے خاص بندوں پر، جن پر ہمیشہ سے اس کی ربوبیت اور احسان کا فیضان جاری ہے اور جن کو اپنی ظاہری اور باطنی برکتوں سے سرفراز کیا ہے، خاص طور پر اس نے حکم دیا ہے کہ تمام امور اس کے سپرد کر دیئے جائیں، اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کی تدبیر کرے گا۔ (سعدی: 2123/3)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''میرے سامنے

پیغمبروں کی امتیں لائی گئیں۔ بعض پیغمبر ایسے تھے کہ ان کی امت کے لوگ دس سے بھی کم تھے اور بعض پیغمبر کے ساتھ ایک یا دو ہی آدمی تھے اور بعض پیغمبر کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ اتنے میں ایک بڑی امت آئی۔ میں سمجھا کہ یہ میری امت ہے مجھ سے کہا گیا کہ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کی امت ہے، تم آسمان کے کنارے کو دیکھو، میں نے دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے، پھر مجھ سے کہا گیا کہ اب دوسرے کنارے کی طرف دیکھو، دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ ہے تمہاری امت اور ان لوگوں میں ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔" پھر آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے تو لوگوں نے گفتگو کی ان لوگوں کے بارے میں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے بعض نے کہا: شاید وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے، بعض نے کہا: نہیں شاید وہ لوگ ہیں جو اسلام کی حالت میں پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، بعض نے کہا: کچھ اور، اتنے میں رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: "تم لوگ کس چیز میں بحث کر رہے ہو؟" انہوں نے آپ ﷺ کو خبر دی تب آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں، جو نہ منتر کرتے ہیں، نہ منتر رکھتے ہیں، نہ کراتے ہیں، نہ بد شگون لیتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔" یہ سن کر سیدنا عکاشہ محصن کا بیٹا کھڑا ہوا اور اس نے کہا: آپ ﷺ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھ کو ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو ان لوگوں میں سے ہے" پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا دعا کیجئے اللہ مجھ کو بھی ان لوگوں میں کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "عکاشہ تجھ سے پہلے یہ کام کر چکا۔" (مسلم:527)

(5) (i) اللہ تعالیٰ پر توکل ایمان کے بڑے واجبات میں سے ہے۔ توکل توحید کا اعلیٰ مقام ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ سے توکل اور اس سے استعانت کے بغیر بندہ سارے کاموں کو انجام دینے کے قابل نہیں ہوتا۔ (iii) حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: توکل آدھا دین ہے انابت ہے۔ (iv) ابنِ رجب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ توکل دنیا اور آخرت کے تمام امور میں نفع کے حصول اور نقصان سے دور رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر دل کا سچا اعتماد ہے۔ (جامع العلوم والحکم:437) (v) رب العزت نے فرمایا ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَي الْحَقِّ الْمُبِيْنِ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، یقیناً آپ واضح حق پر ہیں۔'' (النمل:79) (vi) جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ (vii) اللہ تعالیٰ توکل کرنے والے کو دشمن کے مقابلے میں مدد دیتے ہیں۔ (viii) توکل کرنے والے کا دل سکون، اطمینان اور راحت میں رہتا ہے۔ (ix) توکل ہر مقام پر چاہیے عبادت کرتے ہوئے، فیصلے کرتے ہوئے، مشاورت کے موقع پر، مقامِ دعوت پر توکل، معاہدوں کے موقع پر توکل، صلح اور جنگ کے موقع پر، لین دین کے معاملات میں غرض ہر طرح کے حالات و معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہی توحید ہے۔

سوال 2: توکل سے کیا مراد ہے؟

جواب: توکل، وکالت سے ماخوذ ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں کو اپنا وکیل بنایا یعنی اپنا کام اس کے سپرد کیا۔ اس پر اعتماد کیا۔ توکل

کے معنی بھروسے کے ہیں۔توکل نام ہے کسی کام کو پورے ارادے،عزم،تدبیر اور کوشش کے ساتھ انجام دینے کا اور یہ یقین رکھنے کا کہ اگر اس کام میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ضرور کامیاب کر دیں گے۔توکل خدا اعتمادی کا نام ہے۔

سوال 3: مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے وضاحت کریں؟

جواب: (1) مومن کا اصل رشتہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔(2) اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اس سے زیادہ کوئی اپنے وعدوں کو پورا نہیں کر سکتا۔(3) اللہ تعالیٰ قوت رکھتا ہے اختیار رکھتا ہے اس لئے مومن اپنے سارے معاملات اس کے حوالے کر سکتا ہے۔(4) اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھروسے کے لائق نہیں۔

سوال 4: توکل کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: توکل کے کئی درجات ہیں۔(1) پہلے درجے کا توکل: (i) یقین اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔(ii) یقین ہے کہ جس ذات پر بھروسہ کر رہا ہوں اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔(iii) اس پر یقین کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے کامل ہے۔اس کے علم سے بڑھ کر کسی کا علم نہیں۔(iv) اس پر یقین کہ وہ قدرت رکھنے والا ہے۔اس کی قدرت سے زیادہ کسی کی قدرت نہیں۔(v) اس پر یقین کہ وہ رحمت کرنے والا ہے۔اس سے زیادہ کوئی رحمت کرنے والا نہیں۔(vi) اس یقین سے دل اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا اور کسی دوسری ہستی کی طرف توجہ نہ کرے گا۔

(2) دوسرے درجے کا توکل: توجہ کا مرکز بنالے اس ہستی کو جس پر اعتماد ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے سوا کسی کو نہیں جانتا اسی کے پاس شکایت لے کر جاتا ہے وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔اس کے دل میں کسی کے لئے گنجائش نہیں ہوتی۔اس درجے میں انسان سب سے منہ موڑ کر صرف اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(3) تیسرے درجے کا توکل: اپنی رائے، اپنی ہستی کو مٹا کر اللہ تعالیٰ پر ایسا اعتماد جیسے میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ انسان زندہ ہوتے ہوئے خود کو، اپنے مسائل کو جانتا ہے وہ روتا ہے اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیتا ہے اور میت خود کو نہیں اجنتی۔یہ مقام انتہائی مشکل سے نصیب ہوتا ہے اور اگر ہو بھی جائے تو انسان اس حالت پر قائم نہیں رہتا۔

سوال 5: توکل انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: اعتماد، یقین، تسکین، اطمینان، بے خوفی، اُمید۔

سوال 6: توکل کا اظہار کیسے ہوتا ہے؟

جواب: (1) توکل کا پتہ انسان کی ان کوششوں سے لگتا ہے جو وہ اپنے مقاصد کے لئے کرتا ہے۔مثال کے طور پر انسان نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔کسی چیز کی حفاظت کی کوشش کرتا ہے۔کسی آنے والی تکلیف سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔بیماری ہونے پر علاج کروانے کی

کوشش کرتا ہے۔(2) توکل وہ کرتا ہے جو زمین میں بیج ڈال کر توکل کرتا ہے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کر کے انسان کیا کھو دیتا ہے؟

جواب: اپنا چین، اطمینان، سکون، امید، صحت۔

سوال 8: انسان کب توکل نہیں کر سکتا؟

جواب: (1) جب انسان کو اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت اور رحمت پر پختہ یقین نہ ہو۔(2) جب انسان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سرسری توجہ ہو۔ (3) جب وہ ہر قسم کی کوششوں اور تدبیروں کو ترک کر دیتا ہے اور دھجیوں کی طرح زمین پر گر پڑتا ہے۔

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَيۡنِ فِىۡ جَوۡفِهٖ‌ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزۡوَاجَكُمُ الّٰٓـئِْ تُظٰهِرُوۡنَ مِنۡهُنَّ اُمَّهٰتِكُمۡ‌ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدۡعِيَآءَكُمۡ اَبۡنَآءَكُمۡ‌ ؕ ذٰلِكُمۡ قَوۡلُكُمۡ بِاَفۡوَاهِكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوۡلُ الۡحَقَّ وَهُوَ يَهۡدِى السَّبِيۡلَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ ہی اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنا دیا ہے اور نہ اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے'' (4)

سوال 1: ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَيۡنِ فِىۡ جَوۡفِهٖ‌ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزۡوَاجَكُمُ الّٰٓـئِْ تُظٰهِرُوۡنَ مِنۡهُنَّ اُمَّهٰتِكُمۡ‌ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدۡعِيَآءَكُمۡ اَبۡنَآءَكُمۡ‌ ؕ ذٰلِكُمۡ قَوۡلُكُمۡ بِاَفۡوَاهِكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوۡلُ الۡحَقَّ وَهُوَ يَهۡدِى السَّبِيۡلَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ ہی اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنا دیا ہے اور نہ اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے'' متبنّٰی بیٹا نہیں ہوتا، وضاحت کریں؟

سوال 2: یہ آیت کس موقع پر نازل ہوئی؟

جواب: (1) ایک منافق یہ دعویٰ کرتا تھا کہ اس کے دو دل ہیں ایک کافروں کے ساتھ ایک مسلمانوں کے ساتھ۔ یہ آیت اس کی تردید میں نازل ہوئی۔ (مسند احمد: 267)

(2) ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَيۡنِ فِىۡ جَوۡفِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے'' جس طرح کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے، اسی طرح کسی انسان کے دل میں کفر اور ایمان، ہدایت اور گمراہی، انابت الی اللہ اور گناہوں پر اصرار اکٹھے نہیں ہوتے۔ (قرطبی: 88/7)

(3) اس میں اشارہ ہے کہ کسی دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے دشمنوں کی محبت اکٹھی نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے دشمنوں کی اطاعت اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ (ایسر التفاسیر: 1198,1197)

(4) ﴿وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ ''اور نہ ہی اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنادیا ہے'' جس طرح کسی انسان کے پہلو میں دو دل نہیں ہوتے اور اس کی بیوی جس کو وہ اپنی ماں کہہ بیٹھا ہے اس کی سچ مچ ماں نہیں بن جاتی۔

(5) یعنی تم میں سے کسی کا اپنی بیوی کو یہ کہنا ''تو میرے لیے ایسے ہے جیسی میری ماں'' تو یہ کہنے سے بیوی ماں نہیں بن جاتی۔ تمہاری ماں تو وہ ہے جس نے تمہیں جنم دیا جیسا کہ فرمایا ﴿اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ ''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں بلکہ اُن کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (المجادلۃ: 2)

(6) ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ﴾ ''اور نہ اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے'' اسی طرح متبنّٰی تمہارا بیٹا نہیں ہوسکتا کسی کی اولاد کو اپنا بیٹا بنالینے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا۔ تمہارے بیٹے وہ ہیں جن کو تم نے جنم دیا، منہ بولے بیٹے تمہارے حقیقی بیٹوں کی طرح نہیں ہیں۔ یہ آیت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (تفسیر منیر: 254/11)

(7) ﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ ''یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے'' یعنی یہ بے حقیقت بات ہے کہ تم غیر کی اولاد کو کسی کا بیٹا کہو یا جو کسی کا باپ نہیں اس کو کسی اور کے بیٹے (متبنّٰی) کا باپ بنادو۔ رب العزت نے بے حقیقت باتوں سے روکا ہے کیونکہ اس پر شرعی برائیاں مرتب ہوتی ہیں۔

(8) ﴿وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا قول، اس کی بات حق ہے۔ وہ انصاف کی بات فرماتا ہے۔ اس کی شریعت حق ہے اور اللہ تعالیٰ سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

(9) ﴿وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ﴾ ''اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سیدھا راستہ واضح کرتا ہے اور انہیں سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

(10) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے، زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارتے تھے (کیونکہ وہ آپ کے متبنّٰی تھے) یہاں تک کہ قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ﴾ (الاحزاب: 5) انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔ (بخاری: 4782) (مسلم: 6262)

(11) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ (اے اللہ کے رسول! ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام) سالم حد بلوغت کو پہنچ گیا ہے اور مردوں کی باتیں سمجھنے لگا ہے اور وہ ہمارے گھر میں (ہمارے ساتھ ہی) ہے اور میرا خیال ہے کہ (میرے خاوند) ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ دل میں کچھ ناپسندیدگی محسوس کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سالم کو دودھ پلا دو، تا کہ تم اس پر حرام ہو جاؤ اور جو کراہت سیدنا ابوحذیفہ کے دل میں ہے وہ جاتی رہے گی۔" (مسلم:3601)(ابوداؤد:2061)

"سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اپنے اصل باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ بنائے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔" (بخاری:6766)

سوال 3: کسی کے دھڑ میں دو دل ہونے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: (1) اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہو سکتیں ایک اللہ تعالیٰ کی اور ایک اس کے دشمنوں کی۔

(2) اس کا مطلب ہے کہ ایک دل تو ایک تصور اور ایک ہی راستہ اور وہ صراط مستقیم ہے۔

(3) اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دل ہے تو اعمال کو ناپنے کے پیمانے بھی ایک ہیں۔

(4) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک انسان اخلاق و آداب کے اعتبار سے مسلمان ہو لیکن تجارت کے اُصولوں، معاشرت اور معیشت کے ضابطوں کے لیے وہ کسی اور نظام سے مدد لے رہا ہو۔ اگر مختلف طرح کے طریقے ایک دل میں نہیں بس سکتے۔

سوال 4: اپنی بیوی کو اپنی ماں جیسا قرار دینا کیا کہلاتا ہے؟

جواب: بیوی کو ماں جیسے کہنے کو ظہار کہتے ہیں۔

سوال 5: کیا بیوی کو ماں کہہ دینے سے ظہار کے شرعی احکام جاری ہو جاتے ہیں؟

جواب: ظہار کرنے سے کسی کی بیوی پر وہ احکامات جاری نہیں ہو جاتے جو ماں کے لیے ہوتے ہیں۔

سوال 6: منہ بولے بیٹوں کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟

جواب: اسلام میں منہ سے بولنے کی وجہ سے رشتے وجود میں نہیں آتے اس لیے اس کی کوئی حیثیت نہیں نبوت کے شرعی احکام منہ سے بولنے کی وجہ سے نافذ نہیں ہوں گے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ کے حق بات کہنے اور سیدھا راستہ دکھانے کے تقاضے کیا ہیں؟

جواب: اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی پیروی کریں۔

سوال 8: السبیل سے کیا مراد ہے؟

جواب: زندگی کے ٹیڑھے راستوں کے درمیان سیدھی شاہراہ جو دراصل اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے۔

سوال 9: سیدھے راستے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدھا راستہ انسان کی فطرت کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ (2) یہ راستہ کائنات کی فطرت کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔

(3) یہ راستہ سیدھا اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے اس میں کوئی بھول بھلیاں اور موڑ نہیں۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ دین کی طرف کس کی راہ نمائی کرتے ہیں؟

جواب: جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی میں ہی سلامتی کے راستے ہیں یعنی اسلام۔

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ؕ وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾

''منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا (طریقہ) ہے، چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے غلطی ہے لیکن جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (5)

سوال 1: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ﴾ ''منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا (طریقہ) ہے، چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی'' متبنّٰی کا الحاق اس کے والد سے کیا جائے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ ''منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو'' اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کرو جنہوں نے انہیں جنم دیا ہے۔

(2) ﴿هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو'' یعنی انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی شریعت میں زیادہ انصاف والی بات ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1198)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے، زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارتے تھے (کیونکہ وہ آپ کے متبنّٰی تھے) یہاں تک کہ قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔'' (الاحزاب: 5) (بخاری: 4782)

(4) اس کے بعد نبی ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کہ تم حارثہ کے بیٹے زید رضی اللہ عنہ ہو۔'' (اشرف الحواشی:500/1)

(5) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی اپنے اصل باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ بنائے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔ (بخاری:6766)

(6) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دوسرے شخص کو جان بوجھ کر اپنا باپ بنایا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور جو شخص اپنے آپ کو دوسری قوم کا فرد ظاہر کرے حالانکہ اس کا نسب ان سے نہیں ملتا تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔ (بخاری:3508)

(7) سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (بہت) بڑا بہتان ہے کہ آدمی اپنے باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ ظاہر کرے۔'' (بخاری:3509)

(8) ہاں تکریم ومحبت کے طور پر کسی کو بیٹا کہہ کر پکارا جا سکتا ہے۔ (اشرف الحواشی:500/1)

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو پکارا، تو فرمایا: ''اے میرے بیٹے!'' (مسلم:5623)

(10) ﴿فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ فَإِخْوَٰنُكُمْ فِى ٱلدِّينِ وَمَوَٰلِيكُمْ﴾ ''چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی'' یعنی اگر باپ کا نام معلوم ہو تو ان کی نسبت سے پکارو اور اگر کسی کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو دینی اخوت اور اسلامی موالات پر اکتفا کرو۔

(11) متبنّٰی کے والد کا نام اگر معلوم نہیں ہے تو یہ عذر نہیں ہو سکتا کہ متبنّٰی بنانے والوں کی طرف منسوب کر کے پکاریں کیونکہ عذر سے حرمت زائل نہیں ہو سکتی۔ (12) انہیں بھائی یا دوست کہہ کر پکارو۔ (ابن کثیر) (اشرف الحواشی:500/1)

سوال 2: ﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے غلطی کی ہے لیکن جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں'' یعنی تم پر کوئی گناہ یا حرج نہیں ہے۔ ﴿فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ﴾ ''جس میں تم نے غلطی کی ہے'' یعنی تم میں سے کسی کا یہ کہنا کہ ''اے فلاں کے بیٹے'' یہ زبان کی غلطی ہے اور بے ارادہ نکلنے والی بات ہے، وہ حقیقتاً اس کا بیٹا نہیں ہے۔ (ایسر التفاسیر:1198)

(2) اگر تم سے اس نسبت میں غلطی ہو جائے تو اس کی پکڑ نہیں جب تم مقدور بھر پوری تحقیق وتفتیش کے بعد کسی کو اس کے باپ سے منسوب کر دو اور حقیقت میں وہ اس کا باپ نہ ہو تو یہ تمہاری اجتہادی غلطی ہے اس میں کوئی گناہ نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1564/2)

(3) ''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب بندہ ایسے کہتا ہے: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمیں نہ پکڑنا۔'' (البقرۃ:286) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یقیناً میں نے ایسے کر دیا (یعنی معاف کر دیا)۔'' (مسلم:330)

(4) ''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت کو غلطی، بھول اور وہ کام معاف کر دیے ہیں جن پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔'' (ابن ماجہ:2043)

(5) ''سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر کسی فیصلے کے اجتہاد میں خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔'' (بخاری:7352)

(6) ﴿وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ ''جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا'' یعنی گناہ اس پر ہے جو تم دل کے ارادے سے کرو۔ گناہ اس پر ہوتا ہے جو جان بوجھ کر غلط قدم اٹھاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہوگا چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا اُنہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (المائدۃ:89)

(7) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے لیے غفور بے حد بخشنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ رحیم بے حد رحم والا ہے۔ نافرمانوں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا شاید کہ توبہ کر لیں یا رجوع کر لیں۔

(8) اس نے تمہیں بخش دیا اور تمہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیا کیونکہ اس نے تمہیں تمہارے سابقہ گناہوں پر سزا نہیں دی تم نے جو غلطی کی اس پر درگزر کیا اور شرعی احکام بیان کر کے تم پر رحم کیا جن میں تمہارے دین اور دنیا کی اصلاح ہے۔ (سعدی:3/2125-2126)

(9) ''سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ عمرۂ قضا کے سال مکہ سے روانہ ہونے لگے تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی چچا چچا کہتی آپ ﷺ کے پیچھے آئی اور اس بچی کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو، انہوں نے اس کو اپنے ساتھ سوار کر لیا، پھر اسی بچی (کا کفیل بننے) کے بارے میں سیدنا علی، سیدنا زید اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہم نے جھگڑا کیا (اور ہر ایک نے اپنے کفیل بننے کی دلیل دی) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بچی کا میں زیادہ حق دار ہوں کہ یہ میرے چچا کی بیٹی

ہے۔سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی اور اس کی خالہ (یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا) میری بیوی ہے۔یہ دلائل سننے کے بعد نبی ﷺ نے اس بچی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے۔سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: شکل وصورت اور اخلاق میں تم میرے مشابہ ہو۔اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہمارے بھائی اور دوست ہو''۔(بخاری:2699)(مسلم:4629)

''سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چار باتیں میری امت میں امور جاہلیت میں سے ہیں جن کو یہ لوگ نہیں چھوڑیں گے۔(i)حسب پر فخر کرنا(ii)نسب پر طعن کرنا(iii)ستاروں کے ذریعے سے بارش طلب کرنا(iv)اور نوحہ کرنا۔(مسلم:2160)

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ ایسے کہتا ہے:﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمیں نہ پکڑنا''تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''یقیناً میں نے ایسے کر دیا(یعنی معاف کر دیا)۔''(البقرۃ:286)(مسلم:330)

سوال 3: جو شخص جان بوجھ کر کسی بچے کو اس کے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کرے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص گناہ گار ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جانتے بوجھتے اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے''غفور''اور''رحیم''ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ گناہوں کو ڈھانپ لیتا ہے اللہ تعالیٰ رحیم ہے اس کی رحمت گناہ گاروں کی معافی کا سبب بن جاتی ہے۔

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾

''نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں پر رشتے دار ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھنے والے ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے''(6)

سوال 1:﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾''نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں'' اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ مومنوں پر شفیق ہیں اور آپ ﷺ کی بیویاں

مسلمانوں کی مائیں ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے'' رب العزت نے ایمان والوں کو نبی ﷺ کا مقام اور مرتبہ سمجھایا تا کہ وہ اس کے مطابق آپ ﷺ کے ساتھ معاملہ کریں۔

(2) یعنی نبی ﷺ ایمان والوں کے سب سے زیادہ قریب اور ان کی اپنی جان سے بھی زیادہ مقدم ہیں کیونکہ ان پر مخلوق میں سب سے زیادہ احسان محمد ﷺ کا ہے ان کو جو بھلائی بھی ملی ہے نبی ﷺ کے توسط سے ملی ہے اور جو برائی دور ہوئی ہے نبی ﷺ کے توسط سے ہوئی ہے۔ (3) نبی ﷺ ہر مومن کے خیر خواہ ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ہر مومن کا میں دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ نبی (ﷺ) مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔'' اس لیے جو مومن بھی انتقال کر جائے اور مال چھوڑ جائے تو چاہیے کہ ورثاء اس کے مالک ہوں۔ وہ جو بھی ہوں اور جو شخص قرض چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائیں کہ ان کا ولی میں ہوں۔ (بخاری:2399)

(4) اہلِ ایمان پر واجب ہے کہ جب کسی کی، اپنی یا کسی دوسرے شخص کی مراد رسول ﷺ کی مراد سے مقابل ہو تو رسول اللہ ﷺ کو مقدم رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے قول سے کسی کے قول کا مقابلہ نہ کریں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا پھر یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔'' (سورۃ الاحزاب:36)

(5) جب تک آپ ﷺ بول نہ لیں اس وقت تک بات نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی بات سے آگے اپنی بات نہ رکھیں۔

(6) رسول اللہ ﷺ سے ساری مخلوق سے بڑھ کر محبت رکھیں اور ان پر اپنی جان، مال اور اولاد کو فدا کر دیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہو گا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔'' (بخاری:15)

(7) سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے تمام جہاں سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری اپنی جان کے'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں عمر! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک کہ میں تیرے لیے تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں'' یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''اللہ کی قسم! آپ ﷺ اب مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! اب ٹھیک ہے۔'' (بخاری:6632)

(8)﴿وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ ''اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں'' یعنی نبی ﷺ کی بیویاں احترام اور ادب میں مسلمانوں کی مائیں ہیں وہ اپنی ماؤں کی طرح ان کی عزت و توقیر اور احترام و اکرام کریں۔ لیکن بالاتفاق ان سے خلوت جائز نہیں اور ان کی بیٹیوں اور بہنوں کی حرمت بھی ثابت نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1565/2)

(9)﴿وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا﴾ ''اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔'' (الاحزاب:53)

(10) اب اس باپ ہونے پر یہ اصول مترتب ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہلِ ایمان کی مائیں ہوں یعنی حرمت، احترام اور اکرام کے اعتبار سے نہ کہ خلوت و محرومیت کے اعتبار سے۔ گویا یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے قصے کا مقدمہ ہے جو عنقریب آئے گا، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس سے پہلے زید بن محمد کے نام سے پکارے جاتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (الاحزاب:40)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نسب اور آپ ﷺ کی طرف انتساب دونوں منقطع کر دیے۔ اس آیتِ کریمہ میں آگاہ فرما دیا کہ تمام اہلِ ایمان رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہیں کسی کو کسی دوسرے پر کوئی اختصاص حاصل نہیں اگرچہ کسی کا منہ بولا بیٹا ہونے کا انتساب منقطع ہو گیا مگر نسب ایمانی منقطع نہیں ہوا اس لیے اسے غم زدہ اور متاسف نہیں ہونا چاہیے۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہیں لہٰذا آپ ﷺ کے بعد وہ کسی کے لیے حلال نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں صراحت فرما دی۔ ﴿وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا﴾ ''اور نہ ہی جائز ہے کہ اس کے بعد اس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو'' (الاحزاب:53)

سوال 2: ﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں پر رشتے دار ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھنے والے ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے'' رشتہ داروں کے علاوہ حقِ وراثت کی تنسیخ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ﴾ ''اور رشتہ دار'' یعنی رشتہ دار ہوں یا دور کے رشتہ دار۔

(2)﴿بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رشتے دار ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھنے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی رو سے۔ پس وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کریں گے۔ قرابت کا تعلق دوستی اور حلف وغیرہ کے تعلق سے بڑھ کر ہے۔ اس آیتِ کریمہ سے پہلے ان اسباب کی بنا پر رشتہ داروں کی بجائے منہ بولے بیٹے وارث بنتے تھے۔ اس آیتِ کریمہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اس توارث کو منقطع کر دیا۔ اپنے لطف و کرم اور حکمت کی بنا پر حقیقی اقارب کو وارث بنا دیا کیونکہ اگر معاملہ سابقہ عادت

اور رواج کے مطابق چلتا رہتا تو شر اور فساد پھیل جاتا اور قریب کے رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کرنے کے لیے حیلہ سازی بکثرت رواج پا جاتی۔(سعدی:3/2128,2127)

(3)﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ﴾ ''ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں پر'' یعنی قریبی مومن، رشتے دار مقدم ہیں مہاجر ہوں یا غیر مہاجر۔

(4) یہ آیت تمام معاملات میں (مثلاً نکاح اور مال وغیرہ کی ولایت) قریبی رشتہ داروں کی ولایت پر دلیل ہے۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ اور ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:33) اس سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس کے نزول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو ذوی الارحام کے علاوہ انصار و مہاجرین بھی ایک دوسرے کے وارث قرار پاتے تھے، اس بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں کرائی تھی۔ اس کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ (النساء:33) تو اس آیت نے ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ منسوخ کر دیا (یعنی بھائی چارے والی وراثت کو منسوخ کر دیا)۔'' (بخاری:6747)

(6)﴿اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا﴾ ''مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو'' یعنی اہلِ شرک کے لیے وصیت ہے میراث نہیں۔(جامع البیان:21/158)

(7) یعنی ان کا کوئی مقرر شدہ حق نہیں ہے۔ عطیہ دے سکتے ہو۔

(8)﴿كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے'' یعنی قریبی رشتہ داروں کی وراثت کا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے کتاب میں لکھ دیا گیا ہے اس کا نفاذ لازمی ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ نے رشتے داروں کی وراثت کے حکم کو مقدم کر دیا۔ ہجرت اور مؤاخات کی بناء پر ثلث میں سے وصیت ہو سکتی ہے۔ ایسے شخص کے لیے بھی وصیت ہو سکتی ہے جس کا وراثت کا حق باطل ہو چکا ہو مثلاً غیر مؤمن رشتہ دار۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ آتا جو مقروض ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے: کیا اس شخص نے قرض ادا کرنے کت لیے کچھ مال چھوڑا ہے؟۔ اگر لوگ کہتے، ہاں، اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھتے، ورنہ مسلمانوں سے کہہ دیتے کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات سے نوازا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مسلمانوں کا ان سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہوں، سو جو کوئی مومن فوت ہو جائے اور قرض دار مرے تو اس کا قرض مجھ پر ہے اور اگر مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔'' (بخاری:2298)

(11)﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ ''اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔'' (الاحزاب:53)

(12) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ۔ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس کے نزول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو ذوی الارحام کے علاوہ انصار و مہاجرین بھی ایک دوسرے کے وارث قرار پاتے تھے، اس بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی ﷺ نے ان میں کرا دیا تھا۔ اس کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ تو اس نے ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ کو منسوخ کر دیا (یعنی بھائی چارے والی وراثت کو منسوخ کر دیا)۔ (النساء:33)(بخاری:6747)

سوال 3: نبی ﷺ مومنوں پر سب سے زیادہ حق کیسے رکھتے ہیں؟

جواب: نبی ﷺ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہوتے ہیں اُن کے طرزِ عمل کو اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے لیے مثال بنایا۔ اُن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ لوگ اپنی جان سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ کریں۔ آپ ﷺ کے حکم کو سب پر مقدم نہ رکھیں، آپ ﷺ کی اطاعت کو سب سے اہم سمجھیں۔

سوال 4: پیغمبر کی بیویاں کیسے مسلمانوں کی مائیں ہیں؟

جواب: (1) پیغمبر کی بیویاں عزت واحترام کے اعتبار سے مومنوں کی مائیں ہیں۔ (2) پیغمبر کی بیویاں نکاح نہ کرنے میں مومنوں کی مائیں ہیں۔

سوال 5: رشتے داروں کا کتاب اللہ تعالیٰ نے کیا درجہ رکھا ہے؟

جواب: رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوں گے مہاجرت، اُخوت وغیرہ کی وجہ سے کتاب اللہ تعالیٰ نے وراثت ختم کر دی۔

سوال 6: دوستوں کے ساتھ اسلام کیسا طرزِ عمل رکھنے کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: دینی دوست وارثت میں تو حصہ تو نہیں پا سکتے لیکن احسان کا معاملہ کر سکتے ہیں ایک تہائی مال میں سے وصیت بھی کر سکتے ہیں۔

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾

''اور جب ہم نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بھی اور ہم نے اُن سے نہایت ہی پختہ عہد لیا تھا'' (7)

سوال 1:﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ ''اور جب ہم نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بھی اور ہم نے اُن سے نہایت ہی پختہ عہد لیا تھا'' انبیاء سے عہد کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ ﴾ ''اور جب ہم نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا'' رب العزت نے اس عہد و پیمان کو یاد دلایا ہے جو اس نے پیغمبروں سے لیا۔

(2)﴿وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ﴾ ''اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بھی'' یہ عہد پانچ اولوالعزم پیغمبروں سے لیا گیا۔

(3)﴿ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ ''اور ہم نے اُن سے نہایت ہی پختہ عہد لیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے تاکید کے لیے الفاظ کو دہرایا ہے کہ ان سے پختہ عہد لیا گیا۔

(4) انبیاء کا یہ عہد کیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اُس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اُس کی مدد کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم نے اقرار کیا۔'' فرمایا: ''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔'' (آل عمران:81)

(5) انبیاء سے یہ عہد کب لیا گیا؟ رسولوں سے یہ عہد رسالت دیئے جانے کے بعد لیا گیا۔ یہ عہد عام انبیاء سے بھی لیا گیا اور پھر اولوالعزم پیغمبروں سے بھی لیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ ''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف اُس کو راستہ دکھاتا ہے، جو رجوع کرتا ہے۔'' (الشوریٰ:13)

(6) جس حکم کو بجالانے کا عہد لیا گیا وہ یہ کہ (i) دین کو قائم رکھو (ii) دین میں پھوٹ نہ ڈالو۔

سوال2: نبیوں سے لیے جانے والے عہد سے کون سا عہد مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ عہد ہے جو ایک دوسرے کی مدد اور تصدیق کرنے کا انبیاء سے لیا گیا تھا۔

سوال3: عہد کب لیا جاتا ہے؟

جواب: جب معاہدے کے پورا کرنے کے Chances پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب کسی کو Chance دینا ہو کہ اب وہ کھل کر اس معاہدے کے اختیارات کو برت سکے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے ساتھ میثاق کی جزا کیا ہے؟

جواب: (1) چھوٹی موٹی غلطیاں معاف کر دی جائیں گی۔ (2) ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں۔

سوال5: اسلامی زندگی میں عہد کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: نبی ﷺ نے فرمایا! ﴿لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ﴾ ''اس کا دین نہیں جو عہد پورا نہیں کرتا۔''

﴿لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں سوال کرے اور کافروں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' (8)

سوال1: ﴿لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں سوال کرے اور کافروں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟ اللہ تعالیٰ رسالت کا پیغام پہنچانے کے بارے میں سوال کریں گے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّيَسْـَٔلَ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ سوال کرے'' یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سوال کریں۔

(2) ﴿الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''سچوں سے'' یعنی انبیاء سے ﴿عَنْ صِدْقِهِمْ﴾ ''اُن کی سچائی کے بارے میں'' ان کی تبلیغ اور رسالت کے بارے میں۔

(3) اللہ تعالیٰ اس عہد کے بارے میں انبیاء اور ان کے پیروکاروں سے سوال کرے گا کہ انہوں نے اس عہد کو پورا کیا کہ انہیں نعمت بھری جنتیں عطا کی جائیں یا انہوں نے کفر کیا تاکہ انہیں دردناک عذاب دیا جائے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۖ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا: ''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہمیں کچھ علم نہیں، بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں۔'' (المائدہ:109)

(4) یہاں رسولوں کے بجائے صادقین کا لفظ آیا ہے۔ گویا ہر ایمان دار سے اس کے عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ پھر جب لوگوں نے

اللہ کے ساتھ کیئے ہوئے عہد کو پورا کیا ہو گا وہی لوگ صادق العہد قرار پائیں گے۔ (تیسیر القرآن:563/3)

(5) ﴿ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ ''اور کافروں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' یعنی کافروں کو جھٹلانے اور انکار کرنے کی پاداش میں سخت سزا دی جائے۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسولوں نے اپنے پیغام پہنچا دیئے۔انہوں نے حق پہنچا دیا اور ساری انسانیت کی خیر خواہی کی۔ یا ارحم الرحمین ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ہمیں ایمان پر ثابت قدمی عطا فرمایئے۔

(6) ''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (روز قیامت) سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کی امت حاضر ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو نے میرا پیغام (اپنی امت کو) پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہاں یا رب! اللہ تعالیٰ ان کی امت سے فرمائے گا، کیا انہوں نے تم لوگوں کو (میرا پیغام) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، نہیں ہمارے پاس تو کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، تیرا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد ﷺ اور ان کی امت''۔ (بخاری:3339)

سوال 2: سچوں سے سچائی دریافت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے نبیوں سے پوچھے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا سچا پیغام انسانوں تک پہنچا دیا تھا۔

(2) اس سے یہ مراد بھی ہے کہ نبیوں سے ان کی قوم کے ردعمل کے بارے میں پوچھا جائے کہ اُنہوں نے دعوت کا جواب کس طرح دیا۔ (تفسیر الخازن:410/3)

سوال 3: سچوں سے سچائی کی دریافت کی بات میں حق کی دعوت دینے والوں کے لیے کیا تنبیہ ہے؟

جواب: اس میں تنبیہ یہ ہے کہ دعوت کا فریضہ پوری ذمہ داری اور اخلاص سے ادا کریں۔

سوال 4: کافروں کے لیے کیا وعید ہے؟

جواب: دعوت حق کا انکار کرنے والوں کے لیے وعید ہے کہ اگر وہ اس دعوت کو قبول نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہوں گے۔

## رکوع نمبر 18

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' (9)

سوال1:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ جَآءَتۡكُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' غزوۂ احزاب کے بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ جَآءَتۡكُمۡ جُنُوۡدٌ﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں'' اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب جو کہ 5 ہجری میں پیش آیا اُس میں کیے جانے والے احسان کا ذکر کیا ہے جب فوجیں مدینہ پر چڑھ آئی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے تند و تیز آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہوں نے دشمن کو واپسی کا راستہ لینے پر مجبور کر دیا۔

(2) بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے جمع ہونے اور معاہدہ کر کے چلنے کی خبر سنی تو مدینہ کے باہر آپ ﷺ نے ایک خندق کھدوائی، خندق کھدوانے کا مشورہ رسول اللہ ﷺ کو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ (مظہری:206/9)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف تشریف لائے تو دیکھا کہ مہاجرین و انصار ایک ٹھنڈی صبح میں کھودنے کا کام کر رہے ہیں ان کے پاس غلام نہ تھے کہ ان کے بجائے غلام یہ کام کر دیتے۔ آپ ﷺ نے ان کی مشقت اور بھوک دیکھ کر فرمایا: ﴿اللّٰهُمَّ اِنَّ الۡعَيۡشَ عَيۡشُ الۡاٰخِرَةِ فَاغۡفِرۡ لِلۡاَنۡصَارِ وَالۡمُهَاجِرَةِ﴾ ''اے اللہ تعالیٰ! یقیناً زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس انصار و مہاجرین کو بخش دے۔'' انصار و مہاجرین نے اس کے جواب میں کہا: ﴿نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا﴾ ''ہم وہ ہیں کہ ہم نے ہمیشہ کے لیے جب تک کہ باقی رہیں محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے۔ (صحیح بخاری:397/1،588/2)

(4) ''سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ خندق میں (خندق کی کھدائی کے وقت) رسول اللہ ﷺ مٹی اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بطن مبارک غبار سے اٹ گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا تو ہمیں سیدھا راستہ نہ ملتا، نہ ہم صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے پس تو ہمارے دلوں پر سکینت و طمانیت نازل فرما اور اگر ہماری کفار سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عنایت فرما جو لوگ ہمارے خلاف چڑھ آئے ہیں جب یہ کوئی فتنہ چاہتے ہیں تو ہم ان کی نہیں مانتے ﴿اُبینا اُبینا﴾ (ہم ان کی نہیں مانتے، ہم ان کی نہیں مانتے) پر آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی۔'' (بخاری:4104)

(5) ''سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس وقت خوراک کی قلت کا یہ حال تھا کہ تھوڑے سے جَو بدبودار چربی میں ملا کر پکاتے۔ لوگ بھوکے ہوتے وہ اسے بھی کھا جاتے حالانکہ وہ بدمزا چربی حلق پکڑ لیتی اور اس سے خراب بو آتی تھی''۔ (بخاری: باب غزوۃ الخندق)

(6) ''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھود رہے تھے کہ ایک بہت سخت قسم کی چٹان نکلی (جس پر کدال اور پھاوڑے کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اس لیے خندق کی کھدائی میں رکاوٹ پیدا ہو گئی) صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

آپ ﷺ سے عرض کیا کہ خندق میں ایک چٹان ظاہر ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اندر اترتا ہوں'' چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس وقت (بھوک کی شدت کی وجہ سے) آپ کا پیٹ پتھر سے بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے کدال اپنے ہاتھ میں لی اور چٹان پر اس سے مارا۔ چٹان (ایک ہی ضرب میں) بالو کے ڈھیر کی طرح بہہ گئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجیے، (گھر آکر) میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج میں نے نبی کریم ﷺ کو (فاقوں کی وجہ سے) اس حالت میں دیکھا کہ صبر نہ ہوسکا۔ کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں کچھ جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ، میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جَو پیسے، پھر گوشت کو ہم نے چولہے پر ہانڈی میں رکھا اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آٹا گوندھا جاچکا تھا اور گوشت چولہے پر پکنے کے قریب تھا نبی کریم ﷺ سے میں نے عرض کیا گھر کھانے کے لیے مختصر کھانا تیار ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اپنے ساتھ ایک دو آدمیوں کو لے کر تشریف لے چلیں آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کتنا ہے؟ میں نے آپ ﷺ کو سب کچھ بتادیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ تو بہت ہے اور نہایت عمدہ وطیب ہے'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اپنی بیوی سے کہہ دو کہ چولہے سے ہانڈی نہ اتاریں اور نہ تنور سے روٹی نکالیں میں ابھی آرہا ہوں'' پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ''سب لوگ چلیں'' چنانچہ تمام انصار ومہاجرین تیار ہوگئے جب سیدنا جابر رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تو اپنی بیوی سے انہوں نے کہا اب کیا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ تو تمام مہاجرین وانصار کو ساتھ لے کر تشریف لارہے ہیں انہوں نے پوچھا، نبی کریم ﷺ نے آپ سے کچھ پوچھا بھی تھا؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ 'ہاں' آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کہ ''اندر داخل ہو جاؤ لیکن اژدہام نہ ہونے پائے'' اس کے بعد آپ ﷺ روٹی کا چورا کرنے لگے اور گوشت اس پر ڈالنے لگے ہانڈی اور تنور دونوں ڈھکے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب کردیا پھر آپ ﷺ نے گوشت اور روٹی نکالی، اس طرح آپ ﷺ برابر روٹی چورا کرتے جاتے اور گوشت اس میں ڈالتے جاتے یہاں تک کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم شکم سیر ہوگئے اور کھانا بچ بھی گیا۔ آخر میں آپ ﷺ نے (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی سے) فرمایا کہ ''اب یہ کھانا تم خود کھاؤ اور لوگوں کے یہاں ہدیہ میں بھیجو کیونکہ لوگ آج کل فاقہ میں مبتلا ہیں۔''

(7) ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا﴾ ''چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی'' مسلمانوں کی مدد کی جو دوسری اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی اور جس کا آیت میں ذکر ہے، یہ تھی کہ ٹھنڈی یخ ہوا اتنی تیز چلی کہ جس نے خیمے اکھاڑ دیئے، گھوڑوں کے رسے ٹوٹ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے ہنڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں، آگ بجھ گئی، ہوا اتنی سخت ٹھنڈی تھی کہ بدن کو چیرتی اور آر پار ہوتی معلوم ہوتی تھی غرض لشکر کفار میں سخت بدحواسی پھیل گئی اور بھگدڑ مچ گئی۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرکے پوچھا کہ کون ہے جو جاکر دشمن کی خبر لائے؟ مگر اتنی آندھی میں کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ آخر سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ یہی سوال کیا تو بھی سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہی نے کہا، میں جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے سہ بار یہی سوال کیا تو پھر سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا چنانچہ آپ ﷺ لشکر کفار کی طرف روانہ ہوگئے آپ ﷺ خود کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے قطعاً کچھ سردی محسوس نہیں ہورہی تھی

آپ رضی اللہ عنہ نے واپس آکر وہی حالات بیان کئے جو لوگ سن رہے تھے۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ہر پیغمبر کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔"(بخاری۔کتاب المغازی)

(8)﴿وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا﴾"اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے میرے ماموں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خندق والی رات سخت جاڑے اور تیز ہوا میں مدینہ شریف بھیجا کہ کھانا اور لحاف لے آؤں ،میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ"میرے جو صحابی تمہیں ملیں انہیں کہنا کہ میرے پاس چلے آئیں"اب میں چلا ہوا ئیں زناٹے کی شائیں شائیں چل رہی تھیں ،مجھے جو مسلمان ملا میں نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیا جس نے سنا فوراً اُلٹے پاؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑا یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا،ہوا میری ڈھال کو دھکے دی رہی تھی اور وہ مجھے لگ رہی تھی یہاں تک اس کا لوہا میرے پاؤں پر گرا جسے میں نے پھینک دیا اس ہوا کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتے نازل فرمائے تھے۔جنہوں نے مشرکین کے دل خوف سے بھر دیے یہاں تک کہ جتنے سرداران لشکر تھے اپنے ماتحت سپاہیوں کو بلا بلا کر کہنے لگے"نجات کی صورت تلاش کرو،بچاؤ کا انتظام کرو"یہ تھا فرشتوں کا ڈالا ہوا ڈر اور رعب اور یہی وہ لشکر ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس لشکر کو تم نے نہیں دیکھا۔(ابن کثیر:225)

(9)چنانچہ ان حالات نے دشمن کو واپسی پر مجبور کر دیا اور وہ افراتفری کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"آج کے دن کے بعد کفار ہم پر چڑھ کر نہیں آئیں گے بلکہ ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔"(بخاری۔کتاب المغازی)

(10)﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا﴾"اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے دیکھنے والا ہے"یعنی وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے جیسے تم نے خندق کھودی۔

(11)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میری مدد بادِ صبا کے ساتھ کی گئی ہے اور عاد کو دبور(مغربی ہوا)کے ذریعے سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔"(بخاری:3205)(مسلم:2087)یزید بن شریک تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:ہم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ایک شخص بولا،اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہوتا تو جہاد کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور کوشش کرتا لڑنے میں،حذیفہ نے کہا تو ایسا کرتا۔(یعنی تیرا کہنا معتبر نہیں ہوسکتا کرنا اور ہے اور کہنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کوشش کی تو اس سے بڑھ کر نہ کر سکتا)تم دیکھو،ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے احزاب(جمع ہے حزب کی،حزب کہتے ہیں گروہ کو،اس جنگ کو جو ۵ ھ ہجری میں ہوئی غزوۂ احزاب کہتے ہیں اس لیے کہ کافروں کے بہت سے گروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کو آئے تھے)کی رات کو اور ہوا بہت تیز چل رہی تھی اور سردی بھی خوب چمک رہی تھی۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر لائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔"یہ سن کر ہم لوگ خاموش ہو رہے اور کسی نے جواب نہ دیا(کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ایسی سردی میں رات کو خوف کی جگہ میں جائے اور خبر لائے حالانکہ صحابہ کی جانثاری اور ہمت مشہور ہے)پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر میرے پاس

لائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔" کسی نے جواب نہ دیا سب خاموش ہو رہے۔ آخر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے حذیفہ! اٹھ اور کافروں کی خبر لا۔" اب مجھے کچھ نہ بنا کیوں کہ آپ ﷺ نے میرا نام لے کر حکم دیا، جانے کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جا اور خبر لے کر آ کافروں کی اور مت اکسانا ان کو مجھ پر (یعنی ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے ان کو غصہ آئے اور وہ تجھ کو ماریں یا لڑائی پر مستعد ہوں) جب میں آپ ﷺ کے پاس سے چلا تو ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی حمام کے اندر چل رہا ہے (یعنی سردی بالکل کافور ہو گئی بلکہ گرمی معلوم ہوتی تھی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تھی۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تو نفس کو ناگوار ہوتی ہے لیکن جب مستعدی سے شروع کر دے تو بجائے تکلیف کے لذت اور راحت حاصل ہوتی ہے) یہاں تک کہ کافروں کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو ابو سفیان اپنی کمر کو آگ سے سینک رہا ہے۔ میں نے تیر کمان پر چڑھایا اور قصد کیا مارنے کا۔ پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آیا کہ ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے ان کو غصہ پیدا ہو اگر میں مار دیتا تو بے شک ابو سفیان کو لگتا، آخر میں لوٹا۔ پھر مجھے ایسا معلوم ہوا کی حمام کے اند چل رہا ہوں جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سب حال کہہ دیا اس وقت سردی معلوم ہوئی (یہ آپ ﷺ کا ایک بڑا معجزہ تھا) آپ ﷺ نے مجھے اپنا ایک فاضل کمبل اوڑھا دیا جس کو اوڑھ کر آپ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے میں اس کو اوڑھ کر جو سویا تو صبح تک سوتا رہا جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اٹھ بہت سونے والے۔" (مسلم:4640)

سوال 2: غزوۂ احزاب کیسے ہوا مختصراً بتائیں؟

جواب: غزوۂ احزاب میں اسلام دشمن گروہ جمع ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس غزوے میں مسلمانوں نے اپنے بچاؤ کے لیے خندق بنائی تھی تا کہ دشمن مدینے کے اندر نہ آ سکے۔ یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر کو رسول اللہ ﷺ نے جلاوطن کر دیا تھا یہ قبیلہ خیبر میں جا کر آباد ہو گیا اس نے کفار مکہ کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ قبائل نجد کو بھی اپنی مدد کا یقین دلا کر قتال کرنے کے لیے آمادہ کیا اس طرح یہودی تمام اسلام دشمنوں کو اکٹھا کر کے مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ ابو سفیان نے مشرکین مکہ کی قیادت کی 10 ہزار کے لشکر نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا جب کہ مسلمان تین ہزار تھے۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ بنو قریضہ مدینہ میں آباد تھا۔ اسے یہودیوں کے بنو نضیر قبیلے کے سردار حیی بن اخطب نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار کر لیا تھا۔ یوں مسلمان چاروں طرف سے خطرے میں گھر گئے تھے اس موقعے پر حضرت سلیمان فارسی علیہ السلام کے مشورے سے خندق کھودی گئی جس کی وجہ سے دشمن مدینہ کے اندر نہیں آ سکا۔ ایک ماہ تک یہ محاصرہ قائم رہا پھر اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد آئی۔ آندھی نے خیموں کو اکھاڑ پھینکا اس قدر تیز ہوا تھی کہ جانور رسیاں تڑوا کر بھاگ نکلے اور سب بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔

سوال 3: ﴿جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد فرشتے ہیں جو مسلمانوں کی مدد کے لیے تھے۔

سوال4: فرشتوں کے لشکر نے کیا کام کیا؟

جواب: اُنہوں نے دشمن پر ایسا خوف طاری کیا کہ اُنہوں نے بھاگ جانے میں ہی خیریت سمجھی۔

سوال5: ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا تھا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: پریشانی اور گھبراہٹ میں مسلمانوں کے دل اور ان کے عمل کیسے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا اور واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ مسلسل نگرانی کر رہا تھا۔

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾

''جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھر گئیں اور جب دل حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے''(10)

سوال1: ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ ''جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھر گئیں اور جب دل حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے'' متحدہ جماعتوں اور بنو قریظہ کی چڑھائی کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ ''جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی'' یعنی اوپر سے متحدہ جماعتیں تمہارے اوپر چڑھ آئیں اور نیچے سے بنو قریظہ چڑھ آئے۔

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ آیت ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ ''جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھر گئیں اور جب دل حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ''یہ آیت غزوہ خندق کے بارے میں نازل ہوئی۔'' (بخاری:4103) (3) ﴿وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ﴾ ''اور جب آنکھیں پھر گئیں'' جب خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے آنکھیں پتھرا گئیں تھیں۔ (4) ﴿وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ﴾ ''اور جب دل حلق تک پہنچ گئے'' اور شدتِ خوف سے کلیجے منہ کو آ گئے۔

(5) ﴿وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا﴾ ''اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے'' اصحاب نبی ﷺ میں سے کچھ برے گمان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تکمیل نہیں کرے گا۔ (6) درحقیقت اس وقت مسلمان نہایت نازک صورت حال سے دوچار تھے، پیچھے بنوقریظہ تھے جن کا حملہ روکنے کے لیے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی نہ تھا، آگے مشرکین کا لشکر جرار تھا، جنہیں چھوڑ کر ہٹنا ممکن نہ تھا، پھر مسلمان عورتیں اور بچے تھے جو کسی حفاظتی انتظام کے بغیر بدعہد یہودیوں کے قریب ہی تھے اس لیے لوگوں میں سخت اضطراب برپا ہوا جس کی کیفیت اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔ (الرحیق المختوم:419)

سوال 2: دشمنوں کے اُوپر اور نیچے سے چڑھ آنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ دشمن ہر طرف سے چڑھ دوڑے تھے۔ (2) اُوپر سے مراد غطفان، ہوازن اور نجد کے مشرکین ہیں۔ (3) نیچے سے مراد قریش اور ان کے مددگار ہیں۔ اُس وقت ایمان والے بُری طرح آزمائے گئے اور بُری طرح ہلا دیئے گئے۔

سوال 3: لشکروں کو دیکھ کر مسلمانوں کی کیا حالت تھی؟

جواب: (1) مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ (2) کلیجے منہ کو آ گئے تھے۔ (3) مسلمان اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے تھے۔

﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾

''اُس وقت مومن خوب آزمائے گئے اور ہلا مارے گئے، سخت ہلا یا جانا'' (11)

سوال 1: ﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ ''اُس وقت مومن خوب آزمائے گئے اور ہلا مارے گئے، سخت ہلا یا جانا'' غزوہ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کی پریشانی کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اُس وقت مومن خوب آزمائے گئے'' اس وقت مسلمانوں کو چاروں طرف سے دشمنوں نے گھیرا ہوا تھا۔ مسلمان انتہا کی پریشانی اور بے چینی کی حالت سے دوچار تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ بھی ان میں موجود تھے اس وقت مسلمانوں کو جانچا جا رہا تھا۔ (مختصر ابن کثیر:1570/2)

(2) مسلمان آزمائش میں پورا اترنے لگے اور انہوں نے نبی ﷺ کا ساتھ دیا۔ (i) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت ایمان لاتا ہے جب لوگ انکار کرتے ہیں (ii) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت مانتا ہے جب نہ مان کر کچھ بگڑنے والا نہ ہو (iii) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت یقین کر لیتا ہے جب لوگ شک میں مبتلا ہوتے ہیں (iv) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت اپنے آپ کو حوالے کرتا ہے جب بچانے کا وقت ہو (v) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت سر جھکا دیتا ہے جب سرکشی کا موقع ہے (vi) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس

وقت خرچ کرتا ہے جب مٹھی بند کرنے کی ضرورت ہو(vii) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت ثابت قدم ہوجاتا ہے جب فرار کے مواقع ہوں(viii) آزمائش میں پورا اُترنے والا سب کچھ لٹا کر ساتھ دیتا ہے۔

(3)﴿وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ ''اور ہلا مارے گئے، سخت ہلایا جانا'' مسلمانوں کو خوف، قلق اور بھوک کے ذریعے سے ہلا ڈالا گیا تاکہ ان کا ایمان واضح اور ان کے ایمان میں اضافہ ہو، ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ ان کے ایمان اور ان کے یقین کی پختگی اس طرح ظاہر ہوئی کہ وہ اولین وآخرین پر فوقیت لے گئے۔ جب غم کی شدت بڑھ گئی اور سختیوں نے گھیر لیا تو ان کا ایمان عین الیقین کے درجے پر پہنچ گیا۔﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۚ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ ''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا۔'' (الاحزاب:22) یہاں منافقین کا نفاق بھی ظاہر ہو گیا اور وہ چیز سامنے آ گئی جسے وہ چھپایا کرتے تھے۔ (سعدی:2130,2129/3)

سوال 2: ایمان لانے کے بعد آزمایا کیوں جاتا ہے؟

جواب: (i) آزمائش سے کھوٹے کھرے کی پہچان ہوجاتی ہے (ii) آزمائش سے جھوٹے سچے کی پہچان ہوجاتی ہے (iii) آزمائش سے مومن اور منافق کی پہچان ہوجاتی ہے (iv) آزمائش سے خالص لوگ سامنے آتے ہیں (v) آزمائش سے دعوت دینے والوں کے دل صاف شفاف ہو جاتے ہیں (vi) آزمائش اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

سوال 3: مسلمانوں کو کیسے آزمایا گیا؟

جواب: (1) مسلمانوں کو خوف میں مبتلا کیا گیا۔ (2) مسلمانوں پر لشکر مسلط کیے گئے۔ (3) مسلمانوں کو بھوک اور محاصرے میں مبتلا کیا گیا۔

سوال 4: آزمائش میں پورا اُترنے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: آزمائش میں پورا اترنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان قربانی کی سطح پر ایمان والا بن گیا ہے۔

سوال 5: انسان کے مومن ہونے کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا جاتا ہے؟

جواب: انسان کے مومن ہونے کا فیصلہ غیر معمولی حالات میں ایمان پر قائم رہنے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

سوال 6: آزمائش میں پورا اترنے والا خالص مومن کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: (1) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت ایمان لاتا ہے جب لوگ انکار کرتے ہیں۔ (2) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت مانتا ہے جب نہ مان کر کچھ بگڑنے والا نہ ہو۔ (3) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت یقین کر لیتا ہے جب لوگ شک میں مبتلا ہو

تے ہیں۔(4) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت اپنے آپ کو حوالے کرتا ہے جب بچانے کا وقت ہو۔(5) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت سر جھکا دیتا ہے جب سرکشی کا موقع ہے۔(6) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت خرچ کرتا ہے جب مٹھی بند کرنے کی ضرورت ہو(7) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت ثابت قدم ہو جاتا ہے جب فرار کے مواقع ہوں۔(8) آزمائش میں پورا اُترنے والا سب کچھ لٹا کر ساتھ دیتا ہے۔

﴿وَاِذۡ يَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اِلَّا غُرُوۡرًا﴾

''اور جب منافق اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا'' (12)

سوال1: ﴿وَاِذۡ يَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اِلَّا غُرُوۡرًا﴾ ''اور جب منافق اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا'' نازک دور میں نفاق ظاہر ہو گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذۡ يَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ﴾ ''اور جب منافق کہہ رہے تھے'' اس نازک دور میں نفاق ظاہر ہو گیا، منافق کہنے لگے اور وہ لوگ (2) ﴿وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ﴾ ''اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی'' وہ جن کے دلوں میں شکوک اور شبہات تھے۔ (3) ﴿مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اِلَّا غُرُوۡرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا'' انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو وعدے کیے تھے وہ محض دھوکہ تھا، ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اب مدینہ میں ٹھہرنے کی کوئی صورت نہیں۔(4) مصیبت کے وقت منافق کا ایمان قائم نہیں رہتا اس وجہ سے اپنے وسوسوں اور شکوک کی تصدیق کرتا ہے۔

سوال2: منافق کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) جس کے دل میں برائی اور زبان پر اچھائی کا اظہار ہو۔(2) جس کی حقیقی وفاداری اپنے دنیاوی مفادات کے ساتھ ہو لیکن دین کے ساتھ بھی ظاہری رشتہ قائم رہے۔

سوال3: دل کی بیماری سے کیا مراد ہے؟

جواب: دل کی بیماری سے مراد منافقت ہے۔

سوال4: منافقوں نے دل کے روگ کا اظہار کیسے کیا؟

جواب: منافقوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا جو وعدہ تھا وہ فریب تھا۔

سوال 5: کتنے منافقین نے اللہ تعالیٰ کے وعدے کو فریب قرار دیا؟
جواب: تقریباً ستر منافقین تھے۔

﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾

''اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے اہلِ یثرب! تمہارے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں ہے، چنانچہ لوٹ جاؤ! اور اُن میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ یقیناً ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہ تھے، وہ بھاگنے کے سوا اور کچھ ارادہ نہ کر رہے تھے'' (13)

سوال 1: ﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾ ''اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے اہلِ یثرب! تمہارے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں ہے، چنانچہ لوٹ جاؤ! اور اُن میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ یقیناً ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہ تھے، وہ بھاگنے کے سوا اور کچھ ارادہ نہ کر رہے تھے'' منافقوں کی فرار کی کوششوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ﴾ ''اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا'' یعنی منافقوں کی ایک جماعت نے قلتِ صبر کی بنا پر کہا۔
(2) ﴿يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ﴾ ''اے اہلِ یثرب!'' انہوں نے مدینہ کا نام چھوڑ کر پرانے نام سے پکارا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان اور اخوت کی قدر نہیں تھی۔ ان کی بزدلی نے انہیں کہنے پر آمادہ کیا۔
(3) ﴿لَا مُقَامَ لَكُمْ﴾ ''تمہارے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں ہے'' یعنی مدینے کے باہر جس خندق کے پاس ہو یہاں تمہیں نہیں ٹھہرنا۔ یعنی دشمن کے ساتھ مقابلہ نہیں کرنا۔ (4) ﴿فَارْجِعُوْا﴾ ''چنانچہ لوٹ جاؤ!'' وہ انہیں مدینے کی طرف لوٹنے کا یعنی میدان چھوڑنے کا مشورہ دے رہے تھے۔ (5) ﴿وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ﴾ ''اور اُن میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا'' ان میں سے ایک گروہ تھا جسے بھوک نے ستا رکھا تھا وہ نبی ﷺ سے اجازت مانگ رہے تھے۔ (6) ﴿يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ﴾ ''وہ کہہ رہے تھے کہ یقیناً ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں'' وہ عذر یہ کر رہے تھے کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں، غیر محفوظ ہیں، ہمیں یہ خطرہ ہے کہ پیچھے دشمن گھروں پر حملہ نہ کر دے۔ (7) وہ گھروں کی حفاظت کے عذر میں جھوٹے تھے اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ﴾ ''حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہ تھے'' کہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں۔

(6)﴿اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾ ''وہ بھاگنے کے سوااور کچھ ارادہ نہ کرر ہے تھے'' ان کے عذر محض فرار کے لیے تھے۔وہ دشمن سے بھاگنا چاہتے تھے کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ سارا عرب امڈ پڑا ہے۔اب یہ استیصال کے بغیر نہیں جائیں گے۔ان کے اندازے غلط ثابت ہوئے۔''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو کھجوروں والی ہے، اس خواب کے بعد میرا وہ خیال جاتا رہا کہ ہجرت کی جگہ یمامہ یا ہجر ہوگی، اب پتا چلا کہ وہ تو یثرب (یعنی مدینہ) ہے۔'' (بخاری:3622)

سوال 2: ایک گروہ نے یہ آواز کیوں لگائی تھی کہ اے اہل یثرب لوٹ چلو تمہارے لیے ٹھکانہ نہیں؟

جواب: مدینہ کا قدیم نام یثرب تھا عمالقہ میں سے کسی نے یہاں پڑاؤ کیا تھا جس کا نام یثرب بن عمیل تھا اہل یثرب سے اس لیے پکارا تا کہ آبائی دین پر واپس آجائیں۔

سوال 3: منافقوں نے یہ کیوں کہا تھا کہ تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں لہٰذا لوٹ چلو؟

جواب: (1) لوٹ جانے سے مراد اپنے گھروں کو لوٹ جانا ہے۔جب کہ مسلمان کا لشکر میں رہنا خطرناک ہے ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔

(2) یہ بات ذومعنی ہے یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اس دین پر ٹھہرنے کا موقع نہیں رہ گیا لہٰذا اس سے لوٹ چلو۔

سوال نمبر 4: منافق کس طرح کے حالات میں ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) منافق آسانی سے ہاتھ آنے والے فائدے کی وجہ سے ساتھ دیتا ہے۔(2) منافق اگر تھوڑے کام سے بڑا کریڈٹ مل رہا ہو تو فوراً سفر کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

سوال 5: مدینہ میں گھروں کے غیر محفوظ ہونے کی بات کس نے کی؟

جواب: یہ بات منافقوں نے کہی تھی۔

سوال 6: مدینہ میں گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا خطرہ کس سے تھا؟

جواب: بنوقریظہ کی طرف سے جان، مال اور عزت وآبرو کا خطرہ تھا۔

سوال 7: ایمان کے راستے سے فرار کس کے لیے ممکن نہیں ہوتا؟

جواب: ایمان کی حقیقت جس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اس کے لیے ایمانی راستے سے فرار ممکن نہیں رہتا۔

پھر اس موقع پر بعض منافقین کے نفاق نے بھی سر نکالا چنانچہ وہ کہنے لگے کہ محمد تو ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہم قیصر وکسریٰ کے خزانے پائیں گے اور یہاں یہ حالت ہے کہ پیشاب پاخانے کے نکلنے کے لیے بھی جان کی خیر نہیں، بعض اور منافقین نے اپنی قوم کے سامنے یہاں

تک کہا کہ ہمارے گھر دشمن کے سامنے کھلے پڑے ہیں ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں کیونکہ ہمارے گھر شہر سے باہر ہیں نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ بنو سلمہ کے قدم اکھڑ رہے تھے اور وہ پسپائی کی سوچ رہے تھے، ان ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا﴾

''اور اگر مدینہ کے اطراف سے اُن پر کوئی (دشمن) گھس آتا پھر اُن سے فتنہ برپا (جنگ) کرنے کا سوال کیا جاتا تو وہ اُسے ضرور کر گزرتے اور اُس سے دیر نہ کرتے مگر تھوڑی'' (14)

سوال 1: ﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا﴾ ''اور اگر مدینہ کے اطراف سے اُن پر کوئی (دشمن) گھس آتا پھر اُن سے فتنہ برپا (جنگ) کرنے کا سوال کیا جاتا تو وہ اُسے ضرور کر گزرتے اور اُس سے دیر نہ کرتے مگر تھوڑی'' منافق خوف سے مرتد ہونے کو تیار ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا﴾ ''اور اگر مدینہ کے اطراف سے اُن پر کوئی (دشمن) گھس آتا'' یعنی اگر مدینہ کی ہر سمت سے ان پر دشمن چڑھائی کریں۔

(2) ﴿ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ﴾ ''پھر اُن سے فتنہ برپا (جنگ) کرنے کا سوال کیا جاتا'' پھر دشمن ان سے مشرک یا کافر ہونے کا مطالبہ کریں۔ ﴿لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا﴾ ''تو وہ اُسے ضرور کر گزرتے اور اُس سے دیر نہ کرتے مگر تھوڑی'' تو یہ فوراً ہی شرک اور کفر کی طرف پلٹ جائیں گے۔ (3) وہ ایمان کی حفاظت نہیں کریں گے۔ ذرا سے خوف سے بھی یہ ایمان کو تھام نہیں سکیں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی اندرونی حالت کی کیسے تصویر کشی کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے ابھی تو دشمن شہر سے باہر ہے اگر چاروں طرف سے شہر کے اندر گھس آئے اور ان سے مطالبہ کرے تو یہ کفر اور شرک کی طرف لوٹنے میں دیر نہیں لگائیں گے اس وقت تھوڑے ہی لوگ سوچتے یا تھوڑے لوگ ہی باقی رہ جاتے۔

(2) اگر ایسا فتنہ برپا ہو جائے تو گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا عذر نہیں کریں گے۔ شرک کے مطالبے کو تسلیم کر لیں گے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلی جھکاؤ اور محبت کو واضح کیا ہے کہ شرک اور کفر انہیں کس قدر عزیز ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا﴾

''بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ سے یقیناً پہلے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ دکھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہمیشہ سے پوچھا جانے والا ہے'' (15)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا﴾ ''بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ سے یقیناً پہلے

عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ دکھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہمیشہ سے پوچھا جانے والا ہے'' عہد شکنی اور غدار منافق کے طرزِ عمل کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ﴾ ''بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ سے یقیناً پہلے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ دکھائیں گے'' منافقوں کو ان کا وعدہ یاد دلا کر غیرت دلائی جا رہی ہے کہ یاد کرو تم نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ میدانِ جنگ سے کبھی نہیں بھاگیں گے۔

(2)﴿وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہمیشہ سے پوچھا جانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ عہد شکنی کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ ایمان اور عہد شکنی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ مومن غدار اور عہد شکن نہیں ہوتا۔

سوال 2: منافقین جو غزوۂ بدر تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہیں ان کا کون سا عہد یاد دلایا گیا ہے؟

جواب: غزوۂ بدر سے جب مسلمان فتح حاصل کر کے مالِ غنیمت لے کر آئے تو منافقوں نے یہ عہد کیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کے ساتھ ایسے معرکوں میں مل کر ضرور لڑیں گے ان کو وہی عہد یاد دلایا گیا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے عہد کی باز پرس کیسے ہوتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد کے پورا کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا نہ کرنے پر سزا ہوتی ہے۔

سوال 4: عہد شکنی کی سزا کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور پھینک دیا جاتا ہے۔س (2) دل سخت کر دیئے جاتے ہیں۔

﴿قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''آپ کہہ دیں کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا'' (16)

سوال 1:﴿قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا'' فرار سے موت نہیں ٹلتی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے محمد ﷺ! منافقوں سے کہہ دیں۔

(2)﴿لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ﴾ ''اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا''

موت سے بھاگنا چاہتے ہو یا قتل ہونے سے بچنا چاہتے ہو، میدانِ جنگ سے بھاگ کر موت نہیں ٹل سکتی۔ فرار سے عمر میں اضافہ نہیں ہوتا اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں قتل ہونا لکھ دیا گیا وہ قتل ہو گا۔

(3)﴿وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا'' یعنی میدانِ جنگ سے بھاگنے کے بعد تمہیں دنیا سے تھوڑا سا فائدہ اٹھانے کا تو موقع دیا جائے گا مگر آخرت برباد ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ کر ابدی نعمتوں سے محروم کر کے بھاگنے سے تھوڑا فائدہ اٹھانا نفع کا سودا نہیں ہے۔ (4) فرار عمروں میں اضافہ نہیں کر سکتا اور جنگ عمر میں کمی نہیں کر سکتی۔

(5) جب تقدیر آ جاتی ہے تو تمام اسباب ختم ہو جاتے ہیں۔

سوال 2: میدان جنگ سے فرار کے ارادے کا اللہ تعالیٰ نے کیسے علاج کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے موت سے فرار ممکن نہیں یعنی اللہ کی تقدیر سے تم بھاگ نہیں سکتے سارے واقعات اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق عمل میں آتے ہیں موت اور قتل ایک تقدیر ہے نہ وقت سے پہلے آئے گی نہ مؤخر کی جائے گی۔ فرار کی وجہ سے موت کا وقت مؤخر نہیں ہو گا۔

(2) اگر میدان جنگ سے بھاگ کر بھی آ جاؤ گے تو کیا فائدہ موت کا وقت قریب ہے جنگ میں نہیں تو اپنی موت آپ مر جاؤ گے۔

سوال 3: منافق فرار کی خواہش کیوں رکھتے ہیں؟

جواب: منافق روحانی طور پر شکست خوردہ اور بزدل ہوتے ہیں منافقوں کو ہر وقت لگتا ہے کہ کوئی مصیبت پیچھا کر رہی ہے اس وجہ سے یہ خوفزدہ اور فرار کی حالت میں ہوتے ہیں۔

﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

''آپ کہہ دیں کہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے یا تم پر رحمت کرنے کا ارادہ کرے؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی دوست اور کوئی مددگار نہیں پائیں گے'' (17)

سوال 1: ﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے یا تم پر رحمت کرنے کا ارادہ کرے؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی دوست اور کوئی مددگار نہیں پائیں گے'' آیت کی روشنی میں واضح کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی عطا کرنے والا اور محروم کرنے والا ہے؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ''کہہ دو'' اے محمد ﷺ! آپ کہہ دیں۔

(2)﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءًا﴾ ''کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے'' جب اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو کون سا سبب تمہارے کام آئے گا؟ یہ بتاؤ کون تمہیں بچائے گا؟

(3)﴿اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَۃً﴾ ''یا تم پر رحمت کرنے کا ارادہ کرے'' اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رحمت کا ارادہ کرنا چاہے تو کوئی ایسا نہیں جو اس کی عطا کو روک سکے وہی عطا کرنے والا اور وہی محروم کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی بھلائی عطا نہیں کرسکتا، اس کے سوا کوئی برائی کو دور نہیں کر سکتا۔

(4)﴿وَلَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی دوست نہ پائیں گے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا کارساز نہیں پائیں گے جو ان کی سرپرستی کرے یا ان کو نفع پہنچائے۔

(5)﴿وَّلَا نَصِیْرًا﴾ ''اور کوئی مددگار نہیں پائیں گے'' یعنی وہ کون مددگار ہوگا جو ان سے اس مصیبت کو دور کردے جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے ارادہ کیا ہے۔ (6) اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں جس کی قضا و قدر نافذ ہے۔ جس کی ولایت چھوڑ کر کوئی ولی کام نہیں آسکتا۔ جس کی نصرت کو چھوڑ کر کوئی مددگار کام نہیں آسکتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جاری اپنے ارادے کو کیسے سمجھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اس دنیا میں تمام کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اگر اللہ تمہیں بُرائی پہنچانا چاہے ہلاک کرنا چاہے، مالی نقصان پہنچانا چاہے، تو کون تمہیں بُرائی سے بچالے گا۔ (3) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل کرنا چاہے تو کون اس کی رحمت کو تم سے روک سکتا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ رب سے بھاگنا چاہو تو نہ کوئی حمایتی پاؤ گے اور نہ کوئی مددگار۔

﴿قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْکُمْ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِھِمْ ھَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾

''یقیناً تم میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آؤ
اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں'' (18)

سوال 1: ﴿قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْکُمْ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِھِمْ ھَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ ''یقیناً تم میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آؤ اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں'' منافق رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ﴾ ''یقیناً تم میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے'' اللہ رب العزت نے وعید سنائی ہے ان لوگوں کو جو دوسروں کو جنگ میں شامل ہونے سے روک رہے ہیں۔

(2)﴿وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا﴾ ''اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آؤ'' یعنی ان لوگوں کو جانتے ہیں جو اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو آرام کرنے کے مشورے دے رہے ہیں۔

(3)﴿وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں'' وہ جنگ میں کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔ وہ ایمان اور صبر کے معدوم ہونے کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہتے ہیں اور اس لیے کہ ان کے دلوں میں نفاق ہے۔ نفاق بزدلی کا تقاضا کرتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو جانتا ہے حق سے روکنے والے کون ہوتے ہیں؟

جواب:(1) حق سے روکنے والے منافق ہوتے ہیں جو خود بھی حق سے رُکتے ہیں اور دوسروں کو بھی شرکت جہاد سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے پاس چلے آؤ۔ (2) یہ وہ لوگ ہیں جو قربانی دینے سے خود رکتے ہیں دوسروں کو روکتے ہیں خود رُکنا کوتاہی ہے جب کہ دوسروں کو روکنا ڈھٹائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ڈھٹائی کی نفسیات کو کھول کر رکھ دیا ہے۔

﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾

''تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں چنانچہ جب کوئی خوف آجائے تو آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو، پھر جب خوف دور ہوجاتا ہے تو مال کے حریص ہو کر تیز زبانوں کے ساتھ آپ کو تکلیف دیتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' (19)

سوال 1:﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ''تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں چنانچہ جب کوئی خوف آجائے تو آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو'' منافق بزدل اور بخیل ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ﴾ ''تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں'' بخل منافقین کا وصف ہے اس کے بعد ان کی بزدلی کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا۔ بخل اور بزدلی انسان کی دو بہت بری صفات ہیں۔

(2) منافق تمہاری خیر خواہی میں بخیل اور کنجوس ہیں۔ جہاد کے لیے، فقراء اور محتاجوں کے لیے خرچ نہیں کر سکتے۔ (ایسر التفاسیر:1205,1204)

(3) منافق بزدل ہوتے ہیں خوف کے وقت کانپنے لگ جاتے ہیں۔

(4)﴿فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ﴾ ''چنانچہ جب کوئی خوف آ جائے'' یعنی دشمنوں کے ہجوم کی وجہ سے ان کے خوف کی یہ حالت ہو گئی ہے۔

(5)﴿رَاَيْتَهُمْ﴾ ''آپ انہیں دیکھتے ہیں'' اے رسول ﷺ آپ انہیں دیکھو گے۔

(6)﴿يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ﴾ ''وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں'' حسرت بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتے ہیں۔

(7)﴿تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ﴾ ''ان کی آنکھیں گھومتی ہیں'' اور ادھر ادھر خوف اور مایوسی سے دیکھتے ہیں۔

(8)﴿كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ''اس شخص کی طرح جس پر موت کی غشی طاری کی جا رہی ہو'' جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہوتی ہے۔ منافق بزدلی اور خوف کی تصویر ہے اس کا سبب اس کا کفر اور اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر اور بعث اور جزا پر ایمان نہ لانا ہے۔

سوال 2: ﴿فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ﴾ ''پھر جب خوف دور ہو جاتا ہے تو مال کے حریص ہو کر تیز زبانوں کے ساتھ آپ کو تکلیف دیتے ہیں'' منافق چرب زبان اور مال کے حریص ہوتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ﴾ ''پھر جب خوف دور ہو جاتا ہے تو'' یعنی جب جنگ کے بادل ہٹ جاتے ہیں اور امن قائم ہو جاتا ہے۔

(2)﴿سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ﴾ ''تیز زبانوں کے ساتھ آپ کو تکلیف دیتے ہیں'' منافق ایسے موقع پر چرب زبانی سے شیخیاں بگھارتے ہیں۔ اور بار بار یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم نے جنگ میں بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔

(3)﴿اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ﴾ ''مال کے حریص ہو کر'' مال غنیمت کے سخت حریص ہوتے ہیں۔ بخل اور حرص کے مارے سارا مال ہتھیانا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بخیل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں بخیل ہوتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کرنے میں بخیل ہوتے ہیں منافق کیا ہے سراپا بخل سراپا بزدلی۔

سوال 3: ﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' منافقوں کے اعمال ضائع کر دیئے گئے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب (1) ﴿أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا﴾ ''وہ لوگ ایمان نہیں لائے'' منافق ایمان نہیں رکھتے۔

(2) ﴿فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیئے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال قبول نہیں کیے۔ ان کا ثواب ضائع کر دیا کیونکہ مشرک کے اعمال باطل ہوتے ہیں۔ ﴿وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' اللہ تعالیٰ پر ان کے اعمال کو ضائع کر دینا بہت آسان ہے۔

(3) منافقوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے دلوں کو بخل سے اپنی حفاظت میں رکھا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ بھلائی کے ہر راستے میں اپنا مال نچھاور کرتے ہیں۔ وہ اپنا علم بھی خرچ کرتے ہیں، اپنی جاہ بھی خرچ کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے اپنے بدن کو بھی خرچ کرتے ہیں۔

سوال 4: منافق کہاں کہاں بخیلی کرتے ہیں؟

جواب: جسمانی اور مالی تعاون میں بخیلی کرتے ہیں۔

جیسے وہ خندق کھودنے میں بھی پیچھے تھے اور مال خرچ کرنے میں بھی۔

سوال 5: منافقوں کی بزدلی اور پست ہمتی کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جب ڈر اور دہشت کا موقع آئے تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف نظریں جما دیتے ہیں۔ اور ان کی آنکھیں اس طرح گھومتی ہیں جیسے اس شخص کی جس پر غشی طاری ہو پھر جب خوف جاتا رہے تو اپنی تیز زبانوں سے بڑی باتیں بناتے ہیں۔ ان کی بزدلی کی انتہا یہ ہے کہ کبھی ان کے اعضا پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے کبھی یہ کانپنے لگ جاتے ہیں خیر کا جذبہ ان کے اندر نہیں ہے اس کے لیے یہ بخیل ہیں۔

سوال 6: خوف جانے پر منافق تیز زبانوں سے کیسے باتیں کرتے ہیں؟

جواب: (1) خوف کے وقت یوں لگتا ہے منافق کسی بل میں گھس گیا ہو، خوف ختم ہونے پر یہ پھول جاتے ہیں اپنی شجاعت اور مردانگی کے قصے سناتے ہیں جو جھوٹ پر مبنی ہوتے ہیں۔ (2) غنیمت کی تقسیم کے موقع پر تیز زبانیں چلاتے ہیں تا کہ زیادہ مال حاصل کر سکیں۔

(3) دین کے لیے قربانی نہ دینا دنیا کی محبت کی وجہ سے ہوتا ہے منافق دین میں دنیا کا فائدہ جمع ہوتا دیکھتا ہے تو بولنے کا کمال دکھاتا ہے۔

سوال 7: سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے منافقوں کی بزدلی اور بخیلی کو کیسے کھولا؟

جواب: سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غنیمت کی تقسیم کے موقع پر سب سے بخیل ہوتے ہیں۔ اور لڑائی کے وقت سب سے زیادہ بزدل ساتھیوں کو چھوڑ کر بھاگ جانے والے ہیں۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اعمال پر کیا تبصرہ کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ لوگ ایمان لاتے ہی نہیں کیونکہ ان کے دل کفراور دشمنی سے بھرے ہوئے ہیں۔(2) یہ مال کے بڑے حریص ہیں۔(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کردیے ہیں اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔

سوال9:اللہ تعالیٰ پر کیا آسان ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ پر اُن کے اعمال کو برباد کردینا آسان ہے۔

﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۗ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''وہ سمجھتے ہیں کہ فوجیں ابھی نہیں گئیں اور اگر فوجیں پھر آجائیں تو وہ پسند کریں گے کہ کاش واقعی وہ بدوؤں کے ساتھ بادیہ نشین ہوں، کہ وہ تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھتے رہتے اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے تو بہت ہی کم لڑتے''(20)

سوال1:﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۗ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''وہ سمجھتے ہیں کہ فوجیں ابھی نہیں گئیں اور اگر فوجیں پھر آجائیں تو وہ پسند کریں گے کہ کاش واقعی وہ بدوؤں کے ساتھ بادیہ نشین ہوں، کہ وہ تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھتے رہتے اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے تو بہت ہی کم لڑتے'' منافقوں کی بزدلی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا﴾ ''وہ سمجھتے ہیں کہ فوجیں ابھی نہیں گئیں'' منافقوں کو اس بات کا یقین نہیں آتا کہ حملہ آور چلے گئے ہیں ان کا خیال ہے کہ دور ہٹ گئے ہیں بعد میں حملہ کریں گے

(2)﴿وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ﴾ ''اور اگر فوجیں پھر آجائیں تو'' اگر لشکر دوبارہ آجائیں۔

(3)﴿يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ﴾ ''وہ پسند کریں گے کہ کاش واقعی وہ بدوؤں کے ساتھ بادیہ نشین ہوں'' ان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ وہ مدینہ سے باہر جنگلوں میں دیہاتیوں کے ساتھ ہوتے۔

(4)﴿يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ﴾ ''کہ وہ تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھتے رہتے'' تمہاری خبریں اور تمہارے حالات جانتے رہتے کہ جنگ کا کیا انجام ہوا؟ کیا لشکر جیتے ہیں یا نہیں!

(5)﴿وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے تو بہت ہی کم لڑتے'' اگر یہ تمہارے درمیان ہوتے تو جنگ نہ کرتے بس دکھانے کے لیے کچھ ہاتھ پاؤں مارتے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے سارے حالات معلوم ہیں۔ ہلاکت اور بربادی ان لوگوں

کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں جن کی موجودگی اہمیت کی حامل ہوتی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اس گمان سے کہ لشکر ابھی نہیں گئے کیا واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے خوف اور بزدلی کو واضح کیا ہے کہ اگرچہ کافر ناکام ہو کر جا چکے لیکن ان کا یہ گمان ہے کہ شاید ابھی بھی وہ اپنے مورچوں اور خیموں میں موجود ہیں ان کے دلوں کے کھوٹ کو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی دلی تمناؤں کو کیسے واضح کیا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے لشکروں کے لوٹ آنے کے معاملے کو سامنے رکھ کر منافقوں کی تمناؤں کو واضح کیا ہے کہ اگر لشکر لوٹ آئیں تو یہ چاہیں گے کہ مدینہ چھوڑ کر صحراؤں میں جا بسیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کی بجائے بدوؤں کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیں گے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے منافق کی اس تمنا کو بھی واضح کیا ہے کہ وہ کیسے تمہاری ہلاکت چاہتے ہیں کہ اگر یہ بادیہ نشیں ہو جائیں تو پوچھتے رہیں گے کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھ ہلاک ہوئے یا نہیں اور کافروں کا لشکر کامیاب رہا یا ناکام۔

## رکوع نمبر 19

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

"بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہو" (21)

سوال 1: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ "بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہو" اتباع رسول ﷺ کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ "بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے"

(i) رسول اللہ ﷺ میدان جہاد میں ثابت قدم رہے آپ کی ثابت قدمی میں دوسروں کے لیے نمونہ ہے۔ (ii) رسول اللہ ﷺ کے صبر میں نمونہ ہے آپ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھے، آپ ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا، آپ ﷺ کا دانت شہید ہو گیا، آپ ﷺ نے خندق اپنے ہاتھوں سے کھودی غرض آپ ﷺ زندگی کے ہر شعبے میں صبر کی لازوال مثال ہیں ان کے صبر میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے (iii) رسول اللہ ﷺ کی خوش خبریوں میں بھی ہمارے لیے نمونہ ہے رسول اللہ ﷺ پتھروں کی چمک میں اسلامی انقلاب کی وسعتیں دکھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے خوش خبری سنائی تھی جب آپ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کدال لے کر پتھر پر وار کیا اُس

کے نیچے سے دو دفعہ چمک نکلی تو آپ ﷺ نے مستقبل کا نقشہ واضح کیا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے ہاتھ لگیں گے اور یوں مسلمانوں کے دلوں میں یقین اور اُمید کے چشمے پھوٹ نکلے۔ (iv) رسول اللہ ﷺ کی شجاعت اور توکل میں سب کے لیے نمونہ ہے۔

(2) یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت اور اتباع کے وجوب پر صریح اور قوی دلیل ہے۔ ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ ''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا۔'' (الاحزاب:22) (تیسیر القرآن:3/570-571)

(3) اس آیتِ کریمہ سے اہلِ اصول نے رسول اللہ ﷺ کے افعال کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے اصول یہ ہے کہ احکام میں آپ ﷺ کا اسوہ حجت ہے جب تک کسی حکم پر دلیل شرعی قائم نہ ہو جائے کہ یہ صرف آپ کے لیے مخصوص ہے۔ اسوہ کی دو اقسام ہیں: اسوۂ حسنہ اور اسوۂ سیئہ پس رسول اللہ ﷺ میں اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ کے اسوہ کی اقتدا کرنے والا اس راستے پر گامزن ہے جو اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے اور وہ ہے صراطِ مستقیم۔ رہا آپ ﷺ کے سوا کسی دیگر ہستی کا اسوہ تو اس صورت میں اگر وہ آپ کے اسوہ کے خلاف ہے تو یہ ''اسوۂ سیئہ'' ہے مثلاً جب انبیاء ورسل مشرکین کو اپنے اسوہ کی پیروی کی دعوت دیتے تو وہ جواب میں کہتے ''اسوۂ حسنہ کی صرف وہی لوگ پیروی کرتے ہیں جن کو اس کی توفیق بخشی گئی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور یومِ آخرت کی امید رکھتے ہیں کیونکہ ان کا سرمایۂ ایمان، اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کا ڈر انہیں رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی پیروی کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ (3/3335-3336)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱۵۷) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (۱۵۸)﴾ ''جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ

اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔'' (الاعراف:158،157)

(5)﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا، اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، بے حد رحم والا ہے۔'' (آل عمران:31)

(6)﴿مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان بستیوں والوں (کے مال) سے لوٹا دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان وہ گردش کرنے والا نہ رہے اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اُس سے رُک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے۔ (الحشر:7)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی کام کیا جس سے بعض لوگوں نے پرہیز کرنا اختیار کیا جب نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ایسی چیز سے پرہیز کرتے ہیں جو میں کرتا ہوں، واللہ! میں ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے متعلق علم رکھتا ہوں اور ان سے زیادہ خشیت رکھتا ہوں۔'' (بخاری:7301)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو دوسرے لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی، پھر آپ ﷺ نے پھینک دیا اور فرمایا: ''کہ میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا چنانچہ اور لوگوں نے انگوٹھیاں پھینک دیں۔'' (بخاری:7297)

(9)﴿لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ ''ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو'' آپ ﷺ کے ہر قول اور ہر فعل کی پیروی صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور آخرت کے دن کی امید رکھتے ہیں۔

(10) رسول اللہ ﷺ کی مبارک عادات کو وہ لوگ اپنے لیے نمونہ بناتے ہیں جن کا سرمایہ ایمان ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ جو اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے ہیں۔

(11) رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو رب کی رحمتوں اور برکتوں کی امید رکھتے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان ہے، آخرت پر یقین رکھتے ہیں، جو یقین رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا واجب ہے، جو کسی پر سے ساقط نہیں ہوتی۔

(12)﴿وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرے'' جو تمام اوقات اور ہر طرح کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔

(13)''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک کام کو چھوڑ دیتے تھے، حالانکہ آپ کو اس کا کرنا پسند ہوتا تھا، اس اندیشہ سے (اس کام کو چھوڑ دیتے تھے) کہ لوگ بھی اس کام کر کریں گے تو کہیں وہ ان پر فرض نہ ہو جائے۔'' (بخاری:1128)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نفل نماز پڑھی۔لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر دوسری رات بھی آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور مقتدی بہت ہو گئے، پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہوئے، لیکن آپ ﷺ باہر نہیں نکلے۔جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:''میں نے تمہارا جمع ہونا دیکھا تھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے کسی چیز نے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر (یہ نماز) فرض نہ ہو جائے۔'' (بخاری:1129)

سوال 2: خوفناک اور جان لیوا حالات میں رسول اللہ ﷺ کی ذات مسلمانوں کے لیے کیسے نمونہ تھی؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے مصیبت کے مشکل وقت میں جو کردار ادا کیا وہ بے مثال ہے لازوال ہے دوسروں کے لیے نمونہ ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ میدان جہاد میں ثابت قدم رہے آپ کی ثابت قدمی میں دوسروں کے لیے نمونہ ہے۔

(3) رسول اللہ ﷺ کے صبر میں نمونہ ہے آپ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھے۔آپ ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا۔آپ ﷺ کا دانت شہید ہو گیا۔آپ ﷺ نے خندق اپنے ہاتھوں سے کھودی غرض آپ ﷺ زندگی کے ہر شعبے میں صبر کی لازوال مثال ہے ان کے صبر میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

(4) رسول اللہ ﷺ کی خوش خبریوں میں بھی ہمارے لیے نمونہ ہے رسول اللہ ﷺ پتھروں کی چمک میں اسلامی انقلاب کی وسعتیں دکھا رہے تھے۔آپ ﷺ نے خوش خبری سنائی تھی جب آپ ﷺ نے سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کدال لے کر پتھر پر وار کیا اُس کے نیچے سے دو دفعہ چمک نکلی تو آپ ﷺ نے مستقبل کا نقشہ واضح کیا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے ہاتھ لگیں گے اور یوں مسلمانوں کے دلوں میں یقین اور اُمید کے چشمے پھوٹ نکلے۔

(5) رسول اللہ ﷺ کی شجاعت اور توکل میں سب کے لیے نمونہ ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کی ذات کو نمونہ بنانے کا حکم جنگ کے لیے ہے یا عام ہے؟

جواب: یہ حکم عام ہے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنانا ضروری ہے عقیدے میں، عبادت میں، معیشت، معاشرت اور سیاست میں۔زندگی کے ہر میدان میں آپ کے اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے۔

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾

"اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا" (22)

سوال 1: ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ "اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا" مومنوں کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ﴾ "اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا" رب العزت نے لشکروں کو دیکھ کر منافقوں کی حالت کو بیان کرنے کے بعد مومنوں کی حالت بیان فرمائی ہے جن کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید ہے جو آخرت کی ملاقات کا اور اچھے انجام کا یقین رکھتے ہیں۔ انہوں نے جب لشکروں کو دیکھا تو کہا:

(2) ﴿قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ "تو انہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔" ان ہی لشکروں پر فتح پانے اور انہیں شکست دینے کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ ہم سے اسی آزمائش کا وعدہ کیا گیا جس کے پیچھے فتح ہے۔

(3) ﴿وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ "اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا" مومنوں نے کہا کہ ہم وہی کچھ دیکھ رہے ہیں جس کی ہمیں خبر دی گئی تھی۔

(4) ﴿وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ "اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا" آزمائش نے ان کے ایمان اور ان کی تسلیم ورضا میں اور اضافہ کر دیا۔

(5) ان کے دلوں میں ایمان بڑھ گیا اور جوارح میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت بڑھ گئی۔

(6) یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔

(7) ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ "یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر اُن لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے، اُن کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اُس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اُٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے"۔ (البقرۃ:214)

سوال 2: لشکروں کی آمد نے مسلمانوں کے ایمان اور اطاعت میں کیسے اضافہ کردیا تھا؟

جواب: حالات کی شدت اور ہولناکی نے ایمان اور جذبہ اطاعت میں تسلیم ورضا میں اضافہ کردیا۔

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾

''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جوانہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔ چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کردی ہے اور اُن میں سے ہے جو انتظار کررہا ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا'' (23)

سوال 1: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ ''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جوانہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کردی ہے اور اُن میں سے ہے جو انتظار کررہا ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا'' مومن وفادار اور ایفائے عہد کرنے والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی غداری اور عہد شکنی کا ذکر کیا تو اہل ایمان کا ذکر فرمایا کہ وہ وفادار اور ایفائے عہد کرنے والے ہیں فرمایا کہ (2) ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ﴾ ''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جوانہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا'' مومنوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیا۔ وہ قول کے پکے اور وفادار ہیں، وہ ایفائے عہد کی خاطر جانیں نچھاور کرنے والے ہیں، ان میں سے بعض ایسے ہیں، جنہوں نے جام شہادت نوش کرکے اپنے عہد کو پورا کیا۔

(3) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کررہے تھے تو مجھے سورۃ الاحزاب کی ایک آیت (کہیں لکھی ہوئی) نہیں مل رہی تھی میں وہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا تھا۔ آخر وہ مجھے سیدنا خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مومن مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ آیت یہ تھی ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ ''اہل ایمان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس میں وہ سچے اترے۔'' (بخاری:4784)

(4) ایمان والوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے پورے کئے اور جان کی بازی لگادی اور خود کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے راستے پر چلایا۔

(5) ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ ''چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کردی ہے'' یعنی ایمان والوں میں سے ایسے لوگ تھے جنہوں نے اپنا ارادہ پورا کیا ان پر جو حق تھا وہ انہوں نے ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے۔

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا، جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے، تو یہ امران پر بہت شاق گزرا انہوں نے کہا، میں رسول اللہ ﷺ کی پہلی لڑائی سے غائب رہا اب اگر اللہ تعالیٰ دوسری کسی لڑائی میں مجھے آپ ﷺ کے ساتھ شریک کرے گا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں وہ اس کے سوا کچھ اور کہنے سے ڈرے پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احد کی لڑائی میں شریک ہوئے تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اے ابوعمرو! کہاں جا رہے ہو؟ پھر کہنے لگے، مجھے تو احد کی طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے پھر وہ لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (لڑائی کے بعد دیکھا) تو ان کے بدن پر اَسی (80) سے زائد تلوار، نیزے اور تیر کے زخم تھے ان کی بہن یعنی میری پھوپھی سیدہ ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے اپنے بھائی کو نہیں پہچانا، مگر ان کی انگلیوں کی پوریں دیکھ کر (کیونکہ سارا بدن زخموں سے چور تھا) اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ ''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کر دی ہے اور اُن میں سے ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا۔'' (الاحزاب:23) (مسلم:4918)

(7) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ ''اور اُن میں سے ہے جو انتظار کر رہا ہے'' یعنی ایمان والوں میں سے ایسے بھی ہیں جو شہادت کے منتظر ہیں۔

(8) ﴿وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ ''اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو تبدیل نہیں کیا جیسے منافق بدلے مومن نہیں بدلے۔

سوال 2: ﴿نَحْبَ﴾ کے کیا معانی ہیں؟

جواب: اس کے معانی عہد، موت، نذر کے ہیں۔

سوال 3: کچھ لوگوں نے عہد کو پورا کیا اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ان لوگوں نے شہادتیں پیش کیں۔

سوال 4: مومنوں میں سے کن لوگوں نے اپنے عہد کو سچا کر دکھایا؟

جواب: مومنوں نے غزوۂ احزاب کے موقعے پر بہت جان نثاری کے مظاہرے کیے۔ ان میں سے کچھ لوگ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے لیکن اُنہوں نے دل میں یہ عہد کر رکھا تھا کہ اب موقع ملے گا تو جہاد میں بھرپور حصہ لیں گے ان لوگوں میں سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ تھے جن کے جسم پر شہادت کے بعد تلوار، نیزے اور تیروں کے 80 سے زیادہ زخم تھے ان کی شہادت کے بعد ان کی بہن نے انہیں انگلیوں کی پوروں سے پہچانا۔

سوال 5: مسلمان ہر حال میں کیسے فائدہ اُٹھاتے ہیں؟

جواب: (1) اگر فتح ملے تو کامیاب۔ (2) اگر شہادت ملے تو کامیاب۔

﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا اُن کی توبہ قبول کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (24)

سوال 1: ﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا اُن کی توبہ قبول کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' خوف اور مصائب سے امتحان مطلوب ہے۔ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف اور مصائب کی بھٹی میں ڈال کر آزماتا ہے تا کہ کھرے کھوٹے کو، اچھے برے کو الگ کر دے اور ہر ایک کا حال اس کے ذاتی کاموں سے لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ یہ مومن ہے یہ منافق، یہ وفادار ہے اور یہ غدار، یہ ایمان دار ہے اور یہ خائن اور یہ سچا ہے اور یہ جھوٹا۔

(2) اللہ تعالیٰ لوگوں کو وجود میں لانے سے پہلے بھی ان کے احوال کے بارے میں جانتا ہے لیکن وہ اپنے علم پر جزا سزا نہیں دیتا جب تک کہ لوگ اس کے مطابق عمل نہ کر لیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ﴾ ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمہارے احوال کو جانچ لیں۔'' (محمد:31)

(4) ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے اور کبھی ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کی اطلاع دے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے'' (آل عمران:179)

(5) اللہ تعالیٰ لوگوں کے اپنے ساتھ معاملے میں ان کے صدق اور ظاہر و باطن کے ایک ہونے کے سبب جزا دیتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (المائدۃ:119)

(6) اللہ تعالیٰ نے آزمائشیں اس لیے رکھی ہیں کہ سچا جھوٹا نکھر کر سامنے آجائے۔

(7) ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ﴾ ''اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے'' یعنی وہ لوگ جو آزمائش آنے کے بعد بدل جاتے ہیں وہ عہد شکن ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں عذاب دے اور ہدایت نہ دے اگر اللہ تعالیٰ عذاب دے تو اسے علم ہے کہ ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں اس لیے وہ انہیں ہدایت کی توفیق نہیں دے گا۔

(8) ﴿اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ ''یا اُن کی توبہ قبول کرے'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دینا چاہے گا تو وہ انہیں توبہ اور انابت کی توفیق دے گا وہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔

(9) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا'' اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی بخش دیتا ہے جن کے گناہ بہت زیادہ ہوں مگر وہ توبہ کرلیں۔

(10) ﴿رَّحِيْمًا﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے توبہ کی توفیق بھی دیتا ہے پھر توبہ قبول کرتا ہے پھر گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ گناہوں کو ڈھانپ دیتا ہے ان پر رحم کرتا ہے، انہیں ایمان کا رزق دیتا ہے، توبہ کی توفیق دیتا ہے، توبہ کے بعد انہیں گناہ کی سزا نہیں دیتا۔

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو البتہ اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کردے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔'' (مسلم:6965)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب کی کیا حکمت بیان کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں کوئی واقعہ یوں ہی نہیں پیش آجاتا۔ مقررہ وقت پر آتا ہے اس کے پیچھے بامقصد تدبیر ہوتی ہے جس کے نتائج نکلتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو سچائی کی جزا دینا چاہتا ہے اور منافقوں کو چاہے تو سزا دے اور چاہے توبہ قبول کرلے اس لیے اللہ تعالیٰ نے جنگ کی آزمائش میں ڈالنا ناگزیر خیال کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے واضح کیا ہے کہ جو لوگ عہد پورا نہیں کرتے ان کا انجام کیا ہوتا ہے اور جو لوگ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ

کے سپرد کر دیتے ہیں ان کا کیا انجام ہوتا۔

سوال 3: اللہ کی صفات ''غفور'' اور ''رحیم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ غلطیوں اور گناہوں کو معاف کرسکتا ہے وہ غفور ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مومنوں کو دنیا اور آخرت کی کامیابی عطا کرتے ہیں وہ رحیم ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق دیتے ہیں وہ رحیم ہیں۔

﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے غصے کے ساتھ ہی لوٹا دیا، وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکے اور مومنوں کی طرف سے قتال میں اللہ تعالیٰ کافی ہوگیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' (25)

سوال 1: ﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے غصے کے ساتھ ہی لوٹا دیا وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکے اور مومنوں کی طرف سے قتال میں اللہ تعالیٰ کافی ہوگیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' غزوۂ احزاب کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے عظیم احسان کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں لوٹا دیا'' رب العزت نے غزوۂ احزاب کے موقع پر احسان عظیم فرمایا: ''ہوا اور غیبی لشکر بھیج کر کافروں کا زور توڑ کر رکھ دیا اگر نبی رحمت ﷺ نہ ہوتے تو یہ ہوا انہیں قوم عاد کی طرح اٹھا اٹھا کر پٹخ دیتی اور ان کا بھرکس نکال دیتی لیکن اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔'' (الانفال: 33)

(2) وہ قریش، کنانہ، اسد اور غطفان قبائل تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا۔

(3) ﴿بِغَيْظِهِمْ﴾ ''ان کے غصے کے ساتھ'' یعنی انہیں مومنوں پر فتح حاصل نہ ہو پاتی وہ اس صدمے سے اور غم اور غصہ سے بھرے ہوئے واپس چلے جاتے وہ غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے اور یقینی طور پر اپنے آپ کو فتح پر قادر سمجھتے تھے اس لیے کہ ان کے پاس وسائل تھے ان کی بڑی بڑی فوجوں نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا ان کی جتھے بندیوں نے ان کو خود پسندی میں مبتلا کر دیا تھا انہیں اپنی عددی برتری اور حربی

سازوسامان پر بڑا ناز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت طوفانی ہوا بھیجی جس نے ان کے عسکری مراکز کو تلپٹ کر دیا، ان کے خیموں کو اکھاڑ دیا، ان کی ہانڈیوں کو الٹ دیا، ان کے حوصلوں کو توڑ دیا، ان پر رعب طاری کر دیا اور وہ انتہائی غیظ و غضب کے ساتھ پسپا ہو گئے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کی نصرت تھی۔ (سعدی:2139,2138/3)

(4)﴿لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا﴾ ''وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے'' انہیں فتح حاصل نہ ہو سکی جس کے وہ سخت حریص تھے۔

(5)﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ﴾ ''اور مومنوں کی طرف سے قتال میں اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا'' رب العزت نے لڑنے کی نوبت ہی نہ آنے دی اللہ تعالیٰ نے خود لشکروں کو پیچھے ہٹا دیا اور مومنوں کی طرف سے وہ لڑنے کے لئے کافی ہو گیا اللہ تعالیٰ کی قوت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔

(6)﴿وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے امر میں قوی اور انتقام لینے پر غالب ہے۔ (جامع البیان:184/2) جو کوئی اس پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے، جو کوئی اس سے مدد مانگتا ہے اسے غلبہ نصیب ہوتا ہے، وہ جس امر کا ارادہ کرتا ہے کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا اگر اللہ تعالیٰ اپنی قوت و عزت سے اہلِ قوت و عزت کی مدد نہ کرے تو ان کی قوت و عزت انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ (سعدی:2139,2138/3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (الاحزاب:9)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ ، أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ﴾ ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو فتح سے نوازا۔ اپنے بندے محمد ﷺ کی مدد فرمائی۔ اکیلے نے اتحادیوں کو بھگا ڈالا۔ اللہ کے بعد کوئی شے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتی۔'' (بخاری:4114)

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اتحادیوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا کی: ﴿اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ! سَرِيْعَ الْحِسَابِ! اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ﴾ ''اے اللہ! اے کتاب نازل فرمانے والے! جلد حساب لینے والے! اے اللہ! جماعتوں کو شکست دے، اے اللہ! انہیں شکست دے دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے۔'' (بخاری:2933)(مسلم:4542)

(8) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احزاب میں (کم سن ہونے کی وجہ سے) عورتوں کے ساتھ ٹھہرا دیا گیا، پھر میں نے دیکھا کہ (میرے والد) زبیر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہیں اور دو بار یا تین بار بنو قریظہ کے محلہ سے ہو کر آئے۔ جب میں لوٹ کر آیا تو میں نے کہا، ابا جان! میں نے دیکھا تھا کہ آپ بار بار آتے جاتے تھے (یہ کیا معاملہ تھا)؟ انہوں نے

کہا، بیٹا! تم نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے کہا، جی ہاں، انہوں نے کہا، ہوا یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ہے جو بنو قریظہ کے محلہ میں جائے اور ان کی خبر لائے؟ تو میں گیا، جب لوٹ کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماں باپ دونوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں (بخاری:3720)(مسلم:6245)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب غزوۂ خندق سے لوٹے تو آپ ﷺ نے ہتھیار اتار دیے اور غسل فرمایا، تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''آپ ﷺ نے ہتھیار اتار ڈالے؟ ہم فرشتوں نے تو واللہ! ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے، ان کی طرف چلیے! آپ ﷺ نے پوچھا: کن کی طرف؟ انہوں نے کہا: بنو قریظہ کی طرف۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ان سے لڑنے کے لیے نکلے۔'' (بخاری:4117)

سوال 2: غزوۂ احزاب سے کافر واپس کیسے چلے گئے؟

جواب: (1) غزوۂ احزاب سے اللہ تعالیٰ نے مختلف اطراف سے جمع ہو کر آنے والوں کو ان کے غیظ و غضب سمیت لوٹا دیا۔

(2) کافر دنیا کا مال و متاع ساتھ لے کر نہ جاسکے ہے۔

(3) کافر قوت رکھنے کے باوجود مسلمانوں سے باقاعدہ جنگ کیے بغیر لوٹا دیے گئے۔

(4) کافر دل کی جلن لے کر لوٹا دیئے گئے۔ (5) کافر کسی بھی قسم کی خیر حاصل نہیں کرسکے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی صفات ''قوی'' اور ''عزیز'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ قوت والا ہے اُس نے بڑے لشکروں کا اپنی آندھی سے رخ پھیر دیا وہ یقیناً قوی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ غالب ہے وہ طاقت رکھنے کے باوجود مسلمانوں کو ختم کرنے کی حسرت کے باوجود کافروں کو ان کے دل کی جلن کے ساتھ لوٹانے والا ہے وہ یقیناً عزیز ہے۔

﴿وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا﴾

''اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے قلعوں سے اُتار لایا اور اُس نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔ اُن کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے تھے'' (26)

سوال 1: ﴿وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا﴾ ''اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے قلعوں سے اُتار لایا اور اُس نے

اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا اُن کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے تھے" بنو قریظہ قتل ہو رہے تھے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ﴾ "اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی ،اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے قلعوں سے اُتار لایا" رسول اللہ ﷺ غزوۂ احزاب سے واپسی پر ابھی غسل ہی کر سکے تھے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اُنہوں نے کہا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ابھی فرشتوں نے نہیں رکھے اب بنو قریظہ کے ساتھ نمٹنا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے آپ ﷺ نے مسلمانوں میں اعلان کروایا کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھنی ہے ان کی آبادی مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر تھی وہ اپنے قلعوں پر بند ہو گئے مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا پچیس روز تک محاصرہ جاری رہا بلا آخر اُنہوں نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم تسلیم کر لیا اُنہوں نے فیصلہ دیا کہ لڑنے والے لوگوں کو قتل اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے نبی ﷺ نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فیصلہ ہے اس کے مطابق ان کے جنگ جو افراد کو قتل کر دیا گیا اور مدینہ کو ان کے وجود سے پاک کر دیا گیا۔(صحیح بخاری، باب غزوہ الخندق)

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان اہل کتاب کو جنہوں نے کافروں کی مدد کی ان کے قلعوں سے مغلوب کر کے نیچے اتار دیا۔

(3) بنو قریظہ نے عہد شکنی کی تھی اور انہوں نے لشکروں سے الحاق کر لیا تھا۔ اللہ رب العزت نے ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جس کو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

(4)﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ "اور اُس نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا" رب العزت نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ ان میں لڑنے کی قوت ہی نہ رہ گئی اور صورت حال یہ ہو گئی۔

(5)﴿فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ "اُن کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو" یعنی جتنے لڑائی کے قابل مرد تھے سب کو تم قتل کر رہے تھے۔

(6)﴿وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا﴾ "اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے تھے" جو لوگ لڑائی کے قابل نہیں تھے یعنی عورتیں اور بچے مسلمان انہیں قیدی بنا رہے تھے یوں بنو قریظہ قتل ہو رہے تھے عہد شکنی کی سزا عبرت ناک ہے۔ پوری قوم کا انجام قتل یا قید کون ہے جو اللہ رب العالمین پر یقین رکھتا ہو اور اس کے باوجود عہد شکنی کرنا چاہتا ہو؟

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے حملہ آوروں کا ساتھ دینے والے اہل کتاب کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے اُن کو ان کے قلعوں سے نکال دیا۔(2) اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو رُعب سے بھر دیا۔(3) مسلمانوں کے ہاتھوں ان کے ایک گروہ کو قتل کروایا اور ایک کو قید کروایا۔

﴿وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾

''اور اُس نے تمہیں اُن کی زمین کا اور اُن کے گھروں کا اور اُن کے مالوں کا اور اس زمین کا وارث بنادیا جس کو تم نے پامال نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (27)

سوال 1: ﴿وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾ ''اور اُس نے تمہیں اُن کی زمین کا اور اُن کے گھروں کا اور اُن کے مالوں کا اور اس زمین کا وارث بنادیا جس کو تم نے پامال نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' بنو قریظہ کی زمین ان کے گھروں اور مالوں کے مالک بدل دیے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَوْرَثَكُمْ﴾ ''وارث بنادیا'' یعنی رب العزت نے تمہیں غنیمت میں عطا فرمادیا۔

(2) ﴿اَرْضَهُمْ﴾ ''اور اُس نے تمہیں اُن کی زمین کا'' یعنی ان کی زرعی زمینوں کو۔

(3) ﴿وَدِيَارَهُمْ﴾ ''اور اُن کے گھروں کا'' اور ان کی رہائش گاہوں کو۔

(4) ﴿وَاَمْوَالَهُمْ﴾ ''اور اُن کے مالوں کا'' اور ان کے منقولہ وغیر منقولہ اموال کو۔

(5) ﴿وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا﴾ ''جس کو تم نے پامال نہیں کیا'' یعنی خیبر کی زمین کو 6 ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد جب خیبر فتح ہوا تب عطا فرمائی۔

(6) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے، اپنے لطف کرم سے مومنوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور اپنی نعمتیں عطا فرمائیں اور ایمان والوں کے دشمنوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے اولیاء کی مدد اور دشمنوں کی ہزیمت پر پوری طرح قادر ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بنی قریظہ کو عہد شکنی کی کیا سزا دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ان کی زمینوں گھر بار اور مال کا وارث کردیا۔

سوال 3: بنو قریظہ کیسے بُرے انجام کو پہنچے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ غزوۂ احزاب سے واپسی پر ابھی غسل ہی کر سکے تھے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اُنہوں نے کہا آپ ﷺ نے ہتھیار رکھ دیئے ابھی فرشتوں نے نہیں رکھے اب بنو قریظہ کے ساتھ نمٹنا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ ﷺ نے مسلمانوں میں اعلان کروایا کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھنی ہے ان کی آبادی مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر تھی۔ وہ اپنے قلعوں پر بند ہو گئے

مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا پچیس روز تک محاصرہ جاری رہا بلا آخر انہوں نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا حکیم تسلیم کرلیا انہوں نے فیصلہ دیا کہ لڑنے والے لوگوں کو قتل اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے نبی ﷺ نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فیصلہ ہے اس کے مطابق ان کے جنگ جو افراد کو قتل کر دیا گیا اور مدینہ کو ان کے وجود سے پاک کر دیا گیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اور کون سی زمینوں کا مسلمانوں کو وارث بنا دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے خیبر کی زمین کا وارث کر دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے مکہ کی زمین کا مسلمانوں کو وارث کر دیا۔ (3) اللہ تعالیٰ نے روم اور فارس مسلمانوں سے فتح کروائے۔ (4) اس سے مراد وہ ساری زمینیں ہیں جن کو قیامت تک مسلمان فتح کریں گے۔

## آخری آیات

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال و متاع دے دوں اور اچھے انداز سے تمہیں رخصت کر دوں'' (28)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال و متاع دے دوں اور اچھے انداز سے تمہیں رخصت کر دوں'' رسول اللہ ﷺ نے امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کو جو اختیار دیا، چاہو تو دنیا اختیار کرلو، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج سے کہہ دیں کہ میں دو باتوں کا اختیار دیتا ہوں جس کو چاہو پسند کرلو۔

(2) اس آیت کے نزول کے وقت رسول اللہ ﷺ کے عقد میں اس وقت نو بیویاں تھیں۔ پانچ قریش میں سے سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ، سیدہ اُم حبیبہ، سیدہ سودہ اور سیدہ اُم سلمٰی رضوان اللہ علیہن چار قریش کے علاوہ تھیں سیدہ صفیہ، سیدہ میمونہ، سیدہ زینب اور سیدہ جویریہ رضوان اللہ علیہن۔ (تفسیر منیر: 315/11)

(3) ﴿اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا﴾ ''کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو'' یعنی اگر تمہیں دنیا اور اس کی خوب صورتیاں لبھاتی ہیں اور تم دنیا کی زندگی پر راضی ہو اور دنیا کے نہ ہونے پر ناراض ہو۔

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ آپ ﷺ کے دروازے پر جمع ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب اجازت ملی تو وہ اندر گئے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت مانگی، ان کو بھی اجازت دے دی گئی۔ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے گرد آپ ﷺ کی بیویاں غمگین اور خاموش بیٹھی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں کہ نبی کریم ﷺ خوش ہو جائیں۔ انہوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کاش آپ دیکھتے خارجہ کی بیٹی کو (یعنی میری بیوی کو) کہ اگر وہ مجھ سے خرچ مانگتی تو میں اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سب میرے گرد بیٹھی ہوئی ہیں، جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ مجھ سے خرچ مانگ رہی ہیں تو سیدنا ابوبکر ﷺ کھڑے ہو کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹنے لگے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹنے لگے۔ وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز مانگ رہی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں ہے، وہ کہنے لگیں، اللہ کی قسم! ہم کبھی رسول اللہ ﷺ سے ایسی چیز نہیں مانگیں گی، جو آپ ﷺ کے پاس نہ ہو پھر رسول اللہ ﷺ (اپنی بیویوں سے ناراض ہو کر) ان سے ایک مہینہ یا انتیس دن تک علیحدہ رہے۔ (مسلم:3690)

(5) ﴿فَتَعَالَيۡنَ اُمَتِّعۡكُنَّ﴾ ''تو آؤ میں تمہیں کچھ مال ومتاع دے دوں'' یعنی میرے پاس جو کچھ ہے میں وہ تمہیں عطا کر دیتا ہوں۔

(6) ﴿وَاُسَرِّحۡكُنَّ﴾ ''تمہیں رخصت کر دوں'' یعنی میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں، الگ کر دیتا ہوں۔

(7) ﴿سَرَاحًا جَمِيۡلًا﴾ ''اچھے انداز سے'' کسی ناراضگی کے بغیر خوش دلی سے میں تمہیں الگ کر دیتا ہوں۔

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن نے نبی سے کب نان ونفقہ کا مطالبہ کیا؟

جواب: جب مسلمانوں نے بہت علاقے خیبر، فدک وغیرہ فتح کیے تو مسلمانوں کے حالات کچھ بہتر ہوئے اُنہوں نے انصار اور مہاجرین کی خواتین کی طرح رسول اللہ ﷺ نے نان ونفقہ کا مطالبہ کیا۔

سوال 3: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن نے رسول اللہ ﷺ سے نان ونفقے کا مطالبہ کیوں کیا تھا؟

جواب: ازواج مطہرات کے اندر انسان ہونے کے ناطے انسانی خواہشات موجود تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو اُنہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے مطالبات کیے۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ نے اس مطالبے پر کس ردعمل کا اظہار کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی سادگی پسند طبیعت پر یہ مطالبہ ناگوار گزرا آپ ﷺ نے بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی ایک مہینے تک یہ سلسلہ جاری رہا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

سوال 5: آیت نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کیا کہا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور کہا کہ اپنے طور پر فیصلہ کرنے کی بجائے والدین سے مشورہ کر کے کوئی قدم اُٹھانا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں مشورہ کرلوں؟ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ (صحیح بخاری، تفسیر الاحزاب)

سوال 6: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن نے اختیار پا کر کیا کیا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن نے اختیار پا کر رسول اللہ ﷺ کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا دنیا کے عیش و آرام کو ترجیح نہیں دی۔

سوال 7: مرد جو علیحدگی کا اختیار عورت کو دیتا ہے کیا اُسے طلاق کہتے ہیں؟

جواب: 1۔ علیحدگی کے اختیار کے بعد اگر عورت علیحدگی اختیار کرلے تو پھر طلاق واقع ہوگی۔ لیکن یہ رجعی طلاق ہوگی۔

2۔ اگر عورت علیحدگی اختیار نہ کرنا چاہے تو طلاق نہیں ہوگی جیسے ازواج مطہرات نے علیحدگی کی بجائے رسول اللہ ﷺ کیساتھ رہنے کو اختیار کیا تھا تو اس اختیار کو طلاق شمار نہیں کیا گیا۔ (صحیح بخاری کتاب الطلاق)

سوال 8: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کو کیا اختیار دیا گیا تھا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن سے یہ کہا گیا تھا کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں کچھ دے دلا کر رخصت کر دوں۔

﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' (29)

سوال 1: ﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' رسول اللہ ﷺ کا ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کا اختیار دینا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی

ہو" نبی ﷺ نے اپنی ازواج کو دوسرے معاملے کا اختیار دیا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو جب تم آخرت سے محبت کروگی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کروگی تو تمہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس رہ کر جو تنگی ہے اسے برداشت کرنا ہوگا۔

(2)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ "تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے" اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف احسان پر اجر مرتب کیا ہے کیونکہ اس اجر کا سبب اور موجب یہ نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں بلکہ اس کا موجب یہی وصف ہے، احسان کا وصف معدوم ہوتے ہوئے مجرد رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہونا کافی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات کو اختیار دے دیا۔ تمام ازواجِ مطہرات نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو اختیار کرلیا ان میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہی۔ اس تخییر سے متعدد فوائد مستفاد ہوتے ہیں۔(i) اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ کے لیے اہتمام کرنا اور اس پر غیرت کا اظہار کرنا، آپ کا ایسے حال میں ہونا کہ آپ کی ازواجِ مطہرات کے بہت سے دنیاوی مطالبات کا آپ ﷺ پر شاق گزرنا۔(ii) اس تخییر کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کا اپنی ازواجِ مطہرات کے حقوق کے بوجھ سے سلامت ہونا، اپنے آپ میں آزاد ہونا، اگر آپ ﷺ چاہیں تو عطا کریں اور اگر چاہیں تو محروم رکھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ﴾ "نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے۔" (الاحزاب:38) (iii) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا ان امور سے منزہ ہونا جو اگر ازواجِ مطہرات میں ہوتے مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دنیا پر ترجیح دینا تو آپ ﷺ ان کے قریب نہ جاتے۔ (iv) آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کا گناہ اور کسی ایسے امر سے تعرض سے سلامت ہونا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس تخییر کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ پر ان کی ناراضگی کو ختم کر دیا جو آپ ﷺ کی ناراضگی کا موجب تھی۔ آپ ﷺ کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی عذاب کی موجب ہے۔

(v) ان آیاتِ کریمہ سے ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کی رفعت، ان کے درجات کی بلندی اور ان کی عالی ہمتی کا اظہار ہوتا ہے کہ انہوں نے دنیا کے چند ٹکڑوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کو اپنا مطلوب ومقصود اور اپنی مراد بنایا یعنی اگر آخرت کا گھر تمہارا مطلوب ومقصود ہے اور جب تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کا رسول ﷺ اور آخرت حاصل ہوجائیں تو تمہیں دنیا کی کشادگی اور تنگی، اس کی آسانی اور سختی کی پروانہ ہو اور تم اسی پر قناعت کرو جو تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے میسر ہے اور آپ ﷺ سے ایسا مطالبہ نہ کرو جو آپ ﷺ پر شاق گزرے۔(vi) ازواجِ مطہرات کا اس اختیار کے ذریعے سے ایک ایسے معاملے کو اختیار کرنے کے لیے تیار ہونا جو جنت کے درجات تک پہنچاتا ہے نیز اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ تمام ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں۔

(vii) اس آیتِ کریمہ سے نبی ﷺ کے اور آپ کی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کے درمیان کامل مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ

کامل ترین ہستی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ''آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات بھی کامل اور پاک عورتیں ہوں۔'' رب العزت فرماتے ہیں: ﴿وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔'' (النور:26)(viii) یہ تخییر قناعت کی داعی اور اس کی موجب ہے۔ جس سے اطمینانِ قلب اور انشراح صدر حاصل ہوتا ہے، لالچ اور عدم رضا زائل ہو جاتے ہیں جو قلب کے لیے قلق، اضطراب اور غم کا باعث ہوتے ہیں۔ (سعدی:2142،2141/3)

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے گوشہ نشینی اختیار کی تو میں مسجد میں داخل ہوا۔ لوگوں کو دیکھا کہ وہ کنکریاں الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دل میں سوچا کہ میں ضرور آج کا حال معلوم کروں گا۔ لہٰذا میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے ان سے کہا، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی! تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے لگی ہو۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو تم سے اور تم کو مجھ سے کیا مطلب اے خطاب کے بیٹے! تم اپنی زنبیل (یعنی اپنی بیٹی) کی خبر لو۔ کہتے ہیں کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا، اے حفصہ! نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے لگیں؟ اللہ کی قسم! تم جانتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ تم کو نہیں چاہتے اور اگر میں نہ ہوتا تو اب تک تم کو طلاق دے چکے ہوتے۔ اس پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا، وہ اپنے بالا خانے میں تشریف فرما ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں (حفصہ کے حجرے سے) باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس کے گرد لوگ بیٹھے ہیں، ان میں سے کچھ رو رہے ہیں میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا رہا، پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا تو میں اٹھ کر اس بالا خانے کے پاس آیا جس میں آپ ﷺ فروکش تھے، میں نے اس کالے غلام سے کہا جو وہاں بیٹھا تھا کہ عمر کے لیے اجازت مانگ اس نے اندر جا کر رسول اللہ ﷺ سے بات کی پھر باہر نکلا تو کہنے لگا، میں نے آپ ﷺ سے تمہارا ذکر کیا لیکن آپ ﷺ خاموش رہے۔ چنانچہ میں لوٹ آیا اور منبر کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا اور میں بالا خانے کے پاس گیا اور اس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا، لیکن پھر ویسا ہی معاملہ ہوا۔ چنانچہ میں پھر ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا جو منبر کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے رہا نہ گیا، رنج نے غلبہ کیا، اس غلام کے پاس آیا اور میں نے کہا، عمر کے لیے اجازت مانگ! لیکن اب کے پھر وہی ہوا۔ آخر میں پیٹھ موڑ کر (مسجد کی طرف) چلا اس وقت غلام نے مجھے پکارا اور کہا، رسول اللہ ﷺ نے تم کو اجازت دے دی ہے۔ یہ سن کر میں آپ ﷺ کے پاس گیا۔ آپ ﷺ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر کوئی بچھونا وغیرہ نہیں تھا۔ چٹائی کے نشان آپ ﷺ کے پہلو پر پڑ گئے تھے۔ آپ ﷺ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے کھڑے ہی کھڑے آپ ﷺ کو سلام کیا اور پوچھا، کیا آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ آپ ﷺ نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: نہیں۔ پھر میں

نے آپ ﷺ کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کی اور کھڑے ہی کھڑے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ دیکھیے! ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب تھے، پھر ہم ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کی عورتیں ان پر غالب ہیں یہ سن کر آپ ﷺ مسکرائے پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کاش! آپ ﷺ ملاحظہ فرماتے کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے کہا تو اپنی ہمجولی سے دھوکا نہ کھانا، وہ تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور رسول اللہ ﷺ تجھ سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں ان کی مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھی یہ سن کر آپ ﷺ پھر مسکرائے جب میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ پھر مسکرائے تو میں بیٹھ گیا اور آپ ﷺ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا، اللہ کی قسم! سوائے تین کھالوں کے اور کوئی چیز نظر نہ آئی میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ ﷺ کی امت کو فارغ البالی عطا فرمائے، ایران اور روم کے لوگ مال دار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت دے رکھی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ اس وقت آپ ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تم پر شک ہے؟ ان لوگوں کو تو ان کی نعمتیں دنیا کی زندگی ہی میں جلد دے دی گئی ہیں۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے استغفار کیجیے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مسلمان کنکریاں الٹ پلٹ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تو کیا میں اتروں اور ان کو خبر دے دوں کہ آپ ﷺ نے ان کو طلاق نہیں دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر تم چاہو۔ میں آپ ﷺ سے باتیں کرتا رہا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے غصہ چلا گیا اور آپ ﷺ ہنسے، یوں کہ آپ ﷺ کے دانت دکھائی دیے، آپ ﷺ کی ہنسی تمام لوگوں کی ہنسی سے زیادہ خوبصورت ہوتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نیچے اترے اور میں بھی اترا، میں اس کھجور کے تنے کو پکڑتا ہوا اتر رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس طرح (بے تکلف) اتر رہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں۔ آپ ﷺ نے تنے کو چھوا تک نہیں۔ پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ بالاخانے میں انتیس دن رہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔'' صحیح بخاری میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انتیس دن کے بعد آپ ﷺ پہلے میرے پاس آئے، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے اور ابھی تو انتیس ہی راتیں گزری ہیں، میں ان کو گنتی رہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینہ انتیس دن کا ہے اور وہ مہینہ انتیس دن ہی کا تھا'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اختیار کی آیت نازل کی تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے مجھ ہی سے نے فرمایا: ''اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اس کے جواب میں تم جلدی نہ کرنا، اپنے والدین سے مشورہ کر لینا'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں خوب جانتی تھی کہ میرے والدین رسول اللہ ﷺ سے جدا ہونے کی کبھی رائے نہیں دیں گے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (۲۸) وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ

اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (۲۹)﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال و متاع دے دوں اور اچھے انداز سے تمہیں رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''میں نے عرض کی ، کیا میں اس سلسلہ میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ تعالیٰ ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کی طلب گار ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔
(بخاری:2468)

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن کو دنیا کے مقابلے میں اور کس چیز کی پیش کش کی گئی؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن کو اختیار دیا گیا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور آخرت کا گھر چاہیں تو نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں۔

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾

''اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی ، اُس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ کام ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' (30)

سوال 1: ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی ، اُس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ کام ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں ، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ﴾ ''اے نبی کی بیویو!'' رب العزت نے ازواج مطہرات کو خطاب کر کے نصیحت فرمائی ہے۔

(2) ﴿مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ ''تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو اختیار فرما لیا ہے کہ تمہارا معاملہ عام عورتوں کا سا نہیں ہے۔ تمہارا معاملہ خاص ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہو یا کوئی بد اخلاقی ہو۔

(3) ﴿يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ﴾ ''اُس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا'' یعنی دوگنا سزا دی جائے گی۔

(4) ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر یہ کام ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے سارے کام آسان ہیں۔

(5) ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن کا مقام اونچا ہے۔ سزا اس لیے ہے تاکہ مقام اونچا رہے۔

(6) جس طرح آپ ﷺ سے شرک کا صدور ممکن نہیں اس طرح نبی کی بیویوں سے زنا کا ارتکاب بھی ممکن نہیں اور یہ اندازِ خطاب تاکید مزید کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ (تیسیر القرآن: 578/3)

سوال 2: ﴿فَاحِشَةٍ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن مجید میں ﴿فَاحِشَةٍ﴾ کا لفظ زنا کے لیے استعمال ہوا ہے اور ''فاحشہ'' نکرہ کی صورت میں استعمال ہو تو اس کے معنی نامناسب رویے اور بداخلاق کے ہیں۔

سوال 3: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن کو خاص طور پر نامناسب رویے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن کے نامناسب رویے سے نبی ﷺ کو ایذاء پہنچتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانا کفر ہے اس لیے انہیں خاص طور پر نامناسب رویے پر وعید سنائی گئی۔

سوال 4: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن کو دوہری سزا کی وعید کیوں سنائی گئی؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن پاکباز خواتین تھیں۔ پاک لوگوں کی معمولی غلطیاں بھی بڑی شمار ہوتی ہیں اس لیے انہیں دوہرے عذاب کی وعید سنائی گئی۔

## قرآن کی دو آیتیں سیکھنا بہترین مال ملنے سے بہتر ہے

### رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرتا ہے کہ وہ ہر روز بطحان یا عقیق تک جائے اور وہاں سے کسی گناہ یا قطع رحمی کے بغیر دو بڑی کوہان والی اُونٹنیاں لے کر آ جائے؟'' ہم نے عرض کیا: ''یا رسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم مسجد میں جا کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی دو آیتیں کیوں نہیں سیکھتے یا پڑھتے؟ یہ تمہارے لیے دو اُونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین آیتیں تین اُونٹنیوں سے اور چار چار سے بہتر ہیں اور جتنی آیتیں ہوں گی اتنی اُونٹنیوں سے بہتر ہیں

(مسلم:1873)